محمود احمد غضنفر
صحابیات مبشراتؓ
زبان رسالت مآب ﷺ سے جنت کی بشارت
پانے والی صحابیات کا دل آویز تذکرہ
مکتبہ قدوسیہ

زبانِ رسالت مآب ﷺ سے جنّت کی
بشارت پانے والی صحابیاتؓ کا دل آویز تذکرہ

محمود احمد غضنفر

مکتبہ قدوسیہ اردو بازار لاہور

فہرست عنوانات

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حرفِ آغاز

﴿الحمد للّٰہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی سید المرسلین و علی آلہ واصحابہ اجمعین وبعد﴾

گلستانِ نبوت کی مہکتی کلیں' آفتابِ رسالت کی ضوفشاں کرنیں' دبستانِ محمدی کی فیض یافتہ تلمیذاتِ رشیدات' سرورِ عالم' نیرِ تاباں' خلقِ مجسم' رسولِ معظم' شاہِ امم' سلطانِ مدینہ ﷺ کی صحابیات' طیبات' طاہرات' سیدات کا مستند' دلآویز اور دلنشین تذکرہ پیشِ خدمت ہے۔ اس میں ہیں عدد ان خوش نصیب صحابیات کا سوانحی خاکہ پیش کیا گیا ہے جنہیں رسولِ اقدس ﷺ کی زبانِ مبارک سے جنت کی بشارت ملی۔

ایک عرصے سے میری دلی تمنا تھی کہ ایک ایسی دستاویز تیار کی جائے جس میں قرنِ اول کی قدسی صفات خواتین کی پاکیزہ زندگی کے دلربا نمونے درج ہوں۔ جنہیں دیکھ کر دورِ حاضر کی خواتین کے دلوں میں ان کے نقشِ قدم پر چلنے کا شوق پیدا ہو۔ اس کے لئے میں نے ان صحابیات کا انتخاب کیا جنہیں لسانِ رسالت سے جنت کی بشارت ملی۔ ان عظیم المرتبت ہستیوں کا سوانحی خاکہ پیش کرنے میں مجھے کس قدر کامیابی ہوئی اس کا فیصلہ قارئین کرام ہی کر سکیں گے۔ اگر اس دستاویز میں کوئی

لغزش یا کوتاہی نظر آئے تو اسے میری کم علمی، کم مائیگی یا بے بضاعتی پر محمول کیا جائے۔ اگر کوئی خوبی نظر آئے تو اسے خالصتاً اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا فضل وکرم اور احسان تصور کیا جائے۔ واقعتاً یہ کتاب اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم اور احسان عظیم سے ہی معرضِ وجود میں آسکی۔

ورنہ من آنم کہ من دانم

قارئین کرام سے مؤدبانہ التجا ہے کہ مجھے، میرے والدین، میرے اساتذہ اور اہل خانہ کو اپنی خصوصی دعاؤں میں یاد رکھیں۔ اللہ تعالیٰ ہمارا حامی وناصر ہو۔

﴿وصلی اللہ علی النبی محمد و علی آلہ و اصحابہ وسلم﴾

اگست ۱۹۹۷ء
محمود احمد غضنفر
مدیر: ادارہ نور الحق
لاہور۔ پاکستان

صحابیاتؓ کے کارنامے

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی سید المرسلین و علی آلہ و اصحابہ اجمعین و بعد!

صحابیاتؓ کے کارنامے تمدن کے تمام عنوانات پر منقسم ہیں ہم یہاں ان کارناموں کا اجمالی خاکہ پیش کرتے ہیں۔

مذہبی کارنامے :

مذہبی خدمات کے سلسلے میں سب سے اہم خدمت جہاد ہے اور صحابیات نے جس جوش، خلوص، عزم اور استقلال سے اس خدمت کو سرانجام دیا اس کی نظیر مشکل سے مل سکے گی۔ غزوۂ احد میں جب کہ کافروں نے عام حملہ کر دیا تھا اور آنحضرت ﷺ کے ساتھ صرف چند جاں نثار رہ گئے تھے، حضرت ام عمارہ آنحضرت ﷺ کے پاس پہنچیں اور سینہ سپر ہو گئیں۔ کفار جب آپ کی طرف بڑھتے تھے تو انہیں تیر اور تلوار سے روکتی تھیں۔ ابن قمیہ جب آنحضرت ﷺ کے پاس پہنچ گیا تو حضرت ام عمارہ نے بڑھ کر روکا، چنانچہ کندھے پر زخم آیا اور گہرا غار پڑ گیا۔ انہوں نے تلوار ماری لیکن وہ دوہری زرہ پہنے ہوئے تھا اس لئے کارگر نہ ہو سکی۔ مسیلمہ کذاب کے خلاف جنگ میں انہوں نے اس بہادری سے مقابلہ کیا کہ بارہ زخم کھائے اور ایک ہاتھ کٹ گیا۔ غزوۂ خندق میں حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا نے جس بہادری سے ایک یہودی کو قتل کیا اور یہودیوں نے حملہ کو روکنے کی جو تدابیر اختیار کیں وہ نہایت حیرت انگیز ہیں۔ غزوۂ حنین میں حضرت ام سلیم کا خنجر لے کر پھرنا

ایک مشہور واقعہ ہے۔

جنگ یرموک میں جو خلافت فاروقی میں ہوئی تھی حضرت اسماء بنت ابو بکرؓ حضرت ام ابانؓ ام حکیمؓ خولہؓ ہندؓ اور دوسری مومنین حضرت جویریہ نے بڑی دلیری سے جنگ کی تھی۔ اور اسماء بنت یزید بن سکن نے جو انصار کے قبیلہ سے تھیں خیمہ کی چوب سے ۹ یہودیوں کو قتل کیا تھا۔ نہ صرف یہی بلکہ بحری لڑائیوں میں بھی صحابیاتؓ شرکت کرتی تھیں ۲۸ ہجری میں جزیرہ قبرص پر حملہ ہوا تو حضرت ام حرام بنت ملحانؓ اس میں شامل ہوئیں۔ میدان جنگ میں اس کے علاوہ صحابیات اور بھی خدمت سرانجام دیتیں۔ مثلاً

(۱) پانی پلانا

(۲) زخمیوں کی مرہم پٹی کرنا

(۳) مقتولوں اور زخمیوں کو اٹھا کر میدان جنگ سے لے جانا

(۴) تیر اٹھا کر دینا

(۵) خورد و نوش کا انتظام کرنا

(۶) قبر کھودنا

(۷) فوج کو ہمت دلانا

چنانچہ حضرت عائشہؓ ام سلیمؓ اور ام سلیطؓ نے مشک بھر بھر کر غزوہ احد میں زخمیوں کو پانی پلایا تھا۔ ام سلیم اور انصار کی چند عورتیں زخمیوں کی تیمارداری کرتی تھیں اور اس مقصد کے لئے وہ ہمیشہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ غزوات میں شریک ہوا کرتی تھیں۔ ربیع بنت معوذ وغیرہ نے شہداء اور زخمیوں کو قتل گاہ سے اٹھا کر مدینہ پہنچایا تھا۔ ام زیاد اور دوسری پانچ عورتوں نے غزوہ خیبر میں مسلمانوں کو مدد دی تھی۔ وہ تیر اٹھا کر لاتی تھیں اور ستو پلاتی تھیں۔ حضرت ام عطیہ نے سات غزوات میں مجاہدین کے لئے کھانا پکایا تھا۔ غزوات اور فارس وغیرہ کی جنگوں میں جو خلافت فاروقی میں ہوئیں عورتوں اور بچوں نے گورکنی کی خدمت سرانجام دی تھی اور جنگ

یرموک میں جب مسلمانوں کا میمنہ ہٹتے ہٹتے حرم کے خیمہ گاہ تک آ گیا تو ہند اور خولہ وغیرہ نے پرجوش اشعار پڑھ کر لوگوں کو غیرت دلائی تھی۔ اشاعت اسلام بھی مذہب کی ایک بڑی خدمت ہے اور صحابیات نے اس سلسلہ میں خاص کوششیں کی ہیں۔ چنانچہ حضرت فاطمہ بنت خطاب کی دعوت پر حضرت عمرؓ نے اسلام قبول کیا تھا۔ ام سلیم کی ترغیب سے ابوطلحہؓ نے آستانہ اسلام پر سر جھکایا تھا۔ عکرمہ اپنی بیوی ام حکیم کے سمجھانے پر مسلمان ہوئے تھے اور ام شریک دوسیہ کی وجہ سے قریش کی عورتوں میں اسلام پھیلا، جو نہایت مخفی طور پر اس خدمت کو سرانجام دیتی تھیں۔

اسلام کی حفاظت بھی ایک اہم کام ہے اور متعدد صحابیات میں سب سے زیادہ اس خدمت کو حضرت عائشہؓ نے سرانجام دیا۔ ۳۵ھ میں جب حضرت عثمان شہید ہوئے اور تمام مذہب درہم برہم ہو گیا تو انہوں نے اصلاح کی آواز بلند کی جس پر مکہ اور بصرہ کے لوگوں نے لبیک کہا۔ نماز کی امامت بھی ایک اہم کام ہے اور متعدد صحابیات نے کبھی کبھی اس کو عورتوں کے مجمع میں انجام دیا ہے، چنانچہ حضرت عائشہؓ حضرت ام سلیمؓ، ام ورقہ بنت عبداللہ اور سعدہ بنت قمامہ عورتوں کی امامت کیا کرتی تھیں۔ ام ورقہ کو یہ امتیاز حاصل تھا کہ انہوں نے مکان کو اپنی سجدہ گاہ بنا لیا تھا۔ جہاں وہ ہمیشہ امامت کرتی اور اس میں اذان بھی دی جاتی تھی (عورت کی اقتداء عورت کے پیچھے درست ہے)

سیاسی کارنامے:

صحابیاتؓ نے متعدد سیاسی خدمات بھی انجام دی ہیں۔ چنانچہ حضرت شفاء بنت عبداللہ اس درجہ صائب الرائے تھیں کہ حضرت عمرؓ ان کی تحسین کرتے تھے اور ان سے مشورہ کرتے۔ حضرت عمرؓ نے بسا اوقات بازار کا انتظام بھی ان کے سپرد کیا ہے۔ ہجرت سے قبل جب قریش نے کاشانۂ نبوت کا محاصرہ کرنا چاہا تو حضرت عبدالمطلب کی بھتیجی رقیقہ بنت صیفی نے سرور عالم ﷺ کو اس بات کی اطلاع دی تھی۔ چنانچہ آپ خواب گاہ میں حضرت علیؓ کو چھوڑ کر مدینہ کی طرف روانہ ہو گئے۔

عورت کے سیاسی اختیارات اس قدر وسیع ہیں کہ عورت دشمنوں کو پناہ دے سکتی ہے اور امام اس کے امان اور ضمانت کو برقرار رکھ سکتا ہے۔ سنن ابی داؤد میں لکھا ہے کہ فتح مکہ کے زمانہ میں ام ہانی نے جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ہمشیرہ تھیں ایک مشرک کو پناہ دی تو رسول اقدس ﷺ نے فرمایا:

﴿قد اجرنا من اجرت و امنا من امنت﴾

"تم نے جس کو پناہ یا امان دی ہم نے بھی دی۔"

علمی کارنامے:

اسلامی علوم یعنی قرأت، تفسیر، حدیث، فقہ، فرائض میں متعدد صحابیاتؓ کمال مہارت رکھتی تھیں۔ حضرت عائشہؓ، حفصہؓ، ام سلمہؓ اور ام ورقہؓ نے پورا قرآن مجید حفظ کیا تھا۔ ہند بنت اسیدؓ، ام ہشام بنت حارثہؓ، رائطہ بنت حیانؓ اور ام سعد بنت سعد بن ربیع قرآن حکیم کے بعض حصوں کی حافظہ تھیں۔ ام سعدؓ قرآن مجید کا درس بھی دیتی تھیں۔ تفسیر میں حضرت عائشہؓ کو خاص کمال اور مہارت حاصل تھی۔ چنانچہ صحیح مسلم کے آخر میں ان کی تفسیر کا معتدبہ حصہ منقول ہے۔ حدیث میں ازواج مطہرات عموماً اور حضرت عائشہؓ اور ام سلمہؓ خصوصاً تمام صحابیات سے ممتاز تھیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ۲۲۱۰ روایات منقول ہیں اور حضرت ام سلمہؓ نے ۳۷۸ احادیث روایت کی ہیں ان کے علاوہ ام عطیہؓ، اسماء بنت ابی بکرؓ، ام ہانی اور فاطمہ بنت قیس بھی کثیر الروایہ تھیں۔ فقہ میں حضرت عائشہؓ کے فتاوے اس قدر ہیں کہ متعدد ضخیم جلدیں تیار ہو سکتی ہیں۔ حضرت ام سلمہؓ کے فتاوے سے بھی ایک چھوٹا سا رسالہ تیار ہو سکتا ہے۔ حضرت صفیہؓ، حضرت حفصہؓ، ام حبیبہؓ، حضرت جویریہؓ، میمونہؓ، فاطمۃ الزہراءؓ، ام شریکؓ، ام عطیہؓ، اسماء بنت ابی بکرؓ، لیلیٰ بنت قانفؓ، خولہ بنت تویتؓ، ام درداءؓ، عاتکہ بنت زید، سہلہ بنت سہیلؓ، فاطمہ بنت قیسؓ، زینب بنت جحشؓ، ام سلمہؓ، ام ایمنؓ، ام یوسفؓ کے فتاوے ایک رسالے میں جمع کئے جا سکتے ہیں۔ علم فرائض میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو خاص مہارت حاصل تھی اور بڑے

بڑے صحابہ فرائض (وراثت) کے متعلق مسائل دریافت کیا کرتے تھے۔

اسلامی علوم کے علاوہ اور علوم میں بھی صحابیاتؓ دستگاہ رکھتی تھیں۔ مثلاً علم الاسرار میں حضرت ام سلمہؓ پوری واقفیت اور مہارت حاصل تھی۔ خطابت میں اسماء بنت یزید بن سکنؓ کا خاص شہرہ تھا۔ خوابوں کی تعبیر میں اسماء بنت عمیس مشہور تھیں۔ طب اور جراحی میں اسیلمیۃ، ام مطاع، ام کبشہؓ، حمنہ بنت جحشؓ، معاذہؓ، امیمہؓ، ام زیادؓ، ربیع بنت معوذ، ام عطیہؓ، ام سلیمؓ کو زیادہ مہارت تھی۔ رفیدہ اسلمیہؓ کا خیمہ جس میں جراحی کا ساز و سامان تھا وہ مسجد نبوی کے قریب نصب تھا۔ شاعری میں خنساءؓ، سعدیؓ، صفیہؓ، عاتکہؓ، بنت زیدؓ، ہند بنت اثاثہؓ، ام ایمنؓ، کبشہ بنت رافعؓ، امامہ مریدیہؓ، ہند بنت حارثؓ، زینب بنت عوام ازدیؓ، میمونہؓ رقیہ اور زیادہ نامور ہیں۔ خنساء کا تو شاعری میں بلند مقام تھا ان کا دیوان چھپ چکا ہے۔

عملی کارنامے:

عملی کارناموں سے مراد صنعت و حرفت ہے۔ کتابت، تجارت، کھیتی باڑی اور خیاطت یعنی کپڑوں کی سلائی وغیرہ شامل ہیں۔ اسد الغابہ اور مسند امام احمد کی بیشتر روایات سے ثابت ہوتا ہے کہ صحابیاتؓ عموماً کپڑا بنا کرتی تھیں۔ جو ان کو اور ان کی اولاد کو کافی ہوتا تھا۔ کاشتکاری تمام صحابیاتؓ نہیں کرتی تھیں بلکہ وہ مدینہ یا دیگر سرسبز مقامات کے باشندوں کے ساتھ مخصوص تھی۔ مدینہ منورہ میں عموماً انصار کی عورتیں کاشتکاری کیا کرتی تھیں۔ مہاجر عورتوں میں حضرت اسماءؓ کا مشغلہ بھی یہی تھا۔ لکھنا بہت سی صحابیات جانتی تھیں چنانچہ شفاء بنت عبداللہ کو اس میں خاص طور پر شہرت حاصل تھی۔ جنہوں نے ایام جاہلیت میں ہی لکھنا پڑھنا سیکھ لیا تھا۔ شفاءؓ کے علاوہ حضرت حفصہ، ام کلثوم بنت عقبہؓ اور کریمہ بنت مقداد کو بھی لکھنا جانتی تھیں۔ حضرت عائشہ اور ام سلمہؓ کو اگرچہ پڑھنا آتا تھا لیکن لکھنا نہیں جانتی تھیں۔ صحابیات میں بعض عورتیں تجارت بھی کرتی تھیں۔ چنانچہ حضرت خدیجہؓ کی

تجارت نہایت وسیع پیمانے پر تھی۔ خولاءؓ ملیکہ ثقفیہؓ اور بنت مخرمہؓ عطر کی تجارت کیا کرتی تھیں۔ شادی بیاہ اور خوشی کی تقریبات میں انصار کی لڑکیاں گیت گاتی تھیں بلکہ کبھی کبھی شادی بیاہ اور خوشی کے موقع پر رسول اللہ ﷺ کے سامنے اشعار پڑھے ہیں اور فریعہ بنت معوذ نے جو حدیث روایت کی ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے خوشی کی تقریب میں اس کی اجازت دے رکھی تھی۔ بچیوں کا خوشی کے موقع پر اظہار مسرت ایک فطری تقاضہ ہے جس کی شریعت نے اجازت دی ہے۔ ازواج مطہرات میں

حضرت ام سلمہؓ ترنم سے قرآن حکیم تلاوت کیا کرتی تھیں۔ ان صنعتوں کے علاوہ اور کام بھی جانتی تھیں مثلاً حضرت سودہ کھالوں کی دباغت کا کام کرتی تھیں۔ غرضیکہ صحابیاتؓ کا معاشرتی اور تمدنی زندگی میں بڑا بھرپور کردار تھا۔ اللہ ان کی قبروں پر اپنی رحمت کی برکھا برسائے۔ آمین

مولانا سعید انصاری
رفیق دار المصنفین اعظم گڑھ

اُمّ المومنین سیدہ طاہرہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک روز حضرت جبرئیل علیہ السلام رسول اللہ ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور عرض کی: سیدہ خدیجہؓ برتن ہاتھ میں لئے تشریف لا رہی ہیں جس میں کھانے پینے کے لئے کچھ ہے۔ جب وہ آپ کے پاس آجائیں تو انہیں اللہ رب العزت کا اور میرا سلام کہنا اور جنت میں ایک ایسے گھر کی بشارت دینا جو مروارید کا بنا ہوا ہے اور اس کو یاقوت سے آراستہ کیا گیا ہے' پر سکون ایسا کہ اس میں کوئی شور و غوغا نہ ہو گا اور نہ ہی اس میں محنت و مشقت کی تھکن ہو گی۔ (بخاری شریف)

وفائی تصویر' سچائی کی خوگر' مجسمہ اخلاق' پاکیزہ سیرت وبلند کردار' گداز دل' جاں پر سوز' فہم و فراست' عقل و دانش اور جود و سخا کی پیکر' ناز و نعم میں پلی ہوئی' دولت جس کے آنگن میں مُن کی طرح برستی رہی' جسے سب سے پہلے اسلام قبول کرنے کا شرف حاصل ہوا جسے اللہ رب العزت نے جبریل علیہ السلام کے ذریعے آسمان سے سلام بھیجا' جسے سب سے پہلے جنت کی بشارت دی گئی' جسے حبیب کبریا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صحبت میں چوبیس سال اور چند ماہ رہنے کی سعادت حاصل ہوئی' جس کے گھر میں آسمان سے وحی نازل ہوتی رہی' جس نے شعب ابی طالب میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ محصور رہ کر رفاقت' محبت' وارفتگی اور ایثار کا مثالی کردار پیش کیا' جس نے اپنی ساری دولت رسول اقدس ﷺ کے قدموں میں ڈھیر کر دی' جس کی قبر میں ہادی برحق ﷺ دفن کرنے سے پہلے خود اترے اور لحد کا بچشم خود جائزہ لیا اور اپنے ہاتھوں سے جسد اطہر کو قبر میں اتارا' سرور عالم کی ہمدرد و غمگسار رفیقہ حیات' خاتون جنت فاطمۃ الزہراء کی والدہ' نوجوانان جنت حسنین کی نانی' امیر المؤمنین ذوالنورین عثمان بن عفان اور امیر المؤمنین علی المرتضیٰ کی خوش دامن جسے تاریخ میں سیدہ' طاہرہ صدیقہ خدیجۃ الکبریٰ کے نام سے یاد کیا جاتا ہے- آیئے اس خاتون جنت کی رشک بھری زندگی کا دل آویز تذکرہ تاریخ کے آئینے میں دیکھتے ہوئے اپنے تاریک دلوں کو روشنی بہم پہنچائیں-

* * *

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ایک روز رسول اللہ ﷺ نے زمین پر چار لکیریں لگائیں اور فرمایا کیا تم جانتے ہو ان لکیروں سے کیا مراد

ہے؟ سب ہم نشین صحابہ کرامؓ نے ادب و احترام سے عرض کیا اللہ اور اس کا رسول ہی بہتر جانتے ہیں۔ آپ نے فرمایا ان لکیروں سے کائنات کی افضل و برتر چار خواتین مراد ہیں جن کے نام یہ ہیں۔

(۱) خدیجہ بنت خویلد

(۲) فاطمہ بنت محمد ﷺ

(۳) مریم بنت عمران

(۴) آسیہ بنت مزاحم (فرعون کی بیوی)

حضرت خدیجہ بنت خویلد رضی اللہ عنہا کو ام المؤمنین ہونے کا اعزاز حاصل ہوا۔ حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کو لسان رسالت نے خواتین جنت کی سردار ہونے کا مژدہ جانفزا سنایا۔ حضرت مریم بنت عمران کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی والدہ ہونے کا اعزاز نصیب ہوا جنہیں اللہ رب العزت نے اپنی حکمت بالغہ سے بغیر باپ کے پیدا کیا اور آسیہ بنت مزاحم کے آنگن میں برگزیدہ پیغمبر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پرورش پائی۔ اس نے فرعون کو یہ مشورہ دیا تھا کہ موسیٰ کو اپنا بیٹا بنالیں جب کہ فرعون بنو اسرائیل کے بچوں کا قتل عام کر رہا تھا۔ اس خاتون جنت نے صرف موسیٰ علیہ السلام کی پرورش کرنے کی سعادت ہی حاصل نہیں کی بلکہ ان کی نبوت کو تسلیم کرتے ہوئے اللہ سبحانہ و تعالیٰ پر ایمان لانے کا اعزاز بھی حاصل کیا۔

❋ ❋ ❋

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب بھی خدیجۃ الکبریٰ کا تذکرہ کرتے تو بہت زیادہ تعریف و توصیف فرماتے۔ میرے سامنے اکثر و بیشتر ان کے احسانات کا تذکرہ ہوتا۔ ایک دن میں نے نسوانی غیرت کا اظہار کرتے ہوئے کہا: آپ اکثر و بیشتر سرخ چوڑے جبڑے والی بڑھیا کا تذکرہ کرتے رہتے ہیں۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس سے بہتر بیوی عنایت کر دی ہے۔ میری یہ تلخ بات سن کر آپ رنجیدہ خاطر ہوئے اور لمبی آہ بھر کر ارشاد فرمایا:

"ابھی تک اس سے بہتر بیوی مجھے نہیں ملی۔ عائشہ! سنو' وہ مجھ پر اس وقت ایمان لائی جب عام لوگوں نے میرا انکار کیا' اس نے ایسے وقت میری تصدیق کی جب بیشتر لوگوں نے مجھے جھٹلایا' اس نے اپنے مال و دولت سے میری مدد کی جب کہ دوسروں نے مجھے تہی بھر کر ستایا اور اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے اس سے مجھے اولاد کی نعمت بھی عطا کی۔"

* * *

سیدہ طاہرہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا ۵۵۵ء کو مکہ معظمہ میں پیدا ہوئیں۔ آپ کی والدہ کا نام فاطمہ بنت زائدہ بن اصم تھا اور والد کا نام خویلد بن اسد بن عبدالعزیٰ۔ یہ قریش کا ہر دلعزیز سردار تھا۔ اس کا پیشہ تجارت تھا' مال و دولت کی فراوانی تھی۔ اس کا انتقال مشہور و معروف جنگ فجار میں ہوا۔

سیدہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا نے ہوش سنبھالتے ہی گھر میں پیسے کی ریل پیل دیکھی۔ جوان ہوئیں تو ان کا نکاح ابو ہالہ مالک بن نباش بن زرارہ تمیمی سے ہوا۔ اس سے آپ کے ہاں ہالہ اور ہند پیدا ہوئے۔ سیدہ خدیجہ اپنے خاوند کو بہت بڑے تاجر کے روپ میں دیکھنا چاہتی تھیں' اس لئے اہتمام بھی کر دیا گیا تھا۔ مالی وسائل کی بھی کوئی کمی نہیں تھی' لیکن اس کی زندگی نے وفا نہ کی اور وہ داغ مفارقت دیتے ہوئے داعی اجل کو لبیک کہہ گیا۔ کچھ عرصے کے بعد عتیق بن عائذ بن عبداللہ مخزومی کے ساتھ نکاح ہوا اور اس سے ان کے ہاں ایک بیٹی ہندہ پیدا ہوئی۔ لیکن اس کے ساتھ نباہ نہ ہو سکا اور دونوں میں علیحدگی ہو گئی' اس کے بعد سیدہ خدیجۃ الکبریٰ نے اپنی تمام تر توجہ اولاد کی تربیت اور تجارت کے فروغ میں صرف کرنا شروع کر دی۔ کاروبار میں اس قدر ترقی اور وسعت ہوئی کہ یہ دیکھتے ہی دیکھتے قریش کی بہت بڑی مالدار خاتون بن گئیں۔ ان کا طریق کار یہ تھا کہ محنتی' دیانت دار اور سلجھے ہوئے افراد کو مضاربت کی بنیاد پر مال تجارت سپرد کرتیں اور یہ ان سے مال لے کر شام کی منڈیوں میں فروخت کرنے کے لئے لے جاتے اور وہاں سے مال خرید کر مکے کی منڈی

میں لاتے اور جو نفع حاصل ہوتا اس میں سے نصف ان کو دے دیا جاتا۔ جب سیدہ خدیجۃ الکبریٰ نے مکہ معظمہ میں حضرت محمد بن عبداللہ (ﷺ) کی دیانت' امانت اور حسنِ اخلاق کا چرچا سنا تو آپ کی خدمت میں پیغام بھیجا کہ اگر آپ میرا مال تجارت شام لے جانا پسند فرمائیں تو مجھے بہت خوشی ہوگی۔ آپ نے یہ پیش کش بخوشی قبول فرمائی۔ سیدہ خدیجۃ الکبریٰ نے اپنا غلام میسرہ آپ کی خدمت کے لئے ہمراہ کر دیا۔ آپ مال لے کر شام تشریف لے گئے تو وافر مقدار میں نفع حاصل ہوا۔ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے غلام میسرہ نے دورانِ سفر بعض عجیب و غریب مناظر کا مشاہدہ کیا جس سے اس کی حیرت کی کوئی انتہا نہ رہی۔ میسرہ آپکے حسنِ اخلاق' طرزِ کلام' سنجیدگی' خندہ پیشانی اور گفتار کی شیرینی سے اس قدر متاثر ہوا کہ آپ کا دل و جان سے گرویدہ ہو گیا۔

شام سے واپس آتے ہوئے رسولِ اقدس ﷺ کچھ دیر آرام کے لئے ایک درخت کے نیچے تشریف فرما ہوئے تو ایک مشہور و معروف نسطوراء ی یہودی راہب دیکھ رہا تھا۔ اس نے میسرہ کو اپنے پاس بلا کر پوچھا کہ وہ درخت کے سائے میں جلوہ افروز ہونے والا کون ہے؟ میسرہ نے پوری تفصیل کے ساتھ سب کچھ اسے بتا دیا۔ اس نے کہا: میری بات یاد رکھنا' یہ مستقبل میں نبوت کے اعلیٰ مقام پر فائز ہوگا' کیونکہ اس درخت کے نیچے آج تک نبی کے علاوہ کوئی دوسرا سستانے کے لئے نہیں بیٹھا۔

یہ بات سن کر میسرہ کو تعجب کے ساتھ ساتھ بے پناہ مسرت بھی ہوئی کہ میں کتنا خوش نصیب ہوں' مجھے عظیم ہستی کی رفاقت کا شرف حاصل ہوا ہے۔ دورانِ سفر میسرہ نے شام سے مکے تک یہ حیرت انگیز منظر بھی دیکھا کہ دو فرشتے آپ کے سر پر سایہ کے لئے سائبان تانے جا رہے ہیں تاکہ دھوپ کی وجہ سے آپ کو کوئی تکلیف نہ ہو۔

میسرہ نے مکہ واپس پہنچنے پر سفر کی مکمل روئیداد سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے

گوش گذار کی۔ یہ ساری دل پذیر داستان سن کر وہ دلی طور پر بہت متاثر ہوئیں اور وہ اس نہج پہ سوچنے لگیں کہ کیوں نہ آپ کو اپنا سرتاج اور دل کا محرم بنانے کی مؤدبانہ التماس کی جائے۔ اگر منظور ہو جائے تو زہے نصیب لیکن اس کا اظہار کیسے ہو؟ کیونکہ میں نے تو سرداران قریش میں سے ہر ایک کی پیشکش کو ٹھکرا دیا تھا، میں نے کسی کو بھی پرکاہ کی حیثیت نہیں دی۔ سرداران قریش کیا کہیں گے، معلوم نہیں خاندان کے افراد کا کیا ردعمل ہو گا؟ یہ بھی پتہ نہیں کہ میری یہ پیشکش شرف قبولیت حاصل کرتی ہے یا نہیں؟

انہی خیالات و افکار میں شب و روز گذرنے لگے، دل اچاٹ رہنے لگا، ایک رات خواب آئی۔ کیا دیکھتی ہیں کہ چمکتا ہوا سورج گھر کے آنگن میں اتر آیا ہے جس سے پورا گھر جگمگا اٹھا۔ آنکھ کھلی تو حیرت کی انتہا نہ رہی۔ تورات و انجیل کے مشہور و معروف عالم ورقہ بن نوفل سے خواب کی تعبیر پوچھی۔ یہ سیدہ خدیجہ کے چچا زاد بھائی تھے اور نابینا ہو چکے تھے۔ انہوں نے خواب سن کر مسکراتے ہوئے کہا: خوش ہو جاؤ یہ چمکیلا سورج جو تیرے گھر کے آنگن میں اترتا دکھائی دیا، یہ نور نبوت ہے جو تیرے نصیب میں آئے گا اور تم اس سے فیض حاصل کرو گی۔

اس خواب کے بعد سیدہ خدیجہؓ کے قلب و نظر میں حضرت محمد ﷺ کا خیال چھا گیا اور آپ کی محبت رگ و ریشے میں سرایت کر گئی لیکن کچھ سجھائی نہ دے رہا تھا کہ کس طرح آپ تک پیغام پہنچایا جائے۔ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کی ایک گہری سہیلی نفیسہ بنت منیہ اس ساری صورت حال سے آگاہ تھی۔ ایک دن اس نے ازراہ مذاق کہا: اے سیدہ! یہ کیسی خاموشی ہے، یہ پراسرار سکوت، فضاؤں میں اداس نگاہوں کی دور تک گردش، یہ کبھی کبھی سرد آہیں، یہ اداسی اور یہ تھکن اور یہ خود کلامی کے سبب کیا ہے۔ کچھ بولو تو سہی۔ اس طرح اٹکھیلیاں کرتے ہوئے یک دم سنجیدہ ہو کر کہنے لگی: جانے دو یہ بھی کوئی بات ہے، یہ مشکل تو میں حل کئے دیتی ہوں۔ وہاں سے اٹھی سیدھی حضرت محمد ﷺ کے پاس چلی گئی۔ سلام عرض کیا، خیریت دریافت کی

اور کہا: ایک ذاتی سوال اگر محسوس نہ کریں تو عرض کروں۔

آپ نے فرمایا: ہاں کہو کیا بات ہے؟

عرض کیا: آپ نے ابھی تک شادی کیوں نہیں کی؟

فرمایا: میرے پاس مالی گنجائش ہی نہیں جس سے شادی کے اخراجات پورے کر سکوں۔

اس نے کہا: اگر میں ایک مالدار' خاندانی اور حسین و جمیل خاتون کی نشاندہی کروں جو آپ سے شادی کرنے کی دلی رغبت رکھتی ہے' کیا آپ کو منظور ہے؟

فرمایا: وہ کون ہے؟

عرض کی: خدیجہ بنت خویلدؓ۔

آپ نے فرمایا اگر وہ رضامند ہے تو مجھے قبول ہے۔ یہ جواب سن کر نفیسہ خوشی سے جھوم اٹھی اسی وقت جا کر اپنی سہیلی کو مسرت بھرا پیغام سنایا' تو اس کے نصیب جاگ اٹھے۔ اس کا انگ انگ مسرت و شادمانی سے جھوم اٹھا۔

حضرت محمد ﷺ کی عمر اس وقت پچیس برس تھی اور سیدہ خدیجہؓ کی عمر چالیس برس۔ آپ کے چچا ابو طالب اور امیر حمزہ سیدہ خدیجہ کے چچا عمرو بن اسد کے پاس شادی کا پیغام لے کر گئے' شادی کی تاریخ مقرر ہوئی' طرفین سے عزیز و اقارب اکٹھے ہوئے' رسول اللہ ﷺ کی رضاعی والدہ حلیمہ سعدیہ کو بھی اس خوشی کی تقریب میں بطور خاص بلایا گیا۔ جب وہ فارغ ہو کر واپس جانے لگیں تو سیدہ خدیجہ نے چالیس بکریاں' ایک اونٹ اور بہت سا گھریلو سامان دے کر رخصت کیا۔ کیونکہ اس نے ان کے سرتاج کو بچپن میں دودھ پلانے کی سعادت حاصل کی تھی۔

* * *

شادی کے بعد دن تیزی سے گذرنے لگے' اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے قاسم' عبداللہ' زینب' رقیہ' ام کلثوم اور فاطمہ جیسی ہونہار اولاد عطا کر کے آنگن آباد کر دیا'

ہر طرف بہاریں ہی بہاریں اور ہر سو مسرت وشادمانی کے دلکش نظارے لیکن آپ کی طبیعت دن بدن دنیا کی رعنائیوں سے اچاٹ ہونے لگی آپ سال میں مکمل ایک ماہ دنیا ومافیہا سے بے نیاز ہو کر غار حرا میں مصروف عبادت رہنے لگے وہاں پوری یکسوئی کے ساتھ ذکر و فکر میں مشغول رہتے۔ ایک روز اللہ کا کرنا ایسا ہوا کہ کسی نے آپ کو بغل میں لے کر خوب دبایا پھر چھوڑ دیا اور کہا اے محمد ﷺ پڑھو۔ آپ نے فرمایا: میں تو پڑھا ہوا نہیں! بھلا کیا پڑھوں؟ اس نے بار بار بغل میں دبا کر یہ جملہ دہرایا۔ آپ نے ہر دفعہ اس کو یہی جواب دیا۔ آخر میں اس نے یہ الفاظ پڑھ کر سنائے جو قرآن حکیم کی زینت بنے۔

﴿اقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ ‎ خَلَقَ الْإِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ‎ اقْرَأْ وَرَبُّكَ الْأَكْرَمُ ‎ الَّذِي عَلَّمَ بِالْقَلَمِ ‎ عَلَّمَ الْإِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ﴾

"پڑھو (اے نبی ﷺ) اپنے رب کے نام کے ساتھ جس نے پیدا کیا۔ جمے ہوئے خون کے لوتھڑے سے انسان کی تخلیق کی۔ پڑھو اور تمہارا رب بڑا کریم ہے۔ جس نے قلم کے ذریعے علم سکھلایا۔ انسان کو وہ علم دیا جسے وہ نہ جانتا تھا۔"

اس کے بعد بغل گیر ہونے والا غائب ہو گیا۔ اس روز آپ گھبرائے ہوئے گھر آئے۔ آپ کا جسم کانپ رہا تھا۔ سیدہ خدیجہؓ سے کہا: زملونی ' زملونی دثرونی ' دثرونی مجھے کمبل دے دو اوڑھنے کے لئے مجھے چادر دے دو شدید سردی محسوس ہو رہی ہے۔ آپ کو کمبل فراہم کیا گیا' آپ آرام سے لیٹ گئے۔ جب ذرا سکون ہوا تو فرمانے لگے خدیجہؓ مجھے اپنی جان کا خطرہ محسوس ہو رہا ہے۔

وفا کی پیکر' صدق وصفا کی خوگر رفیقہ حیات نے تسلی دیتے ہوئے عرض کی: میرے سرتاج گھبرائیے نہیں' اللہ آپ کی حفاظت کرے گا۔ آپ کو کبھی بھی رسوا نہیں ہونے دے گا کیونکہ آپ صلہ رحمی کرتے ہیں' ہمیشہ سچ بولتے ہیں' دوسروں کا بوجھ اٹھاتے ہیں' مہمان نوازی کرتے ہیں اور مصیبت زدہ کی مدد کرتے

ہیں۔

اپنی ہمدرد اور غمگسار رفیقۂ حیات کی زبان سے یہ باتیں سن کر آپ کے دل کو اطمینان ہوا تو سیدہ خدیجہؓ آپ کو اپنے ساتھ لے کر اپنے چچازاد بھائی ورقہ بن نوفل کے پاس گئیں۔ یہ ماجرا ان سے کہہ سنایا تو اس نے ساری داستان بڑے غور سے سنی اور یہ جواب دیا:

غار حرا میں بغل گیر ہونے والا تو وہی مقدس پیغام رساں ہے جو وحی لے کر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس آیا کرتا تھا۔ کاش اس وقت میری زندگی ہو جب قوم انہیں وطن سے نکال دے گی۔

آپ نے تعجب سے پوچھا کیا واقعی میری قوم مجھے اپنے وطن سے نکال دے گی؟
اس نے یقین بھرے انداز سے کہا: ہاں! تاریخ گواہ ہے آپ جیسی ذمے داری جس کو بھی سونپی گئی اس کی قوم نے اس کے ساتھ یہی سلوک کیا۔ اگر میں زندہ رہا تو اس وقت آپ کی بھرپور مدد کروں گا۔

تورات و انجیل کے ماہر ورقہ بن نوفل نے اس موقع پر سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کو مخاطب کرتے ہوئے یہ اشعار پڑھے۔

فان یک حقا یا خدیجۃ فاعلمی
حدیثک ایانا فاحمد مرسل
و جبریل یاتیہ و میکال معهما
من اللہ روح یشرح الصدر منزل

"اے خدیجہؓ جو آپ نے میرے ساتھ بات کی ہے اگر یہ حقیقت ہے تو خوب اچھی طرح جان لیجئے کہ یہ قاصد بے شک اللہ کا پیغمبر ہے۔ جبریل علیہ السلام اس کے پاس آتے ہیں اور ساتھ میکائیل فرشتہ بھی ہوتا ہے ان کو اللہ کی جانب سے روح الامین بنا کر اتارا جاتا ہے جو آپ کے لئے شرح صدر کا باعث بنتا ہے۔"

سیدہ خدیجۃ الکبریٰ کے لخت جگر قاسم اور عبداللہ تو بچپن میں ہی اللہ کو پیارے ہو گئے۔ اپنی لاڈلی بیٹی رقیہ زوجہ عثمان غنیؓ کو حبشہ کی ہجرت کے لئے دل پر پتھر رکھ کر رخصت کیا کیونکہ کفار کی طرف سے اذیت ناک تکالیف سے دوچار ہونا پڑتا۔ جب کفار مکہ نے دیکھا کہ ہمارا کوئی حربہ کارگر ثابت نہیں ہو رہا' اسلام کی شہرت روز بروز بڑھتی جا رہی ہے تو انہوں نے باہمی مشورے سے رسول اکرم ﷺ کے قبیلے بنو ہاشم کے ساتھ مکمل سیاسی و اقتصادی بائیکاٹ کا فیصلہ کر لیا جسے تاریخ میں محاصرۂ شعب ابی طالب کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ سیدہ طاہرہ خدیجۃ الکبریٰ نے جس کی پوری زندگی ناز و نعم میں گذری تھی شعب ابی طالب میں نہایت صبر و استقلال کے ساتھ تمام اقتصادی مشکلات و مصائب کا خندہ پیشانی سے مقابلہ کیا۔ یہ المناک واقعہ نبوت کے ساتویں سال پیش آیا۔ محاصرہ اتنا شدید تھا کہ بچے بھوک اور پیاس کی بنا پر بلبلا اٹھے اور بڑوں کو درختوں کے پتے کھا کر گذارا کرنا پڑا۔ لیکن یہ ساری اندوہناک تکالیف جان نثاران اسلام کو اللہ کی راہ سے ہٹانے کا باعث نہ بن سکیں بلکہ فرزندان اسلام اس بھٹی سے کندن بن کر نکلے۔

***

سیدہ طاہرہ خدیجۃ الکبریٰ کے اوصاف حمیدہ اور اخلاق حسنہ اللہ تعالیٰ کو اس قدر پسند آئے کہ حضرت جبریل علیہ السلام کو آسمان سے بطور خاص سلام کہنے کے لئے بھیجا۔ صحیح بخاری میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا: میرے پاس جبریل علیہ السلام آئے اور مجھے بتلایا کہ خدیجہؓ برتن اٹھائے آ رہی ہے۔ اس میں کچھ کھانے پینے کا سامان ہے۔ جب وہ آپ کے پاس آئے تو اسے اللہ رب العزت کا اور میرا سلام کہنا اور اسے جنت میں ایک ایسے گھر کی بشارت دینا جو ہیرے کا بنا ہوا ہوگا اور اس پر یاقوت سے میناکاری کی گئی ہوگی نہ اس میں کوئی شور و غوغا ہوگا اور نہ ہی کوئی محنت مشقت ہوگی۔

***

سیدہ طاہرہ خدیجۃ الکبریٰ کے بطن سے رسول اکرم ﷺ کے دو بیٹے اور چار بیٹیاں پیدا ہوئیں پہلے بیٹے کا نام قاسم رکھا گیا اور اسی مناسبت سے آپ نے اپنی کنیت ابوالقاسم رکھی۔ دوسرے بیٹے کا نام عبداللہ رکھا اور اسے طیب اور طاہر کے لقب سے بھی پکارا جاتا تھا۔ دونوں بیٹے بچپن ہی میں فوت ہو گئے۔ دوسرے بیٹے کی وفات پر جب کفار نے یہ کہنا شروع کر دیا کہ اب محمد (ﷺ) کا کوئی نام لیوا نہیں رہا تو اللہ رب العزت نے سورہ کوثر نازل کر دی۔ تیسرا بیٹا ابراہیم ماریہ قبطیہ کے بطن سے پیدا ہوا۔ اس کی ابھی مدت رضاعت ختم نہیں ہوئی تھی کہ حوران جنت الفردوس کا جھولا جھولنے کے لئے راہیٔ ملک عدم ہو گئے۔ نبی اکرم ﷺ نے جب اسے آخری وقت میں دیکھا تو سانس اکھڑ چکا تھا۔ آپ نے گود میں اٹھایا اور زبان مبارک سے ارشاد فرمایا:

«يَا إِبْرَاهِيمُ لَا نُغْنِي عَنْكَ مِنَ اللّٰهِ شَيْئًا»

"اے ابراہیم حکم الٰہی کے سامنے ہم تیرے کسی کام نہیں آ سکتے۔"

پھر ارشاد فرمایا:

«لَوْلَا أَنَّهُ أَمْرٌ حَقٌّ وَ وَعْدٌ صِدْقٌ وَ أَنَّ آخِرَنَا سَيَلْحَقُ أَوَّلَنَا لَحَزِنَّا عَلَيْكَ حُزْنًا هُوَ أَشَدُّ مِنْ هٰذَا وَ إِنَّا بِكَ يَا إِبْرَاهِيمُ لَمَحْزُونُونَ تَبْكِي الْعَيْنُ وَ يَحْزَنُ الْقَلْبُ وَلَا نَقُولُ مَا يُسْخِطُ الرَّبَّ»

"ہم جانتے ہیں کہ موت امر حق اور وعدہ صدق ہے، ہم جانتے ہیں کہ پیچھے رہ جانے والے بھی پہلے جانے والوں کے ساتھ جا ملیں گے اگر ایسا نہ ہوتا تو جب ہم ابراہیم کا غم اس سے زیادہ کرتے۔ آنکھ روتی ہے دل غمگین ہے مگر ہم کوئی بات ایسی نہ کہیں گے جو رب تعالیٰ کو ناپسند ہو۔"

جس روز ننھے ابراہیم کا انتقال ہوا اسی روز سورج گرہن بھی ہوا۔ قدیم عرب کا اعتقاد تھا کہ سورج یا چاند کسی بڑے آدمی کی موت سے گرہن زدہ ہوتے ہیں۔ بعض مسلمانوں نے بھی کہنا شروع کر دیا کہ آج سورج ابراہیم کی موت کی وجہ سے گہنایا ہے۔ یہ بات سن کر رسول اکرم ﷺ نے خطبہ ارشاد فرمایا:

«إِنَّ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ لَا يَخْسِفَانِ لِمَوْتِ أَحَدٍ مِنَ النَّاسِ وَلَكِنَّهُمَا آيَتَانِ مِنْ آيَاتِ اللَّهِ فَإِذَا رَأَيْتُمُوهَا فَصَلُّوا»

"سورج اور چاند کسی بھی انسان کی موت سے نہیں گہناتے۔ وہ اللہ کی نشانیوں میں سے دو نشانیاں ہیں۔ جب تم گرہن دیکھو تو نماز پڑھا کرو۔"

رسول اقدس ﷺ کی چاروں بیٹیاں زینب' رقیہ' ام کلثوم اور فاطمہ جوان ہوئیں۔ سب نے اسلام قبول کیا' ہجرت کی سعادت حاصل کی۔ سیدہ زینب کی شادی ابو العاص بن ربیع رضی اللہ عنہ سے ہوئی' سیدہ رقیہ کی شادی سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہوئی۔ یہ فوت ہو گئیں تو سیدہ ام کلثوم کا نکاح حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ساتھ کر دیا گیا۔ اسی بنا پر آپ کو ذوالنورین کے لقب سے پکارا جاتا ہے۔ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی شادی سیدنا علیؓ بن ابی طالب کے ساتھ کی گئی۔

تین بیٹیاں رسول اللہ ﷺ کی زندگی میں فوت ہوئیں لیکن سیدہ فاطمۃ الزہراء آپ کی وفات کے چھ ماہ بعد راہی ملک عدم ہوئیں۔

﴿إِنَّا لِلَّهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ﴾

سیدہ طاہرہ خدیجۃ الکبریٰؓ نے تمام بچوں کی پرورش' دیکھ بھال اور تربیت میں بڑا اہتمام کیا اور جس گھر میں ان قدسی صفات بچوں کی تعلیم و تربیت کا اہتمام کیا گیا اسے عظمت' رفعت اور برکت کے چاند لگ گئے کیونکہ طویل عرصے تک رسول اللہ ﷺ نے اس گھر میں قیام کیا۔ اس گھر میں وحی کے ذریعے قرآن نازل ہوتا رہا۔ سید المرسلینؐ شفیع المذنبین' خاتم النبیین ہجرت تک اسی گھر میں رہائش پذیر رہے۔ یہ عظیم الشان گھر اللہ تعالیٰ کی رحمتوں کے نزول کا مرکز بن گیا۔ ہجرت کے بعد اس گھر میں حضرت علی المرتضیٰ کے بھائی حضرت عقیل بن ابی طالب رہائش پذیر ہوئے۔ ان سے یہ گھر کاتب وحی امیر معاویہ بن ابی سفیانؓ نے اپنے دور حکومت میں خرید کر وہاں مسجد تعمیر کروا دی۔ سبحان اللہ! سیدہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے گھر کو اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے ایسا شرف قبولیت بخشا کہ قیامت تک کے لئے اسے سجدہ گاہ خلائق بنا دیا۔

سیدہ طاہرہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا نبی اقدس ﷺ کے ساتھ دو رکعت نماز صبح اور دو رکعت شام پڑھا کرتی تھیں- یہ اس وقت کا واقعہ ہے جب ابھی نماز فرض نہیں ہوئی تھی لیکن ایمان لانے کے بعد طبیعت عبادت الٰہی اور ذکر و فکر کی طرف راغب تھی- اس میں انہیں روحانی لذت محسوس ہوتی- اشعث بن قیس کے بھائی عفیف الکندی بیان کرتے ہیں کہ عباس بن عبدالمطلب میرے گہرے دوست تھے کیونکہ وہ اکثر و بیشتر عطریات خریدنے کے لئے یمن میرے پاس آیا کرتے تھے- ایک روز ہم منیٰ کے میدان میں کھڑے تھے کہ ایک خوبصورت جوان وہاں آیا- اس نے خوب تسلی کے ساتھ ہاتھ پاؤں دھوئے اور سینے پر ہاتھ باندھ کر کھڑا ہو گیا- پھر ایک باوقار عورت آئی اس نے بھی ایسے ہی کیا' پھر ایک خوبصورت ہونہار چھوٹی عمر کا لڑکا آیا وہ بھی ان کے ساتھ شامل ہو گیا- میں نے عباس سے پوچھا جی یہ کیا کر رہے ہیں' یہ کون سا نیا ورزش کا طریقہ ایجاد کر لیا ہے؟

اس نے کہا: یہ نوجوان میرے بھائی عبداللہ کا بیٹا محمد (ﷺ) ہے- اس نے ایک نئے دین کا اعلان کیا ہے- اس نے نبی ہونے کا دعویٰ کیا ہے اور یہ اس وقت اللہ کی عبادت کر رہے ہیں- یہ عورت اس کی بیوی خدیجہؓ ہے- جو سلیقہ شعار' دولتمند اور انتہائی دانشور ہے- اس نے نئے دین کو قبول کر لیا ہے' اور یہ بچہ میرے بھائی ابوطالب کا بیٹا علیؓ ہے- کچھ عرصے بعد حضرت عباس بن عبدالمطلب کا یہ یمنی دوست مسلمان ہو گیا تو افسوس کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگا کاش اس روز نماز میں شریک ہونے والا چوتھا فرد میں ہوتا- اس سعادت سے محرومی کا مجھے زندگی بھر افسوس رہے گا- کسی نے کیا خوب کہا ہے:

اذا خلت الهداية قلبا

نشطت في العبادة اعضاء

جب کسی دل میں رشد و ہدایت آتی ہے

تو دوسرے اعضاء عبادت میں چُست ہو جاتے ہیں

(بحوالہ عیون الاثر ۱۱۹/۱ مجمع الزوائد ۹/۲۲۲ طبقات ابن سعد: ۸/۱۷)

سیدہ طاہرہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا ہجرت سے تین سال پہلے پینسٹھ سال کی عمر میں داعی اجل کو لبیک کہتے ہوئے جنت الفردوس کے سفر پر روانہ ہو گئیں۔

﴿اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ﴾

وفات سے چند لمحات پہلے رسول اللہ ﷺ نے سیدہ خدیجہؓ کو نزع کی حالت میں دیکھتے ہوئے ارشاد فرمایا: آپ جس چیز کو ناپسند کر رہی ہیں اللہ تعالیٰ نے آپ کے لئے اس میں خیر و برکت کے خزانے رکھے ہوئے ہیں۔ یہ سن کر ان کی آنکھوں میں مسرت و شادمانی کی چمک پیدا ہو گئی۔ زندگی کے آخری لمحات میں سیدہ خدیجہؓ کی نگاہیں رسول اقدس ﷺ کے چہرہ اقدس پر گڑی ہوئی تھیں کہ ان کی پاکیزہ روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی۔ مکہ معظمہ کی بالائی جانب مقام حجون میں ان کی قبر تیار کی گئی۔ رسول اللہ ﷺ بذات خود قبر میں اترے' رفیقہ حیات کے جسد اطہر کو اپنے ہاتھوں سے لحد میں اتارا۔

اس سال آپ کو دو صدمے پے در پے برداشت کرنا پڑے۔ پہلے آپ کے غمگسار چچا کا سانحہ ارتحال پیش آیا اور پھر سیدہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا راہیٔ ملک عدم ہوئیں۔ اس لئے اس سال کو عام الحزن یعنی سال غم قرار دیا گیا۔ غم کی شدت محض دو محسنوں کے یکے بعد دیگرے داغ مفارقت دے جانے کی بنا پر ہی نہیں تھی بلکہ آپ کو دراصل زیادہ صدمہ اس بنا پر ہوا کہ دونوں ہستیوں کے دنیا سے کوچ کر جانے سے دعوت و رشد کے کام میں مشکلات و مصائب میں اضافہ ہونے لگا۔ چچا نے اپنے اثر و رسوخ کو بروئے کار لاتے ہوئے ہر مشکل وقت میں آگے بڑھ کر آپ کا دفاع کیا اور رفیقہ حیات سیدہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا نے اپنے مال و دولت' وفا شعاری و خدمت گذاری سے آپ کے دل کو تسلی دی۔ اس بنا پر سرور عالم ﷺ نے ان کی وفات کو شدت سے محسوس کیا۔ سیدہ خدیجہؓ کی وفات کے بعد آپ کی طبیعت

بجھی بجھی سی رہنے لگی۔ خولہ بنت حکیم ایک روز تعزیت کے لئے آئی' افسوس کا اظہار کرتے ہوئے کہا: سیدہ خدیجہؓ کے دنیا سے رخصت ہو جانے سے آپ بڑے غمگین دکھائی دیتے ہیں آپ نے فرمایا کیوں نہیں وہ میرے بچوں کی شفیق ماں تھی' میری غمگسار اور رازداں تھی۔ اس نے مشکل وقت میں میرا ساتھ دیا۔ میری رفاقت میں آکر وہ دنیا کی ہر چیز کو بھول گئی تھی' اس نے محبت وفاداری اور سلیقہ مندی کا حق ادا کر دیا۔ مجھے وہ بھلا کیوں نہ یاد آئے۔ میں اسے کس طرح بھول سکتا ہوں!

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

((كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أُتِيَ بِالشَّيْءِ يَقُوْلُ اذْهَبُوْا بِهِ إِلَى بَيْتِ فُلَانَةٍ فَإِنَّهَا كَانَتْ صَدِيْقَةً لِخَدِيْجَةَ))

"رسول اللہ ﷺ کے پاس جب کوئی چیز لائی جاتی تو آپ فرماتے کہ یہ چیز فلاں عورت کے گھر پہنچا دو وہ خدیجہؓ کی سہیلی تھی۔"

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

((مَا غِرْتُ مِنِ امْرَأَةٍ مَا غِرْتُ مِنْ خَدِيْجَةَ مِنْ ذِكْرِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَهَا))

"میں کسی عورت سے اتنی جز بز نہ ہوتی جتنی خدیجہؓ سے کیونکہ نبی اکرم ﷺ کثرت کے ساتھ اس کا تذکرہ کرتے جو نسوانی غیرت کا باعث بنتا۔"

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

((إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا ذَبَحَ الشَّاةَ قَالَ أَرْسِلُوْهَا أَصْدِقَاءَ خَدِيْجَةَ فَذَكَرْتُ لَهُ يَوْمًا فَقَالَ إِنِّي لَأُحِبُّ حَبِيْبَهَا وَفِي رِوَايَةٍ إِنِّي رُزِقْتُ حُبَّهَا))

"نبی اقدس ﷺ جب کبھی بکری ذبح کرتے۔ تو فرماتے کہ گوشت خدیجہ کی سہیلیوں کے گھر پہنچا دو۔ میں نے ایک روز آپ کے سامنے اس رویے کا

تذکرہ کیا تو آپ نے فرمایا: جس سے خدیجہؓ کو تعلق خاطر تھا میں بھی انہیں قدر کی نگاہ سے دیکھتا ہوں۔ میرے دل میں خدیجہؓ کی محبت گھر کر چکی ہے۔“

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب بھی سیدہ خدیجہؓ کا تذکرہ کرتے تو دیر تک اس کی تعریف میں رطب اللسان رہتے۔ اس کے لئے بخشش کی دعائیں کرتے۔ ایک روز جب آپ نے میرے سامنے تذکرہ کیا تو مجھ سے نہ رہا گیا۔ مجھے غیرت آئی اور میں نے آپ کے سامنے کہا: آپ کیا آئے دن اس بوڑھی عورت کا ذکر چھیڑ بیٹھتے ہیں حالانکہ اللہ نے آپ کو اس سے بہتر بیویاں عنایت کی ہیں۔

میں نے رسول اللہ ﷺ کے چہرۂ انور کی طرف دیکھا کہ غصے سے سرخ ہو چکا ہے۔ یہ صورت حال دیکھ کر میرے ہاتھوں کے طوطے اڑ گئے۔ میں نے اپنے دل میں یہ دعا کی:

”الٰہی اگر تیرے رسول مقبول علیہ السلام کا غصہ کافور ہو گیا تو میں آئندہ آپ کے سامنے اس طرح کبھی بات نہیں کروں گی۔“

رسول اللہ ﷺ نے جب میرے اضطراب اور بے چینی کا مشاہدہ کیا تو شفقت بھرے انداز میں کہنے لگے عائشہ تم نے یہ بات کیسے کہہ دی؟

((واللہ لقد آمنت بی اذ کفر بی الناس و اوتنی اذ رفضنی الناس و صدقتنی اذ کذبنی الناس))

”اللہ کی قسم وہ مجھ پر اس وقت ایمان لائی جب لوگوں نے میرا انکار کیا اس نے مجھے جگہ دی جب لوگوں نے مجھے چھوڑ دیا اور اس نے میری تصدیق کی جب لوگوں نے مجھے جھٹلایا۔“

٭٭٭

اسی طرح کی خواتین کا کردار دیکھ کر ایک شاعر نے کیا خوب کہا ہے ؎

وَلَوْ كَانَ النِّسَاءُ كَمَا فَقَدْنَا
لَفُضِّلَتِ النِّسَاءُ عَلَى الرِّجَالِ

"اگر عورتیں ایسی ہی ہوں جیسی آج ہم کھو بیٹھے ہیں تو ایسی عورتوں کو مردوں پر فوقیت دے دی جاتی۔"

خاتونِ جنت سیدہ' طاہرہ' خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا اپنی عمر کی پینسٹھ بہاریں دیکھ کر سید المرسلین کی رفاقت میں چوبیس سال کچھ ماہ گذار کر اللہ کو پیاری ہو گئیں۔

اللہ ان سے راضی اور وہ اپنے اللہ سے راضی

❋ ❋ ❋

سیدہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے مفصل حالاتِ زندگی معلوم کرنے کے لئے درج ذیل کتابوں کا مطالعہ کیجئے۔

١ - فتح الباری ١٦٧/٧
٢ - مجمع الزوائد ٢١٨/٩
٣ - المحبر ٧٨
٤ - جمهرة ابن حزم ٢١٠
٥ - اسد الغابة ٧٩/٧
٦ - تاريخ طبرى ١٦١/٣
٧ - الروض الأنف ٢١٣/١
٨ - مسند امام احمد ٣١٢/١
٩ - البداية والنهاية ٢٥٥/٥
١٠ - تاريخ دمشق ١٥٧-١٥٦
١١ - المعجم الكبير ٤٥١/٢٢

۱۲-الاستیعاب　　۱۸۱/۴

۱۳-تجرید اسماء الصحابہ　۲۶۲/۲

۱۴-تہذیب الاسماء واللغات ۳۴۱/۲

۱۵-سیرت ابن ہشام　　۲۴۰/۱

۱۶- صحیح البخاری　　(مناقب الأنصارباب تزویج النبی خدیجۃ و فضلہا)

۱۷-صحیح مسلم　　(باب فضائل خدیجۃ)

۱۸- زاد المعاد　　۱۰۵/۱

ام المؤمنین سیدۃ عائشہ صدّیقہ رضی اللہ عنہا

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جبریل علیہ السلام میری تصویر سبز ریشم کے غلاف میں لپیٹ کر سید المرسلین ﷺ کے پاس خواب میں لائے اور فرمایا: "یہ آپ کی دنیا و آخرت میں بیوی ہے۔" (ترمذی باب المناقب)

(یاد رہے نبی کا خواب بمنزلہ وحی ہوتا ہے)

ہمدم سید المرسلین' جگر گوشہ خلیفۃ المسلمین' شمع کاشانہ نبوت' آفتاب رسالت کی کرن' گلستان نبوت کی مہک' گنجینہ رسالت کا انمول ہیرا' مہر و وفا اور صدق و صفا کی دل کش تصویر جس کی شان میں قرآنی آیات نازل ہوئیں' جس کو حرم نبوی میں لانے کا اہتمام آسمانوں پر کیا گیا' جس کی تصویر ریشم کے غلاف میں لپیٹ کر حضرت جبریل علیہ السلام کے ذریعے دربار رسالت میں پیش کی گئی' جس کے گھر کو عزت و احترام کے ساتھ فرشتوں کے جھرمٹ نے اپنی لپیٹ میں لیا' جہاں جبریل علیہ السلام آسمان سے وحی لے کر نازل ہوتے رہے' جس کی گود میں سر رکھے رسول اقدس ﷺ نے داعی اجل کو لبیک کہا' جسے تعلیمات نبوی پر عبور حاصل تھا' جسے دین و دانش کے اعتبار سے پوری امت میں ممتاز مقام پر فائز ہونے کا اعزاز حاصل تھا' جسے پوری زندگی دینی مسائل کے حوالے سے مرجع خلائق کا درجہ حاصل رہا' جسے اپنی زندگی میں لسان رسالت سے جنت کی بشارت ملی' امت کی ایسی ہمدرد' شفیق اور غمگسار ماں جس کے پاس جو بھی آیا جھولیاں بھر کر گیا' جسے ازواج مطہرات میں ایک بلند اور قابل رشک مقام حاصل تھا' جس کی جود و سخا اور علم و تقویٰ کے چرچے عام تھے' جس کی خدمت اقدس میں حضرت جبریل علیہ السلام نے بطور خاص سلام پیش کیا' جس کے حجرے میں رسول اقدس ﷺ کے جسد اطہر کو سپرد خاک کیا گیا' جہاں ہر دم رحمتوں کا نزول ہوتا ہے' جہاں لحہ بہ لحہ رسول اکرم ﷺ پر درود و سلام کے پھول نچھاور کئے جاتے ہیں' جسے تاریخ میں سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے نام سے یاد کیا جاتا ہے- جو فقاہت' ثقاہت اور امانت و دیانت کے اعلیٰ معیار پر فائز تھیں- آیئے اس خاتون جنت کی حیات طیبہ کے قابل رشک کردار کو اپنے لئے مشعل راہ بنائیں-

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ مجھے تو خوبیاں ایسی عطا کی گئیں جو مریم بنت عمران کے علاوہ کائنات کی کسی اور خاتون کو نہیں دی گئیں۔

(۱) "جبریل علیہ السلام نے میری تصویر سبز ریشم کے غلاف میں لپیٹ کر کہا یہ دنیا و آخرت میں آپ کی رفیقۂ حیات ہے۔"

(۲) "میرے سوا کوئی اور کنواری بیوی سید المرسلین ﷺ کے حبالۂ عقد میں نہ تھی۔"

(۳) "جب آپ کی پاکیزہ روح قفسِ عنصری سے پرواز ہوئی آپ کا مبارک سر میری گود میں تھا اور میرے حجرے میں ہی آپ کا جسدِ مبارک دفن کیا گیا۔"

(۴) "بسا اوقات فرشتوں نے میرے گھر کو عزت و احترام کے ساتھ اپنے گھیرے میں لیا۔"

(۵) "بعض اوقات وحی ایسے وقت میں نازل ہوتی جب کہ میں آپ کے پاس محو استراحت ہوتی۔"

(۶) "میں رسول اللہ ﷺ کے خلیفہ اور صدیق کی بیٹی ہوں۔"

(۷) "آسمان سے میری برأت میں قرآنی آیات نازل کی گئیں۔"

(۸) "میری پیدائش پاکیزہ ماحول میں ہوئی اور پاکیزہ سیرت ذاتِ اقدس سید المرسلین کے ساتھ زندگی بسر کرنے کی سعادت حاصل ہوئی۔"

(۹) "مجھے اللہ رب العزت کی جانب سے مغفرت اور رزقِ کریم کا اعزاز حاصل ہے۔"

(بحوالہ مسند ابی یعلیٰ [illegible] مجمع الزوائد [illegible] سیر اعلام النبلاء [illegible])

٭٭٭

ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نجیب الطرفین تھیں۔ جس گھر میں آنکھ کھولی، ہوش سنبھالا اور پرورش پائی وہ اسلام کا گہوارہ تھا۔ باپ ایسی عظیم المرتبت

ہستی جس کی محبوب کبریا علیہ الصلاۃ والسلام کے ساتھ رفاقت کا تذکرہ قرآن حکیم کے نورانی الفاظ ﴿ثَانِيَ اثْنَيْنِ إِذْ هُمَا فِي الْغَارِ إِذْ يَقُولُ لِصَاحِبِهِ لَا تَحْزَنْ إِنَّ اللَّهَ مَعَنَا﴾ میں کیا گیا۔ جس کے تقویٰ وطہارت اور جود وسخا کا تذکرہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ﴿وَسَيُجَنَّبُهَا الْأَتْقَى الَّذِي يُؤْتِي مَالَهُ يَتَزَكَّى﴾ میں کیا جسے سید المرسلین کے پہلو میں دفن ہونے کا شرف حاصل ہے۔ جو قیامت کے دن آپ کے ساتھ اٹھیں گے اور آپ کے ساتھ ہی جنت میں داخل ہوں گے۔ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی والدہ ماجدہ ام رومان بنت عامر وہ قابل ستائش خاتون جنت ہے جس کے متعلق رسول اقدس ﷺ نے اسے دیکھتے ہوئے ارشاد فرمایا:

((مَنْ سَرَّهُ أَنْ يَنْظُرَ إِلَى امْرَأَةٍ مِنَ الْحُورِ الْعِينِ فَلْيَنْظُرْ إِلَى أُمِّ رُوْمَانَ))

”جسے کسی ایسی خاتون کو دیکھنا پسند ہے جو جنت کی حور ہو وہ ام رومان کو دیکھ لے۔“

سیدہ ام رومان کا پہلا نکاح عبداللہ ازدی سے ہوا۔ اس کی وفات کے بعد سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے ساتھ شادی ہوئی۔ آپ کے ہاں نرینہ اولاد عبدالرحمن پیدا ہوئے۔ سیدہ عائشہ نے نبوت کے پانچویں سال ماہ شوال میں بمطابق جولائی ۶۱۴ء میں جنم لیا۔ ہجرت سے ۳ برس پہلے سید المرسلین علیہ الصلاۃ والسلام سے شادی ہوئی۔ ۹ برس کی عمر میں رخصتی ہوئی اور ۱۸ برس کی عمر میں ربیع الاول ۱۱ ہجری کو بیوہ ہو گئیں۔

بچپن میں گڑیاں کھیلنا اور جھولا جھولنا پسندیدہ کھیل تھے۔ ایک روز سیدہ عائشہ صدیقہ گڑیوں کے ساتھ کھیل میں مشغول تھیں کہ رسول اللہ ﷺ تشریف لے آئے۔ گڑیوں میں ایک پروں والا گھوڑا بھی تھا فرمایا: عائشہ یہ کیا ہے؟ عرض کی یہ گھوڑا ہے! آپ نے فرمایا گھوڑے کے تو پر نہیں ہوتے۔ برجستہ کہا۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کے پاس پروں والے گھوڑے تھے۔ یہ جواب سن کر آپ بے ساختہ

مسکرائے۔ اس واقعے سے سیدہ عائشہ صدیقہ کی فطری حاضر جوابی' مذہبی واقفیت' تاریخی معلومات' ذکاوتِ ذہنی اور زود فہمی کا اندازہ ہوتا ہے۔ حافظہ اس قدر تیز تھا کہ جو بات ایک دفعہ سن لیتیں وہ مدتوں آپ کو یاد رہتی۔ ہجرت کے وقت آپ کی عمر آٹھ برس تھی' لیکن قوت حافظہ کا یہ عالم تھا کہ ہجرت کی تمام جزئیات تک آپ کے ذہن پر نقش تھیں۔

عمر کی ابھی تو بہاریں ہی دیکھی تھیں کہ کاشانۂ نبوت میں شمعِ فروزاں بن کر جلوہ نما ہوئیں۔ جب رسولِ اقدس ﷺ کے گھر میں خوشیوں کی بہار بن کر آئیں آپ ان دنوں تنہائی کے اضطراب' مصائب کے ہجوم اور ستم گاریوں کے تلاطم میں ہمدرد و غمگسار رفیقۂ حیات سیدہ خدیجۃ الکبریٰ کی وفات کے غم میں جبھی اکتاہٹ میں مبتلا تھے۔ ایک روز عثمان بن مظعون کی بیوی خولہ بنت حکیمؓ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کی یارسول اللہ ﷺ آپ دوسری شادی کیوں نہیں کر لیتے؟ آپ نے دریافت فرمایا: کس سے! عرض کی بیوہ اور کنواری دونوں طرح کی لڑکیاں موجود ہیں۔ پوچھا کون؟ عرض کی سودہ بنت زمعہ اور عائشہ بنتِ ابی بکرؓ۔ فرمایا: ٹھیک ہے بات کر کے دیکھ لو۔ بات ہوئی' صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے رضامندی کا اظہار کر دیا۔ اس طرح سیدہ عائشہ صدیقہؓ کاشانۂ نبوت کے آنگن میں قدم رنجہ ہوئیں اور سودہ بنت زمعہ کو بھی ام المومنین بننے کا عظیم شرف حاصل ہوا۔ سید المرسلین ﷺ کو اپنی رفیقۂ حیات عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے بہت پیار تھا۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، کہ ایک مرتبہ سید المرسلین ﷺ سے دریافت کیا گیا کہ آپ کو سب سے زیادہ کون پسند ہے؟ فرمایا عائشہ۔ دریافت کیا گیا مردوں میں سے؟ فرمایا اس کا والد۔

حضرت عائشہؓ جس گھر میں رخصت ہو کر آئی تھیں وہ کوئی عالی شان محل نہ تھا بلکہ بنی نجار کے محلے میں مسجد نبوی کے چاروں طرف چھوٹے چھوٹے چند حجرے بنا دیے گئے تھے' انہیں میں سے ایک حجرہ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا مسکن تھا۔

یہ مسجد کے شرقی جانب واقع تھا۔ حجرے کی وسعت چھ سات ہاتھ سے زیادہ نہ تھی' دیواریں مٹی کی بنی ہوئی تھیں اور چھت کھجور کی ٹہنیوں اور پتوں سے بنائی گئی تھی' بارش کے اثرات سے محفوظ رکھنے کے لئے اوپر کمبل ڈال دیا گیا تھا۔ بلند اتنا کہ کوئی کھڑا ہو کر ہاتھ اونچا کرے تو چھت کو لگ جائے۔ دروازہ صرف ایک پٹ کا کواڑ تھا لیکن وہ کبھی بند نہ ہوا۔ پردے کے لئے صرف ایک کمبل لٹکا دیا گیا تھا۔ حجرے سے متصل ایک بالا خانہ تھا جس میں آپ نے ازواج مطہرات ؓ سے بائیکاٹ کر کے ایک مہینہ گذارا تھا۔ ایک چٹائی' ایک بستر' ایک چھال بھرا تکیہ' کھجوریں رکھنے کے لئے برتن' پانی رکھنے کے لئے ایک مشکیزہ اور پانی پینے کے لئے صرف ایک پیالہ تھا۔ یہ گھر اگرچہ روحانی دولت سے مالا مال تھا لیکن دنیاوی مال و متاع سے اکثر خالی رہتا۔ دراصل مالی وسائل کی کمی خود سید المرسلین ﷺ کو دلی طور پر مرغوب تھی اور آپ اس کے لئے گاہے بگاہے دعا بھی فرمایا کرتے تھے۔ آپ کی اکثر و بیشتر یہ دعا ہوتی:

"الٰہی مجھے مسکین زندہ رکھ اور حالتِ مسکینی ہی میں اپنے پاس بلا لینا اور مسکینوں کے ساتھ ہی قیامت کو اٹھانا۔"

سید المرسلین ﷺ کے گھر کے انتظامات سیدنا بلال رضی اللہ عنہ کے سپرد تھے' وہی تمام حجروں میں سال بھر کا غلہ تقسیم کرتے۔ بسا اوقات گھریلو ضروریات پوری کرنے کے لئے باہر سے قرض بھی لینا پڑتا۔ جب رسول اللہ ﷺ کا سانحہ ارتحال پیش آیا تو پورا عرب مسخر ہو چکا تھا۔ تمام صوبوں سے مرکزی بیت المال میں وافر مقدار میں نقدی اور غلہ جمع ہونے لگا' لیکن جس دن آپ نے وفات پائی سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر پورے ایک دن کے گذارے کا سامان بھی نہ تھا' اس کیفیت کو آپ نے عمر بھر بدستور قائم رکھا۔ آسودگی کے ایام میں بے شمار مال آیا۔ لیکن شام سے پہلے فقراء و مساکین میں تقسیم کر دیا جاتا۔ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے اخلاق کا سب سے ممتاز پہلو ان کی طبعی فیاضی اور کشادہ دستی تھا۔ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضرت عائشہؓ اور حضرت اسماءؓ دونوں بہنیں بہت فیاض' کشادہ دل اور

تی تھیں۔ جو کچھ ہاتھ آتا اللہ کی راہ میں خرچ کر دیتیں۔ دونوں میں فرق صرف یہ تھا' حضرت عائشہ ذرا ذرا جوڑ کر جمع کر لیا کرتیں۔ جب کچھ رقم اکٹھی ہو جاتی تو اللہ کی راہ میں خرچ کر دیتیں' اور حضرت اسماءؓ کی عادت یہ تھی جو چیز جب بھی ہاتھ لگی اسی وقت اللہ کی راہ میں خرچ کر دی۔ یہ مساکین اور ضرورت مندوں کی مدد کے لئے بے دریغ قرض بھی لے لیا کرتی تھیں۔ جب آپ سے پوچھا گیا کہ آپ لوگوں کی مدد کے لئے قرض کیوں لیتی ہیں؟ فرمایا: جس شخص کی قرض ادا کرنے کی نیت ہوتی ہے اللہ اس کی مدد فرماتا ہے۔ میں اللہ تعالیٰ کی اس اعانت اور مدد کو ڈھونڈتی ہوں۔

حضرت عروہ فرماتے ہیں کہ ایک روز حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ایک ہی مجلس میں ستر ہزار درہم اللہ کی راہ میں تقسیم کر دیئے اور اپنا وہ کپڑا سب کے سامنے جھاڑ دیا جس میں درہم بندھے ہوئے تھے۔ ایک دفعہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے شام سے ایک لاکھ درہم بھیجے۔ رات سے پہلے سب کے سب اللہ کی راہ میں خرچ کر دیئے۔ اس دن حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا روزہ تھا۔ خادمہ نے کہا اس میں سے کچھ افطاری کے لئے رکھ لیا ہوتا۔ فرمایا: تم نے مجھے پہلے یاد کرا دیا ہوتا۔ اسی طرح حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نے ایک لاکھ درہم حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں بھیجے' آپ نے وہ بھی اسی وقت اللہ کی راہ میں تقسیم کر دیئے۔

ایک دن سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا روزہ تھا' ایک مانگنے والی نے کھانے کے لئے کچھ مانگا۔ آپ نے خادمہ کو حکم دیا گھر میں جو روٹی ہے اس کو دے دو۔ اس نے عرض کی شام افطاری کے لئے اس کے سوا گھر میں کچھ نہیں۔ آپ نے تلخ لہجے میں ارشاد فرمایا: یہ تو اسے کھانے کے لئے دے دو' شام آئی تو دیکھا جائے گا۔ شام ہونے سے پہلے کسی نے پکا ہوا گوشت بطور تحفہ دیا۔ خادمہ سے فرمایا: دیکھو یہ تمہاری روٹی سے بہتر اللہ تعالیٰ نے انتظام کر دیا ہے۔ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے اپنا ایک رہائشی مکان امیر معاویہ کو فروخت کر دیا۔ اس کی جو قیمت ملی تمام کی تمام اللہ کی راہ میں خرچ کر دی۔

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو اپنے بھانجے حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کے ساتھ بہت لاڈ پیار تھا۔ یہ بھی اپنی خالہ کی خلوص دل اور بڑے شوق سے خدمت کیا کرتے تھے۔ ایک دفعہ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی فیاضی اور دریا دلی دیکھ کر کہنے لگے خالہ جان کا ہاتھ روکنا پڑے گا۔ جب آپ کو اس بات کا علم ہوا تو بہت ناراض ہوئیں۔ کافی عرصے تک ان سے خفا رہیں کہ یہ مجھے اللہ کی راہ میں خرچ کرنے سے روکے گا' بھلا یہ کیسے ہو سکتا ہے' مجھے اس کار خیر سے روکنے والا یہ کون ہے؟ اسے یہ بات کہنے کی جرأت کیسے ہوئی؟ بڑی مشکل سے آپ کا غصہ ٹھنڈا ہوا اور انہیں معاف کرتے ہوئے درگذر کیا۔

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا دل بہت نرم تھا۔ بات بات پر آپ کی آنکھوں سے آنسو گرنے لگتے۔ ایک دن کا واقعہ ہے کہ ایک مانگنے والی عورت آپ کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ اس نے اپنی گود میں دو ننھے منے بچے اٹھائے ہوئے تھے۔ اس وقت سیدہ عائشہ صدیقہؓ کے پاس کھجور کے صرف تین دانے تھے۔ سو وہ اس عورت کو دے دیئے۔ اس نے ایک ایک کھجور دونوں بچوں کو دے دی اور ایک اپنے منہ میں ڈال لی۔ ایک بچے نے اپنے حصے کی کھجور جلدی سے کھا کر حسرت بھری نگاہ سے اپنی ماں کی طرف دیکھنا شروع کر دیا۔ اس نے کھجور اپنے منہ سے نکالی' اس کو دو حصوں میں تقسیم کیا اور دونوں بچوں کو ایک ایک ٹکڑا دے دیا۔ ماں کی محبت کا یہ دلآویز منظر دیکھ کر ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی آنکھوں سے آنسو ٹپکنے لگے۔

❋ ❋ ❋

نیرنگیٔ دوراں دیکھئے! اتنی پاک باز' شرم و حیا کی پیکر' امت کی ہمدرد و غمگسار خاتون جنت کو بھی بدبخت منافقین کی ریشہ دوانیوں اور سازشوں کا سامنا کرنا پڑا۔ ۵ ہجری ماہ شعبان میں سید المرسلین ﷺ لشکر اسلام لے کر نجد کی طرف روانہ ہوئے۔ نجد کے قریب قبیلہ بنو مصطلق کا مشہور و معروف مریسیع نامی ایک چشمہ تھا' وہاں لشکر اسلام کا کفار سے آمنا سامنا ہوا لیکن خون ریز جنگ کی نوبت نہ آئی۔

اس دفعہ لشکر اسلام میں منافقین کی بھی بہت بڑی تعداد شریک ہوئی۔ اس سفر میں رسول اقدس ﷺ کے ہمراہ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا تھیں۔ اس وقت ان کی عمر صرف چودہ برس تھی' جسم دبلا پتلا تھا' سفر پر روانہ ہوتے وقت اپنی بہن اسماء رضی اللہ عنہا سے ہار لے کر پہن رکھا تھا۔ ہار کی لڑیاں بہت کمزور تھیں۔ واپسی پر لشکر نے ایک جگہ پڑاؤ کیا۔ سیدہ عائشہ قضائے حاجت کے لئے قدرے دور چلی گئیں۔ واپس آنے لگیں تو اچانک دیکھا کہ گلے میں ہار نہیں وہیں ڈھونڈنا شروع کر دیا۔ جس سے واپسی میں دیر ہو گئی تلاش بسیار کے بعد ہار تو مل گیا لیکن لشکر وہاں سے روانہ ہو چکا تھا۔ طریق کار یہ تھا کہ ساربان محمل اٹھا کر اونٹ پر رکھ دیتے اور سفر پر روانہ ہو جاتے۔ چونکہ سیدہ عائشہؓ کے دبلے پتلے بدن کی وجہ سے اٹھاتے وقت ساربان کو اس بات کا احساس نہیں ہوا کہ وہ محمل میں موجود نہیں ہیں۔ اس نے حسب معمول محمل کو اٹھایا' اونٹ پر رکھا اور چل دیا۔ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پڑاؤ کی جگہ پہنچیں تو وہاں کسی کا نام و نشان ہی نہیں تھا۔ دل میں خیال آیا جب قافلے والے اگلی منزل پر مجھے ہودج میں نہیں پائیں گے تو لینے کے لئے واپس آ جائیں گے۔ اسی خیال میں چادر اوڑھ کر وہیں لیٹ گئیں۔

جب سپیدۂ صبح نمودار ہوئی تو صفوان بن معطل وہاں پہنچے۔ ان کے ذمے کام ہی یہی تھا کہ یہ لشکر کے پیچھے پیچھے رہیں اور گری پڑی چیزوں کو اٹھا لیا کریں۔ انہوں نے دیکھا کہ کوئی میدان میں چادر اوڑھے ہوئے لیٹا ہوا ہے۔ قریب آئے اور انا للہ پڑھتے ہوئے اپنا اونٹ بٹھا دیا۔ آواز سن کر سیدہ عائشہ صدیقہؓ بیدار ہو گئیں اور اونٹ پر سوار ہو گئیں۔ صفوان نے اونٹ کی مہار پکڑی اور پیدل چل دیئے۔ اگلی منزل پر دوپہر کے وقت لشکر اسلام نے پڑاؤ کیا ہی تھا کہ صفوان بن معطل رضی اللہ عنہ اونٹ کی مہار پکڑے ہوئے وہاں پہنچ گئے۔ قافلے میں شامل سب لوگوں کے سامنے سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اونٹ سے نیچے اتریں۔ صرف اتنی سی بات تھی جس کو منافقین کی سازش اور ریشہ دوانی نے بتنگڑ بنا دیا۔ دوران سفر بعض اوقات اس قسم کے واقعات

پیش آجایا کرتے ہیں۔ لیکن منافقوں کے سردار عبداللہ بن ابی سلول نے موقع کو غنیمت جانتے ہوئے اپنے خبث باطن کا اظہار کرتے ہوئے سیدہ عائشہ صدیقہ کے خلاف کیچڑ اچھالنا شروع کر دیا۔ یہ بات پورے مدینے میں پھیلا دی گئی کہ (نعوذ باللہ) سیدہ عائشہؓ پاکیزہ نہیں رہیں ان کا کردار مشکوک ہو گیا ہے۔ منافقین کے علاوہ حسان بن ثابتؓ حمنہ بنت جحش اور مسطح بن اثاثہ بھی اس پروپیگنڈے میں شریک ہو گئے۔ رسول اقدس ﷺ یہ صورت حال دیکھ کر بہت پریشان ہوئے لیکن سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو اس گھناؤنی سازش کا کوئی پتہ نہیں تھا۔ ایک روز رات کے وقت مسطح کی بوڑھی والدہ کے ہمراہ باہر تشریف لے جا رہی تھیں کہ اسے ٹھوکر لگی تو اس نے مسطح کو برا بھلا کہا۔ سیدہ عائشہؓ نے کہا: بڑے تعجب کی بات ہے آپ ایک بدری صحابی کے خلاف نازیبا کلمات استعمال کر رہی ہیں۔ اس نے کہا آپ کو معلوم نہیں کہ وہ کس گھناؤنی سازش میں ملوث ہے اور پھر ساری داستان سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو سنا دی۔ اپنے متعلق نازیبا کلمات سن کر ان کے اوسان خطا ہو گئے، وہیں سے واپس گھر لوٹ آئیں۔ زار و قطار رونا شروع کر دیا۔ اچانک غموں کا پہاڑ ایسا ٹوٹا کہ آنسو تھمنے کا نام ہی نہ لیتے۔ آپ کی غمگسار، شفیق اور ہمدرد ماں نے ہر چند دلاسا دیا کہ تم اپنے خاوند کی چونکہ چہیتی بیوی ہو اس لئے تمہارے خلاف یہ سازش سوچی سمجھی سکیم کے تحت تیار کی گئی ہے۔ بیٹی صبر کرو، جلدی حالات درست ہو جائیں گے۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے بھی دلاسا دیا۔ لیکن شرم و حیا کی پیکر کو پل بھر کے لئے چین نہیں آرہا تھا، وہ دل گرفتہ تھیں، ان کے وہم و گمان میں بھی نہ تھا کہ زندگی میں ایسے دن بھی آسکتے ہیں۔ اسی دوران حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ ﷺ کے ہاں سے اپنے والد محترم کے گھر قیام پذیر ہو گئیں۔

ایک دن دونوں ماں باپ اپنی نور چشم کے پاس بیٹھے تسلی دے رہے تھے کہ رسول اقدس ﷺ تشریف لے آئے۔ آپ نے نہایت شفقت بھرے انداز سے فرمایا عائشہ اگر کوئی غلطی ہو گئی ہے تو توبہ کر لو۔ اللہ معاف کرنے والا ہے۔ سیدہ عائشہ

رضی اللہ عنہا کی آنکھوں سے یک دم آنسو خشک ہو گئے۔ اپنی والدہ سے کہا اماں جان جواب دو میں آپ کی گود میں پلی ہوں' آپ کا دودھ پیا ہے' آپ کے آنگن میں پرورش پائی ہے۔ لیکن والدہ خود غم کی تصویر بنی بیٹھی تھی' دل گرفتہ' افسردہ اور پریشان تھی۔ خاموش رہی' مہر بلب تھی' آنکھوں میں آنسو تیر رہے تھے۔ بے بسی کا یہ منظر دیکھ کر ابا جان سے کہا آپ ہی کوئی جواب دیں وہ بھی خاموش رہے۔ یہ صورتِ حال دیکھ کر خود ہی مخاطب ہوئیں اور کہا: اگر میں اس ناکردہ گناہ کا انکار کروں اور میرا اللہ خوب جانتا ہے کہ میں اس جرم سے پاک اور بالکل بری ہوں' آپ لوگ اسے سچ نہیں مانیں گے' آپ کے دل کی تسلی نہیں ہو گی۔ میں اس موقع پر جب کہ یہ بات زبان زد عام ہے حضرت یوسف علیہ السلام کے باپ کا جواب ہی دینا پسند کروں گی۔ لہٰذا میرا جواب یہ ہے: ﴿فَصَبْرٌ جَمِيلٌ وَاللّٰهُ الْمُسْتَعَانُ عَلٰى مَا تَصِفُوْنَ﴾ صبر ہی بہتر ہے اس کے خلاف جو تم بیان کرتے ہو۔

حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں کہ میں نے بہت سوچا کہ ذہن میں یوسف علیہ السلام کے والد حضرت یعقوب علیہ السلام کا نام مستحضر ہو جائے لیکن غم کی وجہ سے ذہن پر دباؤ اتنا تھا کہ فکر بسیار کے باوجود یہ نام ذہن میں نہ آسکا۔ یہ گفتگو ہو رہی تھی کہ سید المرسلین پر وحی نازل ہونا شروع ہو گئی۔ وحی کا سلسلہ ختم ہوا تو آپ نے مسکراتے ہوئے سر اٹھایا۔ آپ کی پیشانی پر پسینے کے قطرے موتیوں کی طرح چمک رہے تھے۔ آپ نے یہ آیات تلاوت کرنا شروع کر دیں۔

﴿إِنَّ الَّذِيْنَ جَاءُوْ بِالْإِفْكِ عُصْبَةٌ مِّنْكُمْ لَا تَحْسَبُوْهُ شَرًّا لَّكُمْ بَلْ هُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ مَّا اكْتَسَبَ مِنَ الْإِثْمِ وَالَّذِيْ تَوَلّٰى كِبْرَهٗ مِنْهُمْ لَهٗ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ۝ لَوْلَآ إِذْ سَمِعْتُمُوْهُ ظَنَّ الْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنَاتُ بِأَنْفُسِهِمْ خَيْرًا وَّقَالُوْا هٰذَا إِفْكٌ مُّبِيْنٌ ۝ لَوْ لَا جَاءُوْ عَلَيْهِ بِأَرْبَعَةِ شُهَدَآءَ فَأُولٰٓئِكَ عِنْدَ اللّٰهِ هُمُ الْكَاذِبُوْنَ ۝ وَلَوْ لَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ لَمَسَّكُمْ فِيْ مَا أَفَضْتُمْ فِيْهِ

عَذَابٌ عَظِيمٌ ○ اِذْ تَلَقَّوْنَهٗ بِاَلْسِنَتِكُمْ وَ تَقُوْلُوْنَ بِاَفْوَاهِكُمْ مَا لَيْسَ لَكُمْ بِهٖ عِلْمٌ وَّتَحْسَبُوْنَهٗ هَيِّنًا وَّ هُوَ عِنْدَ اللّٰهِ عَظِيْمٌ ○ وَلَوْلَآ اِذْ سَمِعْتُمُوْهُ قُلْتُمْ مَّا يَكُوْنُ لَنَآ اَنْ نَّتَكَلَّمَ بِهٰذَا سُبْحٰنَكَ هٰذَا بُهْتَانٌ عَظِيْمٌ ○ يَعِظُكُمُ اللّٰهُ اَنْ تَعُوْدُوْا لِمِثْلِهٖٓ اَبَدًا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ○ وَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ○ اِنَّ الَّذِيْنَ يُحِبُّوْنَ اَنْ تَشِيْعَ الْفَاحِشَةُ فِي الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَ اَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ○ وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَ رَحْمَتُهٗ وَاَنَّ اللّٰهَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ○ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ وَ مَنْ يَّتَّبِعْ خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ فَاِنَّهٗ يَاْمُرُ بِالْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَ رَحْمَتُهٗ مَا زَكٰى مِنْكُمْ مِّنْ اَحَدٍ اَبَدًا وَّ لٰكِنَّ اللّٰهَ يُزَكِّيْ مَنْ يَّشَآءُ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ○ سورہ النور ۱۱-۲۱﴾

"جو لوگ یہ بہتان گھڑ لائے ہیں وہ تمہارے ہی اندر کا ایک ٹولہ ہیں' اس واقعے کو اپنے حق میں شر نہ سمجھو بلکہ یہ بھی تمہارے لئے خیر ہی ہے' جس نے اس میں جتنا حصہ لیا اس نے اتنا گناہ ہی سمیٹا اور جس شخص نے اس کی ذمہ داری کا بڑا حصہ اپنے سر لیا اس کے لئے تو عذاب عظیم ہے۔ جس وقت تم لوگوں نے اسے سنا تھا اسی وقت کیوں نہ مومن مردوں اور مومن عورتوں نے اپنے آپ سے نیک گمان کیا اور کیوں نہ کہہ دیا کہ یہ صریح بہتان ہے۔ وہ لوگ اپنے الزام کے ثبوت میں چار گواہ کیوں نہ لائے' جب کہ وہ گواہ نہیں لائے ہیں۔ اللہ کے نزدیک وہی جھوٹے ہیں۔ اگر تم لوگوں پر دنیا اور آخرت میں اللہ کا فضل اور رحم نہ ہوتا تو جن باتوں میں تم پڑ گئے تھے' ان کی پاداش میں بڑا عذاب تمہیں آلیتا (غور کرو تم اس وقت تم کیسی سخت غلطی کر رہے تھے) جب کہ تمہاری ایک زبان سے دوسری زبان جھوٹ کو لیتی چلی جا رہی تھی اور تم اپنے منہ سے وہ کچھ کہے جا رہے تھے

جس کے متعلق تمہیں کوئی علم نہ تھا۔ تم اسے ایک معمولی بات سمجھ رہے تھے حالانکہ اللہ کے نزدیک یہ بڑی بات تھی۔ کیوں نہ تم نے یہ سنتے ہی یہ کہہ دیا کہ ہمیں ایسی بات زبان سے نکالنا زیب نہیں دیتا۔ سبحان اللہ یہ تو ایک بہتان عظیم ہے۔ اللہ تم کو نصیحت کر رہا ہے کہ آئندہ کبھی ایسی حرکت نہ کرنا اگر تم مومن ہو اللہ تمہیں صاف صاف ہدایات دیتا ہے اور وہ علیم و حکیم ہے۔ جو لوگ چاہتے ہیں کہ ایمان لانے والوں میں فحاشی پھیلے وہ دنیا و آخرت میں دردناک سزا کے مستحق ہیں۔ اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔ اگر اللہ کا فضل اور رحم و کرم تم پر نہ ہوتا اور یہ بات نہ ہوتی کہ اللہ بڑا شفیق و رحیم ہے۔ (تو یہ چیز جو تمہارے اندر پھیلائی گئی تھی بدترین نتائج دکھا دیتی) اے لوگو! جو ایمان لائے ہو شیطان کے نقش قدم پر نہ چلو اس کی پیروی جو کوئی کرے گا وہ تو اسے فحش اور بدی کا ہی حکم دے گا۔ اگر اللہ کا فضل اور رحم و کرم تم پر نہ ہوتا تو تم میں کوئی شخص پاک نہ ہو سکتا مگر اللہ ہی ہے جسے چاہتا ہے پاک کر دیتا ہے۔ اللہ سننے والا جاننے والا ہے۔"

حضرت صدیق اکبرؓ اور ماں ام رومانؓ نے اپنی لخت جگر نور چشم کی شان میں قرآنی آیات سن کر مسرت و شادمانی کا اظہار کرتے ہوئے کہا: عائشہ اٹھو اپنے سرتاج کا شکریہ ادا کرو۔ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے برجستہ کہا میں تو اپنے اللہ کا شکر ادا کروں گی جس نے میری شان میں قرآنی آیات نازل کیں جو قیامت تک تلاوت کی جائیں گی۔ رسول اقدس ﷺ نے محبت بھرے انداز میں فرمایا: عائشہ خوش ہو جاؤ اللہ نے تجھے بری کر دیا ہے۔ یہ حادثہ واقعہ افک کے نام سے تاریخ اسلام میں مشہور ہوا۔

***

اس واقعہ کے بعد سرور عالم ﷺ کے دل میں سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا مقام و مرتبہ اور زیادہ بڑھ گیا۔ حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے ایک دفعہ رسول

اقدس ﷺ سے پوچھا: رسول اللہ ﷺ آپ کو دنیا میں سب سے زیادہ محبوب کون ہے؟ فرمایا عائشہؓ۔ عرض کی مردوں میں سے؟ فرمایا اس کا باپ۔ ایک دن حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی بیٹی حضرت حفصہؓ کو سمجھاتے ہوئے کہا: بیٹی! عائشہؓ کی ریس نہ کیا کرو، رسول اللہ ﷺ کے دل میں اس کی قدر و منزلت بہت زیادہ ہے۔

من جملہ وجوہات میں سے ایک وجہ یہ بھی تھی کہ سیدہ عائشہ صدیقہؓ فہم مسائل، اجتہاد، فکر اور حفظ احکام میں تمام ازواج مطہرات میں ممتاز تھیں۔ ایک موقع پر رسول اللہ ﷺ نے یہ بھی ارشاد فرمایا:

«كَمُلَ مِنَ الرِّجَالِ كَثِيرٌ وَ لَمْ يَكْمُلْ مِنَ النِّسَاءِ غَيْرُ مَرْيَمَ بِنْتِ عِمْرَانَ وَ آسِيَةَ امْرَءَةِ فِرْعَوْنَ وَ اِنَّ فَضْلَ عَائِشَةَ عَلَى النِّسَاءِ كَفَضْلِ الثَّرِيدِ عَلَى سَائِرِ الطَّعَامِ»

"مردوں میں بہت کامل گذرے لیکن عورتوں میں سے مریم بنت عمران اور آسیہ زوجہ فرعون کے سوا کوئی کامل نہ ہوئی اور عائشہ کو عورتوں پر اسی طرح فضیلت ہے جس طرح ثرید کو تمام کھانوں پر۔"

رسول اقدس ﷺ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی باتیں بڑی رغبت سے سنا کرتے تھے اور ان کے ساتھ خوشگوار مسکراہٹ کے ساتھ پیش آتے۔ ایک دفعہ عید کا دن تھا، حبشی عید کی خوشی میں مسجد نبویؐ میں نیزے بازی کے کرتب میں مشغول تھے۔ سیدہ عائشہؓ نے یہ تماشا دیکھنے کا ارادہ ظاہر کیا۔ آپ آگے بڑھے اور وہ پیچھے اوٹ میں کھڑی ہو گئیں۔ جب تک وہ خود تھک کر پیچھے نہ ہو گئیں آپ برابر اوٹ کئے کھڑے رہے۔ کبھی کبھی دل لگی کے لئے ایک دوسرے کو کہانی بھی سنایا کرتے تھے۔ آپ نے ایک روز سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو خرافہ نامی شخص کی کہانی سنائی جسے جنات اٹھا کر لے گئے تھے اسی طرح ایک روز سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے گیارہ سہیلیوں کی تفصیلی کہانی سنائی جسے رسول اقدس ﷺ نے بڑے انہماک سے سنا۔ سیدہ عائشہؓ فرمانے لگیں

ایک روز گیارہ سہیلیاں آپس میں محو گفتگو تھیں۔ سب نے اس بات پر اتفاق کیا کہ آج ہر ایک اپنے خاوند کا حال سنائے گی اور کوئی بات چھپائے گی نہیں۔ ایک سہیلی نے بات کا آغاز کرتے ہوئے کہا میرا خاوند اونٹ کا وہ گوشت ہے جو کسی پہاڑ پر رکھا ہوا ہو نہ میدان ہے کہ کوئی وہاں پہنچ سکے اور نہ گوشت ہی اچھا ہے کہ کوئی اس کو اٹھا کر لے جائے۔ دوسری سہیلی بولی میں اپنے خاوند کا حال بیان نہیں کروں گی اگر بیان کرنے لگوں تو یہ اس قدر طویل داستان ہے کہ اندیشہ ہے کہ کچھ اس میں سے رہ نہ جائے۔ تیسری نے کہا میرا خاوند بڑا غصیلا ہے۔ اس کے بارے میں کچھ کہوں تو فوراً وہ مجھے طلاق دے دے۔ چپ رہوں تو یہ بھی مشکل سمجھو کہ بیاہی ہوں اور نہ بن بیاہی۔ چوتھی بولی میرا خاوند حجاز کی رات کی مانند ہے نہ سرد اور نہ گرم یعنی معتدل مزاج ہے۔ پانچویں بولی کہ میرا خاوند گھر آتا ہے تو چیتا بن جاتا ہے' باہر جاتا ہے تو شیر کا روپ دھار لیتا ہے۔ جو وعدہ کرتا ہے اسے پورا کرتا ہے اسے ایفائے عہد کے لئے یاد دہانی کی ضرورت پیش نہیں آتی۔ چھٹی بولی کہ میرا خاوند کھاتا ہے تو سب کچھ چٹ کر جاتا ہے کوئی مشروب پیتا ہے تو جتنا سامنے آئے ہڑپ کر جاتا ہے ساتھ لیٹتا ہے تو ساری چادر خود اوڑھ لیتا ہے کبھی حال دریافت کرنے کے لئے ہاتھ چادر سے باہر نہیں نکالتا۔ ساتویں بولی میرا خاوند احمق بھی ہے اور نامرد بھی۔ کبھی غصے میں آ کر سر پھوڑ دیتا ہے اور کبھی طیش میں آ کر ہڈی پسلی ایک کر دیتا ہے۔ آٹھویں نے کہا میرا خاوند چھونے میں خرگوش کی طرح ملائم اور نرم و نازک اور سونگھنے میں چنبیلی کی طرح خوشبودار۔ نویں نے چہکتے ہوئے کہا میرے شوہر کی حویلی بہت بڑی ہے' وہ قد کا بڑا لمبا ہے' وہ کھلے دل والا اور سخاوت کا دھنی ہے۔ دسویں نے کہا واہ رہی واہ میرا شوہر مالک ہے آپ کیا جانیں کہ مالک کیسا ہے؟ وہ ان سب سے بہتر ہے جن کا تذکرہ آج اس محفل میں کیا گیا اس کے پاس بہت زیادہ تعداد میں اونٹ ہیں جب کوئی تقریب ہو اس میں ضیافت کے لئے اپنے اونٹوں کو ذبح کرتے ہوئے بڑی خوشی محسوس کرتا ہے۔ گیارہویں سہیلی نے اپنے شوہر کا تذکرہ بڑے دل پذیر انداز میں

کیا- کہنے لگی میرے خاوند کا نام ابو زرع ہے- تو میری سہیلیو تم ابوزرع کو کیا جانو؟ یہ دیکھو اس نے زیوروں سے میرے کان اور بازو بھر دیئے- ہر وقت اس کی مسکراہٹوں نے میرا دل خوش کر دیا- اس نے بکریاں چرانے والوں کے گھر مجھے دیکھا لیکن ہنہنانے والے گھوڑوں' بلبلانے والے اونٹوں اور غلے کے خرمنوں کے درمیان مجھے لا کر رکھ دیا- ہر طرف خوشحالی ہی خوشحالی' مسکراہٹیں ہی مسکراہٹیں' خوشیوں کی فراوانی' بولتی ہوں تو کوئی برا نہیں مانتا بلکہ میرا منہ تکتا رہتا ہے- سوتی ہوں تو صبح کر دیتی ہوں جگاتا نہیں کہ کہیں میں بے آرام نہ ہو جاؤں- تو میری سہیلیو ابوزرع کی ماں بھی بڑی عظیم خاتون ہے- اس کے کپڑوں کی گٹھڑی کیا بتاؤں- بہت بھاری اور اس کے رہنے کا گھر بھی بڑا وسیع ہے- رہا ابوزرع کا بیٹا اس کے کیا کہنے' سوتا ہے تو ننگی تلوار معلوم ہوتا ہے' کھاتا ہے تو بکری کی پوری ران کھا جاتا ہے- ابوزرع کی لاڈلی بیٹی کے کیا کہنے' والدین کی فرمانبردار' اور سوکن کے لئے قابل رشک' ابوزرع کی خادمہ وہ تو ایسی بھی مانوس ہے کہ کبھی گھر کی کوئی بات باہر نہیں دھراتی- اناج کو فضول برباد نہیں کرتی گھر کو صاف ستھرا رکھتی ہے-

رسول اقدس ﷺ بڑے تحمل اور انہماک سے دیر تک یہ کہانی سنتے رہے پھر فرمایا: عائشہؓ میں تمہارے لئے ویسا ہی ہوں جیسا ابوزرع ام زرع کے لئے تھا- لیکن عین ایسے وقت جب آپ لطف و محبت کی باتوں میں مصروف ہوتے اچانک اذان کی آواز آتی آپ فوراً اٹھ کھڑے ہوتے- حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں کہ پھر یہ معلوم ہوتا کہ آپ ہمیں پہچانتے ہی نہیں' اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی محبت تمام محبتوں پر غالب آ جاتی ۔ سُبحَانَ اللّٰہِ وَ بِحَمدِہٖ سُبحَانَ اللّٰہِ العَظِیمِ۔

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ایک سفر میں رسول اقدس ﷺ کے ہمراہ تھیں- صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور دیگر بہت سے صحابہ کرامؓ بھی شریک سفر تھے- صحرا میں ایک جگہ پڑاؤ کیا گیا- صدیقہ کائنات کے گلے کا ہار اس سفر میں بھی ٹوٹ کر گر گیا- بعض صحابہؓ کو اس کی تلاش پر مامور کر دیا گیا- ہار کا کہیں سراغ نہ ملا- سرور

عالم ﷺ اپنے خیمے میں محو استراحت تھے' نماز فجر کا وقت ہو گیا۔ وضو کے لئے پانی موجود نہ تھا۔ صحابہؓ کے دلوں میں تشویش کی لہر دوڑنے لگی۔ چہ مہ گوئیاں ہونے لگیں کہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی وجہ سے یہ صورت حال پیدا ہوئی ہے۔ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے حالات کو دیکھتے ہوئے اپنی بیٹی سے قدرے ترش لہجے میں کہا: آپ نے یہ کیا ہمارے لئے مصیبت کھڑی کر رکھی ہے۔ آپ کی وجہ سے سب قافلے والے پریشان ہیں۔ نماز کا وقت گذرتا جا رہا ہے۔ یہاں وضو کے لئے پانی میسر نہیں' آپ کو اپنے گلے کے ہار کی پڑی ہوئی ہے۔ عین ایسے موقع پر تیمم کی یہ آیات نازل ہوئیں

﴿وَإِنْ كُنْتُمْ مَرْضَىٰ أَوْ عَلَىٰ سَفَرٍ أَوْ جَاءَ أَحَدٌ مِنْكُمْ مِنَ الْغَائِطِ أَوْ لَامَسْتُمُ النِّسَاءَ فَلَمْ تَجِدُوا مَاءً فَتَيَمَّمُوا صَعِيدًا طَيِّبًا فَامْسَحُوا بِوُجُوهِكُمْ وَأَيْدِيكُمْ إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَفُوًّا غَفُورًا﴾ (سورہ النساء۔ ۴۳)

"اگر تم بیمار ہو یا حالت سفر میں' یا حاجت ضروری سے فارغ ہوئے ہو یا عورتوں سے مقاربت کی ہو' اور تم پانی نہیں پاتے تو پاک مٹی کا قصد کرو اور اس سے کچھ منہ اور ہاتھ پر پھیر لو' اللہ معاف کرنے والا بخشنے والا ہے۔"

قرآن حکیم کا یہ حکم سنتے ہی جن زبانوں پر حرف شکایت تھا' وہ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی تعریف و توصیف میں بدل گیا۔ مشہور و معروف صحابی حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ فرمانے لگے' آل ابوبکر کا امت پر یہ کوئی پہلا احسان تو نہیں' اس کے علاوہ بے شمار احسانات ہیں۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ تھوڑی دیر پہلے اپنی بیٹی کو ڈانٹ پلا رہے تھے۔ تیمم کی آیت سنتے ہی مسکراتے ہوئے کہنے لگے کہ بیٹا مجھے معلوم نہ تھا کہ تم اتنی عظیم اور بابرکت ہو کہ رب عرش عظیم کو تیری ادائیں اتنی پسند ہیں کہ تیری وجہ سے آسمان سے ایسا حکم نازل کر دیا گیا جو قیامت تک امت کے لئے باعث رحمت بن گیا۔ بیٹا جیتی رہو' خوش رہو' شاد رہو' آباد رہو' تیرے ذریعے اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو کتنی آسانی اور سہولت بخش دی۔

بعد ازاں روانگی کے لئے اونٹ کو اٹھایا گیا تو اس کے نیچے سے گرا ہوا ہار بھی مل گیا۔

***

۹ ہجری تک لشکر اسلام کا سرزمین عرب کے بیشتر صوبوں پر قبضہ ہو چکا تھا۔ مرکز اسلام مدینہ منورہ میں مال و دولت کی فراوانی ہو چکی تھی۔ قومی خزانہ بھرتا جا رہا تھا۔ ازواج مطہرات میں بیشتر سرداران قبائل کی شہزادیاں شامل تھیں جنہوں نے اپنے گھروں میں ناز و نعم میں زندگی بسر کی تھی۔ انہوں نے مال و دولت کی ریل پیل دیکھ کر رسول اقدس ﷺ کی خدمت میں یہ مطالبہ کر دیا کہ ہمارے گھریلو مصارف پر نظر ثانی کرتے ہوئے معقول اضافہ کیا جائے۔ آپ کو دنیا طلبی کا یہ انداز ناگوار گذرا۔ ان دنوں آپ کو گھوڑے سے گرنے کی وجہ سے چوٹ بھی لگی ہوئی تھی۔ آپ نے ازواج مطہرات سے ایک ماہ کنارہ کشی کا اعلان کرتے ہوئے سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہ کے حجرے کے اوپر بالا خانے میں رہائش اختیار کر لی جس سے تمام گھروں میں کہرام مچ گیا۔ ۲۹ روز کے بعد جب آپ نیچے سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے حجرے میں تشریف لائے تو آپ نے ارشاد فرمایا: دنیاوی مال و دولت چاہتی ہو یا میرے ساتھ اسی طرح روکھی سوکھی کھا کر زندگی بسر کرنا چاہتی ہو؟ اس سلسلے میں تم اپنے ماں باپ سے بھی مشورہ کر لو۔ عرض کی یا رسول اللہ ﷺ میں قربان میرے ماں باپ قربان میں اس سلسلے میں بھلا اپنے ماں باپ سے مشورہ کیوں کروں۔ میں اللہ اور رسول کو پسند کرتی ہوں مجھے دنیا نہیں چاہئے۔ یہ جواب سن کر رسول اللہ ﷺ کا چہرہ مبارک خوشی سے کھل اٹھا۔ ازواج مطہرات کے مطالبے کی بنا پر رسول اکرم ﷺ کو کبیدہ خاطر دیکھ کر اللہ تعالیٰ نے یہ حکم نازل کیا

﴿یا ایھا النبی قل لازواجک ان کنتن تردن الحیاۃ الدنیا و زینتھا فتعالین امتعکن و اسرحکن سراحا جمیلا و ان کنتن تردن اللہ و رسولہ والدار الآخرۃ فان اللہ اعد للمحسنات منکن اجرا عظیما﴾ (الاحزاب ۲۸، ۲۹)

"اے نبیؐ اپنی بیویوں سے کہہ دو اگر تم دنیاوی زندگی اور اس کی زیب و زینت چاہتی ہو تو آؤ تمہیں دنیاوی فوائد دے کر احسن انداز میں چھوڑ دوں اور اگر تم اللہ، رسول اور دار آخرت چاہتی ہو تو اللہ تعالیٰ نے تم میں سے نیک عورتوں کیلئے اجر عظیم تیار کر رکھا ہے۔"

یہ الٰہی فیصلہ سن کر سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے محبت اور وارفتگی کا والہانہ انداز اختیار کرتے ہوئے دنیاوی فوائد سے دستبرداری کا اعلان کر دیا اور ساتھ ہی معصومانہ انداز میں خدمت اقدس میں عرض گذار ہوئیں کہ میری اس دلی خواہش کا دوسری بیویوں کو پتہ نہ چلے۔ آپؐ جان نثاری کا یہ محبوبانہ انداز دیکھ کر مسکرائے اور فرمایا: میں دنیا میں معلم بن کر آیا ہوں نہ کہ جابر۔ صورت حال کا جائزہ لے کر تمام ازواج مطہرات نے وہی موقف اختیار کیا جو سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے اختیار کیا تھا، جس سے تمام گھروں میں چہل پہل دوبارہ لوٹ آئی۔ مدینے میں اضطراب و بے چینی کی تند و تیز لہریں امن، آشتی اور سکون میں بدل گئیں۔

* * *

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے ایک روز رسول اللہ ﷺ کو گھوڑے پر بیٹھے ایک شخص سے باتیں کرتے ہوئے دیکھا۔ آپ نے گھوڑے کی گردن کے بالوں پر ہاتھ رکھے ہوئے تھے۔ میں نے آپ سے دریافت کیا کہ آپ آج گھوڑے پر بیٹھے دحیہ کلبی سے باتیں کر رہے تھے اور آپ نے اپنے ہاتھ گھوڑے کی گردن پر رکھے ہوئے تھے۔ آپ نے حیران ہو کر پوچھا کیا آپ نے مجھے دیکھ لیا تھا؟ عرض کی ہاں! فرمایا وہ دحیہ کلبی کی صورت میں حضرت جبریل علیہ السلام تھے۔ آپ کو بھی اس نے سلام کہا ہے۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے برجستہ وعلیہ السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ کہتے ہوئے فرمایا: اللہ تعالیٰ مہمان و میزبان کو جزائے خیر عطا کرے۔ کیا کہنے کتنا ہی اچھا مہمان اور کتنا عالیشان میزبان ہے!

* * *

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے حجرے میں نماز پڑھ رہے تھے- سیدہ عائشہؓ نے باہر ایک اجنبی شخص کو کھڑے دیکھا- رسول اللہ ﷺ کو اطلاع دی- آپ باہر تشریف لے گئے- کیا دیکھتے ہیں کہ جبریل علیہ السلام کھڑے ہیں- آپ نے فرمایا اندر تشریف لے آئے- انہوں نے فرمایا: ہم ایسے گھر میں داخل نہیں ہوتے جس میں کتا یا تصاویر ہوں- آپ نے دیکھا ایک پلا کونے میں دبکا ہوا بیٹھا ہے- آپ نے اسے باہر نکالا تو حضرت جبریل علیہ السلام اندر تشریف لائے-

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا علم و فضل کے اعتبار سے بڑے بلند مقام پر فائز تھیں- دینی مسائل دریافت کرنے کے لئے صحابہ کرامؓ اور صحابیاتؓ آپ سے رجوع کیا کرتے تھے- سینکڑوں صحابہ کرامؓ نے آپ سے روایات نقل کی ہیں- تمام صحابہ کرامؓ میں سات عظیم المرتبت ہستیاں وہ ہیں جن سے ہزاروں کی تعداد میں احادیث رسول علیہ السلام منقول ہیں- جیسا کہ سیدنا ابوہریرہ عبدالرحمٰن بن صخر دوسی رضی اللہ عنہ سے پانچ ہزار تین سو چوہتر احادیث مروی ہیں- سیدنا عبداللہ بن عمر بن خطاب رضی اللہ عنہما سے دو ہزار چھ سو تیس' سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے دو ہزار دو سو دس' سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے ایک ہزار چھ سو ساٹھ' سیدنا جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ عنہما سے ایک ہزار پانچ سو چالیس اور سیدنا سعد بن مالک ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے ایک ہزار پانچ سو چالیس احادیث مروی ہیں- ان سات اولوالعزم علم و فضل میں ممتاز ہستیوں کا تذکرہ درج ذیل اشعار میں کیسے عمدہ انداز میں کیا گیا ہے-

سَبْعٌ مِنَ الصَّحْبِ فَوْقَ الْأَلْفِ قَدْ نَقَلُوا
مِنَ الْحَدِيْثِ عَنِ الْمُخْتَارِ خَيْرِ مُضَرْ
اَبُوْهُرَيْرَةَ ' سَعْدٌ ' جَابِرٌ ' اَنَسٌ
صِدِّيْقَةٌ وَ ابْنُ عَبَّاسٍ ' كَذَا ابْنُ عُمَرْ

"سات صحابہ کرام جنہوں نے مضر قبیلے کے منتخب پسندیدہ محبوب پیغمبر سے ایک ہزار سے زائد احادیث نقل کیں وہ ہیں۔ ابوہریرہ' سعد' جابر' انس' عائشہ صدیقہ' عبداللہ بن عباس' اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنھم اجمعین۔"

امام ذہبی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں کہ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پوری امت کی عورتوں سے زیادہ عالم فاضل اور فقیہہ تھیں' ان کا یہ تبصرہ حقیقت پر مبنی ہے۔ کیونکہ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے گھر پرورش پائی' نبی اکرم ﷺ کے گھر ازدواجی زندگی بسر کی' علم نبوت سے براہ راست فیض یاب ہوئیں' قرآنی آیات کے اسباب نزول کی عینی شاہد تھیں۔ ان کا حجرہ وحی الٰہی کے نزول کا محور و مرکز رہا' پھر انہیں بھلا **افقہ نساء الامۃ** کا اعزاز کیوں حاصل نہ ہوتا۔

خلافت راشدہ کے دور میں سیدہ عائشہ صدیقہ کا فتویٰ رائج رہا۔ مشہور تابعی امام مسروق رحمہ اللہ سے کسی نے پوچھا کیا سیدہ عائشہ صدیقہ وراثت کا علم بھی جانتی تھیں؟ تو انہوں نے فرمایا مجھے قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں جان ہے' کبار صحابہ کرامؓ کو سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے وراثت کے مسائل پوچھتے میں نے بچشم خود دیکھا۔ حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہما اپنی خالہ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے پاس اکثر و بیشتر اوقات دینی مسائل دریافت کرنے آیا کرتے تھے۔ اس بنا پر دوسرے صحابہ کرامؓ ان پر رشک کیا کرتے تھے کیونکہ ان سب کے نزدیک حضرت عائشہ صدیقہؓ تمام صحابہ سے بڑھ کر عالم فاضل تھیں۔ حضرت عروہ بن زبیر بھانجا ہونے کے سبب بلا روک ٹوک ان کے پاس جا کر مسائل دریافت کر سکتے تھے۔ یہ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی بہن سیدہ اسماء بنت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا بیٹا تھا اور حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کا حقیقی بھائی تھا۔

* * *

علم و فضل' باطنی خوبیوں اور اوصاف حمیدہ کی وجہ سے رسول اکرم ﷺ کو سیدہ

عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ بے پناہ محبت تھی۔ ایک دفعہ حضرت عائشہ صدیقہؓ کے سر میں درد تھا۔ رسول اللہ ﷺ خود بھی بیمار تھے۔ آپ نے مسکراتے ہوئے ارشاد فرمایا اگر تم میری زندگی میں اللہ کو پیاری ہوئی تو میں اپنے ہاتھ سے تجھے غسل دوں گا اور اپنے ہاتھ سے تیری تجہیز و تکفین کروں گا اور تیرے لئے دعا کروں گا۔ سیدہ عائشہؓ نے بھی مسکراتے ہوئے ازراہِ تفننِ طبع جواب دیا۔ یہ رسول اللہ ﷺ یوں معلوم ہوتا ہے کہ آپ میری موت کا جشن مناتے۔ اگر ایسا ہو جائے تو مجھے امید ہے کہ آپ میرے اسی حجرے میں نئی بیوی لا کر آباد کریں گے۔ رسول اللہ ﷺ یہ بات سن کے بے ساختہ تبسم فرمانے لگے۔ اسی بیماری میں رسول اقدس ﷺ اللہ کو پیارے ہوئے۔

* * *

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ سرورِ عالم خلقِ مجسم ﷺ میرے گھر میں' میری باری کے دن' میری گود میں اللہ کو پیارے ہوئے۔ زندگی کے آخری لمحات میں میرا اور آپ کا لعابِ دہن اللہ رب العزت نے یوں ملایا کہ آپ میری گود میں سر رکھے ہوئے لیٹے ہوئے تھے۔ میرا بھائی عبدالرحمٰن اندر آیا' اس کے ہاتھ میں مسواک تھی۔ آپ مسواک کی طرف شوق بھری نظروں سے دیکھنے لگے۔ میں پہچان گئی کہ آپ مسواک کرنا چاہتے ہیں۔ میں نے عرض کی مسواک پیش کروں تو آپ نے سر سے اشارہ کیا کہ ہاں! میں نے بھائی جان سے مسواک لے کر آپ کے ہاتھ میں تھما دی۔ مسواک قدرے سخت تھی۔ میں نے عرض کی کیا اسے نرم کر دوں تو آپ نے پھر اشارہ کیا کہ ہاں۔ میں نے اپنے دانتوں سے چبا کر اسے نرم کیا اور آپ کی خدمت میں پیش کی۔ آپ اسے اپنے دانتوں پہ ملنے لگے۔ اس طرح میرا لعابِ دہن آپ کے لعابِ دہن سے مل گیا۔ میں اسے بہت بڑی نعمت سمجھتی ہوں۔ بلاشبہ یہ میرے لئے بہت بڑی سعادت تھی۔ آپ کے سامنے پانی بھرا ہوا ایک برتن پڑا تھا' جس میں آپ بار بار ہاتھ بھگو کر اپنے چہرے پہ ملتے' اور لا الٰہ الا

اللہ اِنَّ لِلْمَوْتِ سَکَرَاتٍ" کے الفاظ اپنی زبان سے ادا کرتے "اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں بلاشبہ موت کی مدہوشیاں اللہ کی پناہ" پھر آپ نے ہاتھ کے ساتھ اوپر اشارہ کرتے ہوئے "فی الرفیق الاعلی" کہا اور جان قفسِ عنصری سے پرواز کر گئی۔

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے خواب میں دیکھا کہ تین چاند ان کے حجرے میں اتر آئے۔ جب رسول اقدس ﷺ کا سانحۂ ارتحال پیش آیا اور آپ سیدہ عائشہؓ کے حجرے میں دفن ہوئے تو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا عائشہؓ یہ تیرے خواب کی تعبیر ہے کہ آج پہلا چاند تیرے حجرے میں جلوہ گر ہوا۔ بعد ازاں جب صدیق اکبرؓ اور فاروق اعظمؓ اس حجرے میں دفن ہوئے تو خواب کی تعبیر مکمل ہوئی۔

سیر اعلام النبلاء میں علامہ ذہبیؒ نے ایک روایت نقل کی ہے جس میں رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا «لاَ یُقْبَضُ النَّبِیُّ اِلاَّ فِی اَحَبِّ الاَمْکِنَۃِ اِلَیْہِ» "نبی کی روح اس کی پسندیدہ جگہ میں قبض کی جاتی ہے۔" اس سے ثابت ہوا کہ رسول اقدس ﷺ کو سیدہ عائشہ صدیقہؓ کا حجرہ سب سے زیادہ پسند تھا۔

* * *

ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے ۱۷ رمضان المبارک بروز منگل ۵۸ ہجری کو چھیاسٹھ سال کی عمر میں داعی اجل کو لبیک کہتے ہوئے جنت الفردوس کی راہ لی۔ ﴿اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ﴾ آپ کو جنت البقیع میں دفن کیا گیا۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے نماز جنازہ پڑھائی۔ دفن کرنے سے پہلے عبداللہ بن محمد بن عبدالرحمن بن ابی بکر صدیق اور عبداللہ بن عبدالرحمن بن ابی بکر صدیق قبر میں اترے اور اپنے ہاتھوں سے ام المؤمنین کو لحد میں اتارا۔

اللہ ان سے راضی اور وہ اپنے اللہ سے راضی

* * *

ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہؓ کے مفصل حالاتِ زندگی معلوم کرنے کے لئے درج ذیل کتب کا مطالعہ کیجئے۔

۱- البدایہ والنہایۃ	۹۵/۸
۲- الإصابة	۱۸/۸
۳- صحیح بخاری	مناقب الأنصار
٤- صحیح مسلم	فضائل الصحابة
۵- سیر اعلام النبلاء	۱۸۰/۲
٦- حلیة الاولیاء	٤۵/۲
۷- فتح الباری	۲۲٦/۷
۸- شرح السنة للبغوی	۱٦٦-۱٦۵/۹
۹- المستدرك للحاكم	۹/٤
۱۰- السنن الکبریٰ	۱۲۹/۷
۱۱- مصنف عبدالرزاق	٤٦٦-٤٦۵/۱۰
۱۲- المعجم الکبیر للطبرانی	۱۸۳/۲۳
۱۳- مسند ابو یعلیٰ	۲۹٤/٤
۱٤- مسند امام احمد	۲٦۰-۱۰۷/٦
۱۵- صفة الصفوة	۱۵/۲
۱٦- طبقات ابن سعد	٦٦-٦۳/۸
۱۷- الادب المفرد بخاری	۸۵۱
۱۸- مجمع الزوائد الهیثمی	۲۲۸/۹
۱۹- زاد المعاد	۱۰٦/۱
۲۰- المسند للحمیدی	۲۳۲

ام المومنین حضرت سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا

اللہ تعالیٰ نے مجھے صرف جنتی خاتون سے شادی کرنے کا حکم دیا ہے۔ (فرمان نبویؐ)

سودہ بنت زمعہ کے علاوہ کسی عورت کو دیکھ کر مجھے یہ خیال نہیں ہوا کہ اس کے قالب میں میری روح ہوتی۔ (عائشہ صدیقہؓ)

حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کی وفات کے بعد حرم نبویؐ میں آنے والی پہلی خاتون جسے اطاعت و فرمانبرداری ' سخاوت و فیاضی اور ایثار و قربانی میں امتیاز حاصل تھا۔ تمام ازواج مطہرات میں سب سے زیادہ دراز قامت تھی' جسے دیکھ کر حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے کہا۔ کاش میری روح اس خوبصورت قالب میں ہوتی۔ جسے ابتدائی مراحل میں ہی اسلام قبول کرنے کی سعادت حاصل ہو گئی تھی۔ جسے حبشہ اور مدینہ کی طرف دو ہجرتوں کا اعزاز حاصل ہوا' جس کا پہلا نکاح چچا کے بیٹے سکران بن عمرو سے ہوا۔ وہ فوت ہوا تو اس خاتون کو ام المؤمنین بننے کا اعزاز حاصل ہوا' جسے خواب میں حرم نبوی میں داخل ہونے کی بشارت مل گئی تھی۔ جس نے خواب میں اپنی گود میں چاند اترتے دیکھا' جس نے امیر المؤمنین عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی جانب سے درہم و دینار سے بھری ہوئی تھیلی غرباء و مساکین میں تقسیم کر دی۔ اور ان میں سے ایک درہم بھی اپنے پاس نہیں رکھا۔ جس کا نام سودہ بنت زمعہ ہے۔

آیئے اس عظیم المرتبت خاتون کی حیات طیبہ کو اپنے لئے مشعل راہ بنائیں۔

حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کے والد کا نام زمعہ بن قیس بن عبد شمس تھا اور والدہ کا نام شموس بنت قیس بن عمرو تھا۔ یہ قبیلہ بنو نجار میں سے تھیں۔ جب کہ والد کا تعلق قریش کی مشہور شاخ بنو عامر بن لوی سے تھا۔ جوان ہوئیں تو ان کا نکاح چچا کے بیٹے سکران بن عمرو سے ہوا۔ یہ سہیل' سھل' حاطب اور سلیط کا حقیقی بھائی تھا۔ ان سب بھائیوں کو صحابی رسول بننے کا شرف حاصل ہوا۔ حضرت سودہ بنت زمعہ نے ابتدائی ایام میں ہی اسلام قبول کر لیا تھا' اور ان کا خاوند سکران بن عمرو بھی دائرہ اسلام

میں داخل ہو گیا تھا- دونوں نے حبشہ کی جانب ہجرت کرنے کی سعادت حاصل کی اور مہاجرین کے دوسرے قافلے میں شامل ہوئے- دونوں میاں بیوی عرصہ دراز تک حبشہ میں اکٹھے رہے- وہاں انہیں اللہ تعالیٰ نے ایک چاند سا بیٹا عطا کیا جس کا نام عبدالرحمان رکھا- کچھ عرصہ بعد یہ حبشہ سے مکہ واپس لوٹ آئے۔

ایک روز حضرت سودہ بنت زمعہ نے خواب میں دیکھا کہ رسول اقدس ﷺ ان کے گھر تشریف لائے ہیں اور انہیں گردن سے پکڑا ہے- بیدار ہوئیں تو اس خواب کا تذکرہ اپنے خاوند سے کیا- اس نے اس خواب کی تعبیر بیان کرتے ہوئے کہا: اے سودہ تیرے اس خواب سے ظاہر ہوتا ہے کہ میرے فوت ہو جانے کے بعد تیری شادی رسول اقدس ﷺ سے ہوگی-

دوسری دفعہ خواب دیکھا کہ چاند ان کی گود میں اتر آیا ہے- یہ خواب بھی اپنے خاوند سکران بن عمرو کو بتایا تو اس نے کہا: اس کی تعبیر یہ ہے کہ میں جلدی فوت ہو جاؤں گا- اور تیرا نکاح رسول اللہ ﷺ سے ہو جائے گا- اللہ کا کرنا ایسا ہوا کہ کچھ عرصہ بعد سکران بن عمرو اچانک بیمار ہوا اور چند دنوں میں داعیٔ اجل کو لبیک کہتا ہوا اللہ کو پیارا ہو گیا- سودہ بنت زمعہؓ بیوہ ہو گئی- خاوند کی جدائی میں دل اچاٹ رہنے لگا-

ایک روز حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کی بیوی خولہ بنت حکیم رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں- اس وقت تک حضرت سودہ اپنی عدت کے ایام گزار چکی تھیں- حضرت خولہ نے سلام دعا کے بعد عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ آج کل آپ بڑے مغموم دکھائی دے رہے ہیں- شاید خدیجۃ الکبریٰؓ کی جدائی بھلائی نہیں جا رہی-

آپ نے فرمایا خولہ واقعی خدیجہ بہت عظیم خاتون تھی- جس نے میری بہت خدمت کی وہ مجھے بہت یاد آتی ہے- عرض کی یا رسول اللہ ﷺ آپ شادی کیوں نہیں کر لیتے؟ اس سے آپ کا گھر آباد ہو جائے گا-

فرمایا: کس سے کروں؟

عرض کی: میری نظر میں ایک خاتون ہے۔ اجازت ہو تو اس سے بات کروں۔

فرمایا: وہ کون ہے؟

عرض کی سودہ بنت زمعہ۔ اس کا خاوند فوت ہو چکا ہے۔ آپ نے فرمایا ٹھیک ہے بات کرو۔ اگر وہ رضا مند ہو تو مجھے یہ رشتہ منظور ہے۔ خولہ بنت حکیم اجازت ملنے پر مسرت بھرے جذبات لے کر سودہ کے گھر گئی۔ سلام دعا اور حال احوال دریافت کرنے کے بعد کہا: کہ میں تیرے لئے بہت بڑی خوشخبری لے کر آئی ہوں۔ حضرت سودہ نے مسکراتے ہوئے کہا کیا خوشخبری لائی ہو بتاؤ تو سہی۔

اس نے کہا میں نے سرور عالم' رسول اقدس ﷺ سے تیرے بارے میں بات کی' انہوں نے پسندیدگی کا اظہار فرمادیا ہے۔ تیرے کیا ارادے ہیں؟ یہ خبر سنتے ہی حضرت سودہ کا چہرہ خوشی سے تمتما اٹھا۔ کہنے لگی میرا یہ نصیب! مجھے اور کیا چاہیے؟ لیکن پہلے میرے ابا جان سے بھی بات کر لو۔ حضرت خولہ ان کے والد زمعہ کے کمرے میں گئیں۔ وہ بوڑھا تھا اور نظر بھی قدرے کمزور تھی۔ پوچھا کون؟ اسے بتایا میں عثمان بن مظعون کی اہلیہ خولہ ہوں۔ اس نے خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کہا: آؤ بیٹا کیسے آنا ہوا؟

حضرت خولہ نے کہا: آپ کی بیٹی سودہ کو حرم نبوی میں لے جانے کے لیے آئی ہوں۔ آپ کا کیا خیال ہے؟ زمعہ نے خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کہا میری نظر میں بہت مناسب رشتہ ہے۔ اپنی سہیلی سے بھی پوچھ لو۔ اس نے کہا میں نے پوچھ لیا ہے۔ والد نے کہا ٹھیک ہے۔ بیٹی راضی ہے تو میں بہت خوش ہوں۔

حضرت خولہ بنت حکیم رضی اللہ عنہا نے رسول اقدس ﷺ کو روئیداد سنائی تو آپ تیار ہو کر حضرت سودہ کے گھر گئے۔ ان کے والد نے نکاح پڑھایا۔ آپ نے چار سو درہم مہر ادا کیا' اور انہیں اپنے گھر لے آئے۔ اس طرح حضرت سودہ بنت

زمعہ رضی اللہ عنہا کو ام المؤمنین ہونے کا اعزاز حاصل ہوا۔ جب اس کے بھائی عبداللہ بن زمعہ کو پتہ چلا کہ میری بہن نے رسول اقدس ﷺ سے نکاح کر لیا وہ اس وقت چونکہ مسلمان نہیں ہوا تھا۔ اس نے انتہائی افسوس کا اظہار کرتے ہوئے اپنے سر میں خاک ڈالی۔ جب اسے اسلام قبول کرنے کی سعادت حاصل ہوئی تو اسے اپنی غلطی کا احساس ہوا۔ طبیعت پہ یہ تاثر زندگی بھر رہا کہ مجھے ایسا نہیں کرنا چاہیے تھا۔ میرے لیے تو خود یہ بڑے اعزاز کی بات تھی' میں نے افسوس کا اظہار کرنے میں بہت بڑی غلطی کا ارتکاب کیا۔ اللہ مجھے معاف فرمائے۔

* * *

ام المؤمنین حضرت سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا شادی کے بعد رسول اقدس ﷺ کے گھر منتقل ہو گئیں۔ شب و روز شاداں و فرحاں گزرنے لگے۔ اپنی قسمت پہ نازاں اور اپنے مستقبل پہ مطمئن' ہر وقت دل میں سرور اور سکون کی دلآویز کیفیت' جب رسول اقدس ﷺ ان کے پاس آکر بیٹھتے تو یہ بسا اوقات آپ کو حبشہ میں بیتے ہوئے یادگار لمحات کی روئیداد سنانے لگتیں۔ آپ بڑی دلچسپی سے یہ باتیں سنتے اور جب حضرت رقیہؓ اور حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کا تذکرہ کرتیں تو آپ اور زیادہ گہری دلچسپی ظاہر کرتے۔ ان دنوں آپ کا قیام اس گھر میں تھا' جو حضرت خدیجۃ الکبریٰ کی ملکیت تھا۔ آپ کی دختران ذی وقار ام کلثوم اور فاطمۃ الزہراء بھی وہاں رہائش پذیر تھیں۔

ایک روز رقیہ بنت رسولؐ اپنے خاوند عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے ہمراہ حبشہ سے واپس مکہ پہنچیں۔ گھر میں قدم رکھا تو بہنوں نے خوشی اور غمی کے ملے جلے جذبات سے استقبال کیا۔ غمی والدہ حضرت خدیجۃ الکبریٰ کے وفات پا جانے کی تھی اور خوشی عرصہ دراز کے بعد اپنی بہن رقیہ کے دیکھنے کی تھی۔ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا جب فوت ہوئیں اس وقت حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا حبشہ میں تھیں۔ تینوں بہنوں نے اپنی والدہ کو یاد کر کے آنسو بہائے اور اپنا غم ہلکا کیا۔

حضرت سودہ رضی اللہ عنہا نے آگے بڑھ کر رقیہ کو پیار سے گلے لگایا۔ حبشہ میں قیام کے دوران ان کے وہم و گمان میں بھی نہ تھا کہ مستقبل میں اس نوعیت کی رشتہ داری قائم ہو جائے گی۔ اب حضرت سودہ رضی اللہ عنہا ان کی سوتیلی والدہ کے روپ میں سامنے تھیں۔ حضرت رقیہؓ کو آرام کرنے کے لیے کہا تاکہ سفر کی تھکان اتر جائے۔ رسول اللہ ﷺ نے اپنی لاڈلی بیٹی رقیہؓ اور عزیز داماد عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو دیکھ کر انتہائی مسرت کا اظہار کیا۔

حبشہ میں پناہ گزین جان نثار صحابہ کرامؓ اور حکمران نجاشی کے حالات معلوم کیے۔ مکہ معظمہ کے معاشرتی حالات بدستور خراب تھے، مسلمانوں کو طرح طرح کی تکالیف دینا مشرکین کا مشغلہ بنا ہوا تھا۔ وہ اپنا یہ ظالمانہ طرز عمل بدلنے کے لیے تیار نہ تھے، ہر روز کسی نہ کسی مسلمان کو دردناک اذیت پہنچانا ان کا معمول بن چکا تھا۔ اب وہاں سے کوچ کر جانے کے علاوہ کوئی اور چارہ کار دکھائی نہ دے رہا تھا۔ ان کٹھن حالات کو پیش نظر رکھتے ہوئے رسول اقدس ﷺ نے صحابہ کرامؓ کو مدینہ منورہ ہجرت کر جانے کا حکم دیا۔ پھر ایک روز اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے رسول اقدس ﷺ کو بھی ہجرت کا حکم دے دیا۔ آپ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو ہمراہ لے کر اس مقدس سفر پر روانہ ہو گئے، مدینہ پہنچ کر حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے گھر قیام کیا۔ کچھ عرصے کے بعد رسول اقدس ﷺ نے زید بن حارثہؓ اور ابو رافع کو دو اونٹ اور پانچ سو درہم دے کر مکہ روانہ کیا تاکہ اہل خانہ کو وہاں سے لے آئیں۔ یہ مکہ معظمہ پہنچے وہاں سے حضرت سودہؓ، ام کلثومؓ، فاطمۃ الزہراؓ، ام ایمنؓ اور اسامہ بن زید کو اپنے ساتھ لے کر مدینہ منورہ کی طرف روانہ ہوئے۔ ام ایمن حبشیہ حضرت زید بن حارثہؓ کی بیوی اور اسامہ اس کا فرزند ارجمند تھا۔ یہ قافلہ مدینہ منورہ پہنچ کر حارثہ بن نعمان انصاری کے گھر قیام پذیر ہوا۔

مدینہ منورہ میں تین سال قیام کے بعد رسول اقدس ﷺ نے عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو اپنے گھر بسایا جب کہ ان سے نکاح مکہ معظمہ قیام کے دوران ہو چکا تھا،

اس کے بعد مختلف اوقات میں حفصہ بنت عمرؓ، زینب بنت جحشؓ، ام سلمہؓ اور دیگر ازواج مطہرات کو حرم نبوی کی زینت بننے کا موقع میسر آیا۔ یہ قدسی نفوس ہستیاں چشم فلک نے پہلی بار دیکھیں۔

الٰہی یہ کیا دور تھا! مدینہ منورہ کے صحرائی سینے پر یہ کیسا خوشنما گلستان آباد ہو گیا تھا۔ جس کی مہک نے چہار دانگ عالم کو مسحور کر دیا۔ مدینے کی گلیاں اہل اسلام کے لئے محبت کا محور و مرکز بن گئیں۔ یہ ساری رونقیں اور یہ ساری رحمتیں رحمۃ للعالمین ﷺ کے دم قدم سے چہار سو دکھائی دینے لگیں۔ فرشتے بھی اس مقدس انسانی گروہ کو رشک بھری نگاہوں سے دیکھنے لگے۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام اس مقدس شہر میں بار بار آئے۔

* * *

ام المومنین حضرت سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا جب بوڑھی ہو گئیں تو ان کے دل میں یہ اندیشہ پیدا ہوا کہ کہیں مجھے طلاق دے کر فارغ ہی نہ کر دیا جائے۔ ایک روز رسول اللہ ﷺ کی خدمت اقدس میں عرض کی آپ دیکھ رہے ہیں کہ میں بوڑھی ہو چکی ہوں میری دلی تمنا ہے کہ قیامت کے روز مجھے ازواج مطہرات کے زمرے میں اٹھایا جائے۔ میں خوشی سے اپنی باری عائشہ صدیقہؓ کو تفویض کرتی ہوں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ان کی جانب سے یہ ایثار دیکھ کر بڑی متاثر ہوئیں۔ ورنہ عام طور پر سکنا پے میں ایسا ہوا نہیں کرتا۔

ایک روز حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے ام المومنین حضرت سودہ بنت زمعہؓ کے لیے قدر کی تعریف کرتے ہوئے ارشاد فرمایا "سودہ بنت زمعہ کے علاوہ کسی عورت کو دیکھ کر مجھے یہ خیال نہیں ہوا کہ اس کے قالب میں میری روح ہو۔"

نسائی، تحفۃ الاشراف، المواھب اللدنیہ اور مجمع الزوائد میں منقول ہے۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ ایک روز میں، سودہ بنت زمعہ اور رسول

اقدس ﷺ ایک ساتھ بیٹھے ہوئے تھے۔ میں نے کھانے کے لئے حریرہ تیار کیا ہوا تھا۔ سودہ سے کہا تم بھی کھاؤ۔ اس نے کھانے سے انکار کر دیا۔ میں نے ازراہ مذاق کہا کہ کھاؤ گی یا تمہارے منہ پر مل دوں۔ وہ خاموش بیٹھی رہی اور کھانے کی طرف ہاتھ نہ بڑھایا۔ رسول اقدس ﷺ یہ منظر دیکھ کر محظوظ ہو رہے تھے۔ میں نے پیالے سے تھوڑا سا حریرہ لیا اور اس کے منہ پر مل دیا۔ رسول اقدس ﷺ یہ دیکھ کر مسکرائے اور سودہ بنت زمعہ سے کہا کہ تم بھی اس کے چہرے پر حریرہ مل کر اپنا بدلہ لو۔ اس نے بھی سرتاج کا حکم مان کر حریرہ میرے چہرے پر ملا۔ رسول اقدس ﷺ دیکھ کر ہنسے اور فرمایا یہ رہا بدلہ۔ آپس میں اس قسم کا ہلکا پھلکا مذاق خوشگوار گھریلو ماحول کی علامت ہوتی ہے۔ کیونکہ اس قسم کے مزاح سے ماحول میں چاشنی پیدا ہو جاتی ہے۔

طبقات ابن سعد میں مذکور ہے کہ ایک روز حضرت سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا نے رسول اقدس ﷺ سے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ کل رات میں نے آپ کے پیچھے نفلی نماز کی نیت باندھ لی تھی۔ آپ دیر تک رکوع میں رہے مجھے زیادہ دیر رکوع میں جھکے ہونے یوں محسوس ہوا کہ جیسے ابھی ناک سے نکسیر پھوٹ نکلے گی۔ میں نے اس اندیشہ سے کہ کہیں خون کے قطرے نیچے گرنے نہ شروع ہو جائیں اپنی ناک کو مضبوطی سے پکڑ لیا۔ آپ یہ بات سن کر بے ساختہ ہنس پڑے۔ ازواج مطہرات گھریلو ماحول کو خوشگوار بنانے کے لیے بسا اوقات ایک دوسری سے ہنسی مذاق بھی کر لیا کرتی تھیں۔

جب حضرت سودہ بنت زمعہ نے رسول اقدس ﷺ کی زبان مبارک سے فتنہ دجال کے بارے میں سنا۔ آپ دجال کے تذکرے سے بہت زیادہ خوف زدہ ہو جایا کرتی تھیں تمام ازواج مطہرات کو ان کی اس عادت کا علم تھا۔ جونہی دجال کا تذکرہ ہوتا بس حضرت سودہ کی طبیعت غیر ہو جاتی۔

ایک روز حضرت عائشہ صدیقہؓ اور حضرت حفصہؓ نے حضرت سودہ بنت زمعہؓ کے سامنے دجال کی آمد کا تذکرہ کر دیا۔ بس پھر کیا تھا کہ وہ سنتے ہی بھاگ کر

ایک ایسے کمرے میں چھپ گئیں جو دھوئیں اور جالوں سے اٹا پڑا تھا۔ یہ منظر دیکھ کر دونوں مسکرا رہی تھیں کہ رسول اقدس ﷺ تشریف لے آئے۔ پوچھا کیوں مسکرا رہی ہو؟ بتایا یہ ماجرا ہے۔ سودہ اس کمرے میں ڈر کے مارے چھپی ہوئی ہے۔ رسول اقدس ﷺ نے اسے تسلی دی کہ باہر آجاؤ کوئی دجال وغیرہ نہیں آیا۔ وہ آپ کی آواز سن کر کمرے سے باہر آئیں اور خود بھی صورت حال معلوم ہوتے ہی مسکرانے لگیں۔ ایسا منظر اسی گھر میں دکھائی دیتا ہے جہاں بسنے والوں کے دل پاکیزہ اور صاف ہوں' باہمی تعلقات خوشگوار ہوں اور آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ محبت' شفقت اور ہمدردی کا رویہ اختیار کیا جاتا ہو۔

تاریخ طبری کامل ابن اثیر اور سیرت ابن ہشام میں مذکور ہے کہ غزوۂ بدر میں کامیابی حاصل کرنے کے بعد جب لشکر اسلام واپس لوٹا تو اس کے ہمراہ بہت سے قیدی بھی تھے۔ ان قیدیوں میں سہیل بن عمرو عامری بھی تھا۔ یہ حضرت سودہ بنت زمعہؓ کے پہلے خاوند سکران بن عمرو کا بھائی تھا اسے مالک بن دخشم کی تحویل میں دیا ہوا تھا۔

لشکر اسلام رسول اقدس ﷺ کی قیادت میں مدینہ منورہ کی جانب رواں دواں تھا۔ راستے میں سہیل بن عمرو نے مالک بن دخشم سے کہا مجھے بول و براز کی حاجت محسوس ہو رہی ہے' ذرا رک جائیں۔ وہ اسے لے کر ایک طرف ہو گئے تاکہ یہ قضائے حاجت سے فارغ ہو جائے۔ اس نے موقع کو غنیمت جانتے ہوئے وہاں سے دوڑ لگا دی۔ مالک بن دخشم نے رسول اقدس ﷺ کو اطلاع دی۔ آپ نے لشکر کو رک جانے کا حکم دیتے ہوئے کہا یہ جہاں بھی ملے اسے گرفتار کر کے لایا جائے یا وہیں قتل کر دیا جائے۔

مجاہدین اس کی تلاش میں چاروں طرف پھیل گئے۔ وہ صورت حال دیکھ کر درخت کی اوٹ میں چھپ کر کھڑا ہو گیا۔ مجاہدین کی نظر پڑی تو اسے گرفتار کر لیا گیا اور اس کے دونوں ہاتھ باندھ کر گردن کے ساتھ جکڑ دیئے گئے اور اسی حالت

میں اسے مدینہ منورہ لایا گیا۔

حضرت سودہ بنت زمعہؓ نے جب اپنے پہلے خاوند کے بھائی کو اس انداز میں گرفتار دیکھا تو اسے غیرت دلاتے ہوئے برجستہ کہا: اس ذلت آمیز زندگی سے تو تمہیں عزت کی موت مر جانا چاہیے تھا۔ تمہیں گرفتاری دیتے ہوئے شرم نہیں آئی۔ حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کو یہ معلوم نہ تھا کہ رسول اللہ ﷺ اس کی بات سن رہے ہیں۔

آپ نے فرمایا: سودہ تم اسے اللہ اور رسول کے خلاف برانگیختہ کر رہی ہو۔

حضرت سودہ رضی اللہ عنہا رسول اقدس ﷺ کی یہ بات سنتے ہی شرمندہ ہوئیں اور برجستہ کہا یا رسول اللہ ﷺ میں معافی چاہتی ہوں۔ دراصل یہ منظر دیکھ کر میں برداشت نہ کر سکی اور بے ساختہ یہ باتیں میرے منہ سے نکل گئیں۔ میں اللہ اور رسول کی اطاعت گزار اور فرمانبردار ہوں۔ اگر آپ کو میری یہ بات ناگوار گزری تو میں تہہ دل سے معافی کی طلب گار ہوں۔ آپ یہ انداز دیکھ کر مسکرا پڑے اور ان کی معذرت قبول کرتے ہوئے آپ نے یہ عام اعلان کر دیا کہ جس کے قبضے میں جو قیدی ہے وہ اس کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آئے۔

اس اعلان کا اثر یہ ہوا کہ ہر مجاہد کھانے کے وقت پہلے اپنی تحویل میں دیئے گئے قیدی کو کھانا کھلاتا اور پھر اس کے بعد خود کھاتا۔ بعد میں سہیل بن عمرو اور اس کے دوسرے حقیقی بھائیوں نے اسلام قبول کر لیا۔

* * *

حضرت سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا کا جسم چونکہ قدرے بھاری تھا انہیں چلنے میں دشواری پیش آتی تھی۔ حجۃ الوداع میں رسول اقدس ﷺ نے انہیں لوگوں کے اژدحام سے پہلے مزدلفہ جانے کی اجازت دے دی تھی۔ تاکہ یہ آرام سے منزل پر پہنچ جائیں۔ بخاری شریف میں یہ روایت منقول ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ہم مزدلفہ میں ٹھہرے سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا نے لوگوں کی

بھیڑ سے پہلے روانگی کی اجازت طلب کی کیونکہ وہ سست رفتار خاتون تھی آپ نے اسے روانگی کی اجازت دے دی تو وہ لوگوں کی بھیڑ سے پہلے اگلی منزل پر روانہ ہو گئیں۔ لیکن ہم وہاں صبح تک قیام پذیر رہے۔ جب رسول اقدس ﷺ روانہ ہوئے تو ہم بھی آپ کے ہمراہ چلے۔ اگر میں بھی سودہ بنت زمعہ کی طرح روانگی کی اجازت طلب کر لیتی تو کتنا مزا آتا دل خوش ہو جاتا۔

حجۃ الوداع کے بعد حضرت سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا پھر کبھی حج کے لئے تشریف نہیں لے گئیں۔ اسی طرح حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا نے بھی ایسے ہی کیا۔ مستقل مدینہ میں رہیں۔ رسول اللہ ﷺ کے دنیائے فانی سے کوچ کر جانے کے بعد ان دونوں نے سفر پہ جانا ترک کر دیا تھا

حضرت سودہ فرمایا کرتی تھیں:

((حَجَجْتُ وَاعْتَمَرْتُ فَأَنَا أَقَرُّ فِي بَيْتِي كَمَا أَمَرَنِيَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ))

"میں نے حج بھی کر لیا ہے اور عمرہ کی سعادت بھی حاصل کر لی ہے۔ اب میں اپنے گھر میں رہوں گی جیسا کہ اللہ نے مجھے یہ حکم دیا ہے۔"

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے

﴿وَقَرْنَ فِي بُيُوتِكُنَّ﴾ (الاحزاب: ۳۳)

"اپنے گھروں میں ٹھہری رہا کرو۔"

حضرت سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا نے زندگی بھر اس حکم پر بڑی سختی سے عمل کیا۔

حضرت سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا کی طبیعت میں فیاضی اور سخاوت کا عنصر غالب تھا۔ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے اپنے دور خلافت میں درہم و دینار سے بھری ہوئی ایک تھیلی خادم کے ہاتھ ان کی خدمت میں بھیجی۔ آپ نے پوچھا یہ کیا ہے؟

بتایا گیا کہ اس میں درہم و دینار ہیں۔

فرمایا: کیا درہم و دینار بھی کھجوروں کی طرح تھیلیوں میں ڈالے جاتے ہیں۔ پھر وہ

تمام نقدی غرباء و مساکین میں بانٹ دی۔ اور اپنے پاس ان میں سے کچھ نہ رکھا۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضرت سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا کو خطرہ محسوس ہوا کہ کہیں نبی اقدس ﷺ مجھے طلاق دے کر فارغ نہ کر دیں تو ایک روز عرض کی یا رسول اللہ ﷺ مجھے اپنے پاس رہنے دیں مجھے طلاق نہ دیں۔ میں چاہتی ہوں کہ قیامت کے روز مجھے ازواج مطہرات کے زمرہ میں اٹھایا جائے۔ میں اپنی باری عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو تفویض کرتی ہوں۔ اس موقع پر قرآن حکیم کی یہ آیت نازل ہوئی۔

﴿وَاِنِ امْرَاَةٌ خَافَتْ مِنْۢ بَعْلِهَا نُشُوْزًا اَوْ اِعْرَاضًا فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَآ اَنْ يُّصْلِحَا بَيْنَهُمَا صُلْحًا ۭ وَالصُّلْحُ خَيْرٌ﴾ (النساء - ۱۲۸)

"اور اگر کسی عورت کو ڈر ہو اپنے خاوند کی طرف سے بدسلوکی یا بے رخی کا تو کچھ گناہ نہیں ان دونوں پر کہ صلح کرلیں آپس میں کسی طریقے سے اور صلح بہتر ہے۔"

علامہ ذہبی رقم طراز ہیں کہ حضرت سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا سے پانچ احادیث مروی ہیں۔ صحابہ کرام میں سے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اور تابعین میں سے یحیٰی بن عبداللہ انصاری نے ان سے احادیث روایت کی ہیں۔ بخاری شریف میں عکرمہ بن عباس کے حوالے سے حضرت سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا کی یہ روایت منقول ہے۔

فرماتی ہیں:

«مَاتَتْ لَنَا شَاةٌ فَدَبَغْنَا مِسْكَهَا ثُمَّ مَازِلْنَا نَنْبِذُ حَتّٰى صَارَتْ شَنًّا»

"ہماری ایک بکری مر گئی تو ہم نے اس کا چمڑا رنگ لیا۔ ہم اس میں نبیذ بنایا کرتے تھے' یہاں تک کہ وہ چمڑا بوسیدہ ہو گیا۔"

اس سے یہ ثابت ہوا کہ مرے ہوئے جانور کا چمڑا استعمال میں لایا جا سکتا ہے۔

اسی طرح مسند امام احمد میں حضرت سودہ بنت زمعہؓ کے حوالے سے یہ روایت منقول

ہے۔

عَنْ اُمِّ الْمُؤْمِنِيْنَ سَوْدَةَ بِنْتِ زَمْعَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ جَاءَ رَجُلٌ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: اِنَّ اَبِيْ شَيْخٌ كَبِيْرٌ لَا يَسْتَطِيْعُ اَنْ يَحُجَّ قَالَ: "اَرَاَيْتَ لَوْكَانَ عَلٰى اَبِيْكَ دَيْنٌ فَقَضَيْتَهُ عَنْهُ قُبِلَ مِنْكَ قَالَ نَعَمْ: قَالَ فَاللّٰهُ اَرْحَمُ حُجَّ عَنْ اَبِيْكَ"

فرماتی ہیں کہ ایک شخص رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی۔ میرا باپ بوڑھا ہو چکا ہے' وہ حج کرنے کی طاقت نہیں رکھتا۔ آپ نے فرمایا: تمہارا کیا خیال ہے کہ اگر تیرے باپ پر قرض ہو اور تو اسے ادا کر دے کیا یہ تیری جانب سے قبول نہیں کر لیا جائے گا؟ اس نے کہا: ہاں آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ زیادہ رحم و کرم کرنے والا ہے۔ اپنے باپ کی طرف سے تم حج کرو۔

اس روایت سے حج بدل کا جواز ثابت ہوتا ہے۔

رسول اقدس ﷺ کے اس دنیا سے کوچ کر جانے کے بعد خلفائے راشدین نے ازواج مطہرات کی خدمت کو اپنے لئے سعادت سمجھا اور اس میں کوئی کسر باقی اٹھا نہ رکھی۔

حضرت سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا نے ۸۰ سال کی عمر میں وفات پائی۔ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے دور خلافت کے آخری ایام تھے۔ مدینہ منورہ جنت البقیع میں دفن کیا گیا۔

اللہ ان سے راضی اور یہ اپنے اللہ سے راضی

* * *

ام المومنین سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا کے مفصل حالات زندگی معلوم کرنے کے لیے درج ذیل کتابوں کا مطالعہ کریں۔

۱۔ تہذیب الاسماء واللغات ۳۴۸/۲

۲- الاصابة فی تمیز الصحابه ۳۲۰/۴
۳- الاستیعاب ۳۱۷/۴
۴- اسد الغابة ۱۵۷/۶
۵- جامع الاصول ۱۴۵/۹
۶- تهذیب التهذیب ۴۲۶/۱۲
۷- السمط الثمین ۱۱۷
۸- مجمع الزوائد ۲۴۶/۹
۹- سیر اعلام النبلاء ۲۶۵/۲
۱۰- طبقات ابن سعد ۵۲۱/۸-۵۸
۱۱- شذرات الذهب ۱۷۹/۱
۱۲- البداية والنهاية ۷۰/۶
۱۳- الکامل فی التاریخ ۳۰۷/۲
۱۴- تاریخ الطبری ۳۹/۲
۱۵- المحبر ۷۹
۱۶- مختصر تاریخ دمشق ۲۷۱/۲
۱۷- السیرة النبوية ۳۶۸/۱
۱۸- السیرة الحلبیة ۴۲/۲
۱۹- زاد المعاد ۱۰۵/۱
۲۰- عیون الاثر ۲۷۷/۲
۲۱- انساب الاشراف ۲۱۹/۱
۲۲- المواهب اللدنیه ۷۹/۲
۲۳- جمهرة انساب العرب ۱۶۶/۱
۲۴- المجتبیٰ من المجتبیٰ ۱۹

۲۵ – دلائل النبوۃ ۲/۴۰۹

۲۶ – الاعلام زرکلی ۳/۱۴۵

۲۷ – تحفۃ الاشراف ۱۲/۲۶۱

۲۸ – مسند امام احمد ۲/۴۴۲

۲۹ – فتح الباری ۱۱/۵۷۷

۳۰ – الدر المنثور ۲/۷۱۰

ام المومنین سیدہ حفصہ بنتِ عمر رضی اللہ عنہما

"ایک روز حضرت جبریل علیہ السلام رسولِ اقدس ﷺ کے پاس تشریف لائے اور سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں ارشاد فرمایا: یہ بہت زیادہ روزے رکھنے والی اور عبادت گذار خاتون ہے اور یہ جنت میں بھی آپ کی بیوی ہوگی۔"

(مستدرک حاکم ۴ / ۱۵)

سراجِ اہلِ جنت سیدنا فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کی نورِ چشم، جلیل القدر صحابی سیدنا عثمان بن مظعونؓ کی بھانجی--- جس کی نمازِ جنازہ سید المرسلین ﷺ نے خود پڑھائی اور اپنے ہاتھوں سے جنت البقیع میں دفن کیا- یہ وہ خوش نصیب صحابی ہیں جنہیں سب سے پہلے جنت البقیع میں دفن کیا گیا--- عظیم المرتبت سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی ہمشیرہ جس کے بہتر و برتر ہونے کی شہادت خود رسولِ اقدس ﷺ نے ان الفاظ میں کی، "نعم الرجل عبداللہ" (عبداللہ بہترین شخص ہے) عظیم الشان مجاہد، جرنیل، شہید صحابی حضرت زید بن خطاب رضی اللہ عنہ کی بھتیجی جس کی عظمتوں کا اعتراف کرتے ہوئے سیدنا فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ نے یہ ارشاد فرمایا:

"میرا بھائی کتنا عظیم ہے کہ اس نے مجھ سے پہلے اسلام قبول کرنے کی سعادت حاصل کی اور مجھ سے پہلے شہادت کا بلند مرتبہ حاصل کرنے میں کامیاب ہوا-"

عابدہ، زاہدہ، قاریہ، ادیبہ، فصیحۃ البیان، بلیغۃ الکلام، زود فہم، صاف گو، تیز طراز کریمہ بنتِ کریم اور نبیلہ بنتِ نبیل حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا جس کے سات رشتہ دار غزوۂ بدر میں شریک ہوئے جن کے اسمائے گرامی یہ ہیں- والد محترم فاروقِ اعظم سیدنا عمر بن خطابؓ، چچا زید بن خطابؓ، خاوند خنیس بن حذافہ سہمیؓ، تین ماموں عثمان بن مظعونؓ، قدامہ بن مظعونؓ، عبداللہ بن مظعونؓ اور ماموں زاد بھائی سائب بن عبداللہ بن مظعونؓ- یہ بدری صحابہ کرامؓ وہ عالی مرتبت ہستیاں ہیں جن کی شان میں رسولِ اقدس ﷺ نے یہ ارشاد فرمایا:

«اِعْمَلُوْا مَا شِئْتُمْ فَقَدْ وَجَبَتْ لَكُمُ الْجَنَّةُ»

"اے اہل بدر اب جو چاہو کرو تمہارے لئے جنت واجب ہو گئی"

وہ خوش اطوار و خوش خصال خاتون جس کی عظمت واہمیت کو اجاگر کرتے ہوئے سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے ارشاد فرمایا کہ ازواج مطہرات میں صرف حفصہ ہی ایک ایسی خوش نصیب خاتون تھی جو کبھی کبھار میرے مقابلے میں آتی۔

سیدنا فاروق اعظم کی تربیت میں پل کر جوان ہونے والی قابل صد احترام خاتون کی زندگی کا تذکرہ مسلم خواتین کے لئے ایک روشن اور جگمگاتی شمع کی طرح ہو گا جس سے ہر خاتون تاریک ماحول میں بھی صراط مستقیم پر گامزن ہونے کے قابل ہو سکتی ہے۔ آیئے ان کی قابل رشک زندگی کے درخشاں حالات سے روشنی حاصل کرتے ہوئے اپنے لئے صراط مستقیم کا تعین کر سکیں۔

❋ ❋ ❋

سید المرسلین' شفیع المذنبین' محبوب رب العالمین' رحمت عالم' خلق مجسم' شاہ امم سلطان مدینہ ﷺ کی بعثت سے پانچ سال پہلے تعمیر کعبہ کی تجدید کا مرحلہ پیش آیا۔ حجر اسود کے مقام پر آکر تعمیر کا کام رک گیا۔ سرزمین عرب کا ہر قبیلہ یہ سعادت حاصل کرنا چاہتا تھا کہ حجر اسود نصب کرنے کا کام اس کے ہاتھوں سرانجام دیا جائے۔ کوئی بھی اس نعمت سے دستبردار ہونے کے لئے تیار نہ تھا۔ خطرہ تھا کہ تنا کشمکش طول اختیار کر جائے اور کشت و خون کا ایک نا ختم ہونے والا سلسلہ شروع ہو جائے۔

حضرت محمد ﷺ ابھی منصب رسالت پر فائز نہیں ہوئے تھے لیکن صداقت و امانت میں معروف تھے۔ فیصلہ یہ ہوا کہ صبح کے وقت سب سے پہلے جو بیت اللہ کے پاس تشریف لائے اسے حجر اسود اپنی جگہ پر رکھنے کا اعزاز حاصل ہو گا۔ اللہ کا کرنا ایسا ہوا کہ سب سے پہلے آنے والے حضرت محمد ﷺ تھے' سب خوش ہو گئے۔ آپ پر سب نے اتفاق کر لیا۔ آپ نے بھی یہ فیصلہ دے کر تمام حاضرین کو ورطہ حیرت میں ڈال دیا کہ ایک بڑی چادر منگوائی' اپنے ہاتھوں سے اٹھا کر پتھر اس میں رکھ دیا۔ تمام قبائل کے سرداروں سے کہا کہ سبھی مل کر چادر کو اوپر اٹھاؤ۔ ارشاد

کی تعمیل کی گئی۔ جب چادر اوپر اٹھائی گئی تو آپ نے اپنے مبارک ہاتھوں سے حجر اسود کو اٹھایا اور اس کی جگہ پر نصب کر دیا۔ آپ کا حکیمانہ انداز دیکھ کر سبھی لوگ شاداں و فرحاں اپنے اپنے گھروں کو لوٹ گئے۔ یہ واقعہ زبان زد عام ہو گیا جسے دیکھو وہ اسی گفتگو میں مصروف نظر آ رہا ہے۔

تاریخ کے اس مشہور و معروف واقعہ کے دنوں میں قریش کے جری' بہادر' نڈر پہلوان عمر بن خطاب کے گھر ایک بچی نے جنم لیا جس کا نام حفصہ رکھا گیا۔ جب اس ہونہار بچی نے ہوش سنبھالا تو اپنے ارد گرد اسلامی ماحول کی چمک دیکھی۔ ابا جان کو بانگ دہل اسلام کا پرچار کرتے ہوئے دیکھا' چچا' ماموں' پھوپھی سبھی اسلامی رنگ میں رنگے جا چکے تھے۔ جب یہ جوان ہوئیں تو ان کا نکاح خنیس بن حذافہ سہمی رضی اللہ عنہ سے کر دیا گیا جو سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی تبلیغ سے متاثر ہو کر اسلام قبول کر چکے تھے۔

یہ ان دنوں کی بات ہے جب ابھی رسول اقدس ﷺ دائرہ اسلام میں داخل ہونے والوں کی تعلیم و تربیت کے لئے دار ارقم میں فروکش نہیں ہوئے تھے۔ قریش مکہ کو جب بنو سہم کے اس نوجوان کے مسلمان ہونے کا علم ہوا تو بڑے تیخ پا ہوئے۔ ان پر بھی ظلم و ستم کے تیر آزمائے گئے۔ انہیں بھی کفار مکہ کی جانب سے بے انتہاء مصائب و مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔ یہ بھی اس قافلے میں شریک تھے جسے رسول اقدس ﷺ نے حبشہ ہجرت کر کے چلے جانے کا حکم دیا تھا۔ لیکن حبشہ میں ان کا دل نہ لگا۔ ہر وقت بیت اللہ کی زیارت' رسول اللہ ﷺ کی محبت اور مکے کی گلیاں' جہاں یہ پل کر جوان ہوئے' شدت سے یاد آتیں۔ آخر کار یہ حبشہ کو خیر باد کہہ کر واپس مکے پہنچ گئے۔ وہ تمام ظلم و ستم خندہ پیشانی سے برداشت کئے جو مشرکین مکہ کی جانب سے ڈھائے گئے تھے۔ کچھ عرصے کے بعد دربار رسالت سے مدینہ منورہ ہجرت کر جانے کا حکم ملا۔

اس دفعہ ان کے ساتھ ہر دکھ سکھ میں شریک ان کی غمگسار بیوی حفصہ بنت عمرؓ بھی تھی۔ دونوں

میاں بیوی ہجرت کی سعادت حاصل کرتے ہوئے مدینہ منورہ پہنچے یہاں پر رفاعہ بن عبدالمنذر نے ان کا استقبال کیا اور عزت واحترام سے اپنے گھر ٹھہرایا۔ جب تقریباً تمام اہل ایمان ہجرت کر کے مدینہ منورہ پہنچ گئے تو سب سے آخر میں رسول اکرم ﷺ نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو لوگوں کی امانتیں سپرد کیں' دشمنوں کے حصار میں سے نکل کر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے گھر پہنچے' وہاں سے سفر ہجرت پہ روانہ ہوئے۔ پہلا پڑاؤ غار ثور میں کیا' وہاں تین دن قیام کے بعد سوئے مدینہ روانہ ہوئے۔ کفار نے ہزار جتن کیے لیکن آپ کا سراغ نہ پا سکے۔ ابوجہل نے قابل رشک انعام کا اعلان کیا کہ جو پکڑ کے لے آئے اسے سو اونٹ دیئے جائیں گے لیکن بے سود۔ جس کی حفاظت اللہ رب العزت خود کرے دنیا کی کوئی طاقت اس کا بال بیکا بھی نہیں کر سکتی۔

مدینہ منورہ پہنچ کر رسول اقدس ﷺ نے مہاجرین وانصار میں باہمی اخوت اور بھائی چارے کا انتظام قائم کیا۔ خنیس بن حذافہ اور ابو عبس بن جبر انصاری کے درمیان مواخات کا رشتہ قائم کیا۔ دربار رسالت کی جانب سے دونوں صحابی دینی بھائی چارے پہ بہت خوش ہوئے۔ دونوں میدان جنگ کے شہسوار تھے' دونوں دربار نبوت کیڈٹ سکول کے تربیت یافتہ تھے۔ اس طرح حضرت خنیس رضی اللہ عنہ کو دو ہجرتوں کی سعادت حاصل ہوئی۔ پہلے حبشے کی ہجرت پر روانہ ہوئے تھے اور اس کے بعد مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کر جانے کا دربار رسالت سے حکم ملا۔

حضرت حفصہؓ حضرت خنیسؓ دونوں میاں بیوی راضی خوشی مدینہ منورہ میں زندگی بسر کرتے ہوئے اسلامی تعلیمات سے بہرہ ور ہونے لگے۔ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے خاص طور پر یہ التزام کیا کہ حضرت جبریل علیہ السلام جو قرآنی آیات لے کر رسول اللہ ﷺ کے پاس تشریف لاتے' یہ انہیں سن کر زبانی یاد کر لیتیں اور آیات کے معانی ومطالب پہ خوب غور وخوض کرتیں۔ لیکن حضرت خنیس بن حذافہ سہمی رضی اللہ عنہ کا شوق' جذبہ اور ولولہ میدان جہاد کی تیاری کا تقاضہ مشرکین

کی حرکات پر کڑی نگاہ رکھتے اور ان سے نبرد آزما ہونے کے لئے اپنے آپ کو تیار کرتے رہتے۔

۲ ہجری کو مدینہ منورہ میں یہ خبر گردش کرنے لگی کہ قریش مکہ پوری تیاری کے ساتھ مسلمانوں کو صفحۂ ہستی سے مٹانے کا عزم لے کر مدینے کی طرف چل پڑے ہیں۔ ان کے سردار ابوجہل نے قسم کھائی ہے کہ ہم مقام بدر پر ضرور پہنچیں گے' تین دن وہاں قیام کریں گے' اونٹ ذبح کریں گے' شراب و کباب اور رقص و سرود کی محفل جمائیں گے' سرزمین عرب سے کسی کو ہمارے مقابلے میں آنے کی جرأت نہیں ہوگی۔ زمانہ ہماری ہیبت کو دیکھے گا۔ لوگ ہم سے مرعوب ہو جائیں گے۔ دور دور تک ہمارے رعب و دبدبے کی دھاک بیٹھ جائے گی۔ مٹھی بھر مسلمان اگر ہمارے مقابلے میں آنکلے تو انہیں وہ سبق سکھلائیں گے کہ دنیا یاد رکھے گی۔

مشرکین مکہ ابوجہل کی قیادت میں جنگی سازو سامان سے لیس ہو کر مقام بدر کی طرف چل پڑے اور ادھر تہتے مسلمان شاہ امم' سلطان مدینہ ﷺ کی قیادت میں محض اللہ پر بھروسہ کرتے ہوئے مقام بدر پہ پہلے پہنچ کر پانی کے ذخیرہ پر قابض ہوگئے اور ابوجہل کے لشکر کا انتظار کرنے لگے۔ اس موقع پر حبیب کبریا سید المرسلین ﷺ نے اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے حضور یہ عرض پیش کی: الٰہی اگر آج یہ مٹھی بھر جماعت ختم ہو گئی تو روئے زمین پر تیری عبادت کرنے والا کوئی نہ رہے گا۔

اس لشکر میں حضرت حفصہؓ کے خاوند حضرت خنیس بن حذافہ سہمی رضی اللہ عنہ بھی جذبۂ جہاد سے سرشار ہو کر شریک ہوئے۔ ان کے پیش نظر اللہ کی رضا کا حصول اور ابوجہل کے طمطراق کو خاک آلود کرنا تھا' علاوہ ازیں اس لشکر میں حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے عظیم والد فاروق اعظمؓ' قابل احترام چچا زید بن خطابؓ' تین ماموں اور ماموں زاد بھائی شریک جہاد ہوئے۔ مبارزت کے مرحلے سے گذر کر جب میدان کارزار گرم ہوا تو حضرت خنیس رضی اللہ عنہ دشمن کی صفیں چیرتے ہوئے مسلسل آگے بڑھنے لگے۔ اس کشمکش میں ان کے جسم پر بڑے گہرے زخم لگے۔ لڑائی

ختم ہو گئی۔ لشکر اسلام کو اللہ تعالیٰ نے کامیابی عطا فرمائی۔ ابوجہل، عتبہ، شیبہ اور امیہ بن خلف جیسے سرداران قریش جہنم واصل ہوئے۔ ان کے لاشے بدر کے قلیب نامی کنوئیں میں پھینک دیئے گئے۔ شاہ امم سلطان مدینہ ﷺ اپنے جاں نثار ساتھیوں کے ہمراہ تین روز تک میدان بدر میں قیام پذیر رہے۔ زخمیوں کی مرہم پٹی کی گئی۔ حضرت خنیس بن حذیفہ رضی اللہ عنہ کو گہرے زخم لگے تھے۔ تین روز کے بعد مجاہدین کا قافلہ رسول اقدس ﷺ کی قیادت میں فتح و نصرت کا جھنڈا لہراتا ہوا مدینہ منورہ کی طرف روانہ ہوا۔ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے جب اپنے خاوند کو زخمی حالت میں دیکھا تو اس کی بہادری اور جوانمردی کی تعریف کی اور خوشی سے سورہ انفال کی آیات پڑھنا شروع کر دیں جو معرکہ بدر کی مناسبت سے نازل ہوئی تھیں۔ جیسا کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَمَا جَعَلَهُ اللّٰهُ اِلَّا بُشْرٰى وَلِتَطْمَئِنَّ بِهٖ قُلُوْبُكُمْ وَمَا النَّصْرُ اِلَّا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ عَزِیْزٌ حَكِیْمٌ﴾ (الانفال: ۱۰)

"اور یہ بات اللہ نے تمہیں اس لئے بتادی کہ تمہیں خوش خبری ہو اور تمہارے دل اس سے مطمئن ہو جائیں ورنہ مدد تو جب بھی ہوتی ہے اللہ کی طرف سے ہوتی ہے یقیناً اللہ زبردست اور دانا ہے۔"

حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا ان آیات میں نصرت الٰہی کا مژدہ جانفزا سن کر بہت خوش ہوئیں اور انتہائی ہمدردی اور توجہ سے اپنے خاوند کے زخموں کا علاج کرنے میں مصروف ہو گئیں۔ وہ یہ چاہتی تھیں کہ زخم قدرے ٹھیک ہوئے لیکن مندمل نہ ہو سکے۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کو یہی منظور تھا کہ انہیں شہادت کا بلند رتبہ عطا کیا جائے۔ چند روز کے بعد زخموں کی تاب نہ لاتے ہوئے اللہ کو پیارے ہو گئے اور ان شہداء کی فہرست میں ان کا نام درج کر دیا گیا جنہیں حیات جاوداں سے سرفراز کیا جاتا ہے اور انہیں اللہ رب العزت کے ہاں رزق سے شاد کام کیا جاتا ہے۔

جب رسول اقدس ﷺ کو حضرت خنیس بن حذافہ رضی اللہ عنہ کی شہادت

کا علم ہوا تو آپ نے جنت البقیع میں حضرت حفصہ کے ماموں حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کی قبر کے پہلو میں دفن کرنے کا حکم صادر فرمایا اور خود نماز جنازہ پڑھائی۔ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے لئے یہ بہت بڑا صدمہ تھا لیکن اللہ کی رضا کو پیش نظر رکھتے ہوئے کمال صبر و تحمل کا مظاہرہ کیا اور اسے قضا و قدر کا معاملہ گردانتے ہوئے ہمہ تن اللہ کی عبادت میں مصروف ہو گئیں۔ کثرت تلاوت اور کثرت صیام کو اپنا معمول بنا لیا۔ جب یہ بیوہ ہوئیں' اس وقت ان کی عمر صرف اٹھارہ برس تھی۔

* * *

حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا عنفوان شباب میں ہی بیوہ ہو گئیں۔ انتہائی صبر و تحمل اور رضا بقضاء کا مظاہرہ کرتے ہوئے عبادت الٰہی میں مصروف ہو گئیں۔ نماز' روزہ اور تلاوت قرآن حکیم شب و روز کا معمول بنا لئے۔ سیدنا فاروق اعظم اپنی اس لاڈلی بیٹی کے بارے میں بہت فکر مند رہتے تھے۔ بیٹی کے چہرے پر نیکی' تقویٰ اور معصومیت کے روشن آثار کے ساتھ ساتھ بیوگی کی تلخ پرچھائیاں ان کے لئے دلی قلق اور اضطراب کا باعث بن رہی تھیں۔ بڑی سوچ و بچار کے بعد انہوں نے دل میں ایک ایسا فیصلہ کیا جو انسانی معاشرے کے اہل خیر' صاحب تقویٰ اور اصحاب فضیلت کی اہمیت اور قدر و منزلت میں اضافے کا باعث بنا۔

اپنے گردونواح کا جائزہ لیتے ہوئے ان کے ذہن میں یہ خیال آیا کہ میرے ہم سفر ساتھی عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی بیوی' دختر رسول اقدس ﷺ حضرت رقیہ قضائے الٰہی سے وفات پا چکی ہے' اور وہ آج کل اسی قسم کے صدمے سے دوچار ہے جس صدمے میں میری بیٹی مبتلا ہے۔ کیوں نہ اس سلسلے میں اس سے براہ راست بات کی جائے۔ یہ عزم لے کر بغیر کسی کو واسطہ بنائے ان کے گھر پہنچ گئے۔ حال احوال دریافت کرنے کے بعد اپنی دلی خواہش کا تذکرہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ آج میں ایک خاص مقصد کے پیش نظر آپ کے پاس آیا ہوں۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بولے فرمائیے کیا حکم ہے؟ آپ نے پہلے تو حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کی وفات پر

افسوس کا اظہار کیا اور ساتھ ہی یہ ارشاد فرمایا کہ اگر آپ چاہیں تو میں اپنی بیٹی حفصہ کا نکاح آپ سے کر دوں۔ یہ بات سن کر سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی نگاہیں جھک گئیں کچھ دیر کے بعد سر اٹھایا اور کہا: مجھے کچھ سوچنے کی مہلت دیجئے۔

فاروق اعظم رضی اللہ عنہ چند دن گذر جانے کے بعد دوبارہ ان سے ملے۔ اسی موضوع پر دوبارہ بات کی تو انہوں نے کہا کہ میرا ابھی شادی کا ارادہ نہیں۔ یہاں سے مایوس ہو کر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس گئے۔ ان سے کہا اگر آپ چاہیں تو میں اپنی بیٹی حفصہؓ کو آپ کے حبالۂ عقد میں دے دوں۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ یہ بات سن کر قدرے مسکرائے اور خاموش ہو گئے۔ نگاہیں جھکا لیں اور کوئی جواب نہ دیا۔ امام بخاری علیہ الرحمۃ نے اپنی کتاب صحیح البخاری میں اس عمل کی فضیلت کو اجاگر کرنے کے لئے مستقل ایک عنوان قائم کیا ہے (باب عَرْضِ الاِنْسَانِ بِنْتَهٗ اَوْ اُخْتَهٗ عَلَى اَهْلِ الْخَيْرِ) (انسان کا اپنی بیٹی یا بہن کے رشتے کی کسی نیک آدمی کو پیش کش کرنا)

جب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے بھی خاموشی کا انداز اختیار کیا تو سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ بڑے پریشان ہوئے۔ انہیں یہ توقع ہی نہیں تھی کہ ان کی پیشکش کو یوں سرد مہری کی نظر کر دیا جائے گا۔ ان کا دلی خیال تو یہ تھا کہ میری پیشکش کو بخوشی قبول کر لیا جائے گا۔ لیکن یہ صورت حال دیکھ کر بہت پریشان ہوئے کہ یہ کیا ہوا؟ میں تو یہ سمجھتا تھا کہ میری دینی خدمات اور مخلصانہ رفاقت اور خاندانی وجاہت کو پیش نظر رکھتے ہوئے میرے ساتھ رشتہ داری اپنے لئے اعزاز سمجھیں گے لیکن انہوں نے تو کوئی پرواہ نہیں کی۔ یہ شکایت لے کر رسول اقدس ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ ساری صورت حال سے آپ کو آگاہ کیا۔ آپ نے پوری داستان سننے کے بعد مسکراتے ہوئے ارشاد فرمایا: "عمر گھبراؤ نہیں! غم نہ کرو، پریشان نہ ہو۔ حفصہ سے شادی وہ کرے گا جو عثمان سے بہتر ہے اور عثمان کی شادی اس سے ہو گی جو حفصہ سے بہتر ہے۔"

شاد امم سلطان مدینہ ﷺ کی زبان مبارک سے یہ بات سن کر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ خوش بھی ہوئے اور حیران بھی۔ خوشی اور حیرانی کے ملے جلے جذبات سے سوچنے لگے یہ کیسے ہوگا؟ چند روز بعد رسول اقدس ﷺ نے اپنی بیٹی ام کلثوم کا نکاح حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے کر دیا۔ یہ خبر سن کر حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے ذہن میں یہ خیال آیا کہ رسول اقدس ﷺ کی ایک بات تو پوری ہو گئی کہ عثمانؓ کا نکاح میری بیٹی حفصہؓ سے بہتر خاتون سے ہو گیا لیکن اب دوسری بات کے پورا ہونے کا انتظار تھا۔ اس کی صورت کیا ہو گی۔ وہ کون ہو گا جو عثمان سے بہتر ہوگا اور اس سے میری بیٹی کی شادی ہو گی۔

شب و روز انہی خیالوں میں گذرنے لگے۔ کچھ عرصے بعد سید المرسلین ﷺ نے خود حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے شادی کی خواہش کا اظہار کر دیا۔ یہ خبر سن کر حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ خوشی سے جھوم اٹھے۔ یہ تو ان کے وہم و گمان میں بھی نہ تھا کہ ان کی بیٹی کو یہ اعزاز نصیب ہو جائے گا کہ وہ ام المومنین کے بلند ترین درجے پر فائز ہو جائے گی۔ وہ نبی اکرم ﷺ کے آنگن کی رونق بنے گی اور اسے ایسا عظیم شرف حاصل ہو گا جس کی دنیا میں کوئی مثال ہی پیش نہیں کی جا سکتی۔ اس سے سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے دل پر جو بوجھ تھا وہ خوشی میں تحلیل ہو گیا۔ دل کے ارمان مسرت و شادمانی کے آنسوؤں میں سمٹ گئے۔ رسول اقدس ﷺ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ ۳ ہجری غزوۂ احد سے پہلے رشتۂ ازدواج میں منسلک ہو گئے۔ اس وقت حضرت حفصہؓ کی عمر تقریباً بیس سال تھی۔ اس سے پہلے حضرت سودہ بنت زمعہ اور حضرت عائشہ بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما آپ کے حبالۂ عقد میں موجود تھیں۔

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے اپنی بیٹی کو یہ نصیحت کر کے رخصت کیا کہ بیٹا دیکھنا کسی طرح بھی عائشہؓ سے مقابلہ نہ کرنا' وہ تجھ سے کہیں بہتر ہے۔ میری اس بات کو پلے باندھ لینا' عائشہؓ کی دل سے قدر کرنا' دیکھنا میری یہ بات کہیں

بھلا نہ دینا' جا اپنے سرتاج کے گھر جو شاہ امم سلطان مدینہ ہے- بیٹا تیرے تو بھاگ جاگ اٹھے' تو بڑی خوش قسمت ہے- تیرے نصیب اچھے ہیں' جا سدا خوش رہو' دل شاد رہو' آباد رہو' تیرے آنگن میں خوشیوں کے پھول ہمیشہ کھلے رہیں-

کبار فقہاء تابعین میں سے حضرت سعید بن مسیب رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ رسول اقدس ﷺ حضرت حفصہؓ کے لئے حضرت عثمانؓ سے بہتر ہیں اور ام کلثوم عثمان کے لئے حفصہ سے بہتر تھی- اس طرح سید المرسلین ﷺ کا فرمان صحیح ثابت ہوا- جب حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کا نکاح رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ہو گیا تو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور فرمایا: میرے بھائی عمرؓ ناراض نہ ہونا' میرے ساتھ رسول اکرم ﷺ نے ایک روز حفصہؓ کے ساتھ شادی کا عندیہ ظاہر کیا تھا- اسی لئے میں اس روز خاموش ہو گیا تھا کہ میں یہ راز ظاہر نہیں کرنا چاہتا تھا- اگر رسول اکرم نے اس ارادے کا اظہار نہ کیا ہوتا' تو میں بخوشی اس رشتے کو قبول کر لیتا- حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے خوشی کا اظہار کرتے ہوئے یہ آیت پڑھی

﴿هَٰذَا مِنْ فَضْلِ رَبِّي لِيَبْلُوَنِي ءَأَشْكُرُ أَمْ أَكْفُرُ وَمَنْ شَكَرَ فَإِنَّمَا يَشْكُرُ لِنَفْسِهِ وَمَنْ كَفَرَ فَإِنَّ رَبِّي غَنِيٌّ كَرِيمٌ﴾ (النمل: ۴۰)

"یہ میرے رب کا فضل ہے تاکہ وہ مجھے آزمائے کہ میں شکر کرتا ہوں یا نعمت کی ناشکری کرتا ہوں اور جو کوئی شکر کرتا ہے اس کا شکر اس کے اپنے لئے ہی مفید ہے ورنہ کوئی ناشکری کرے تو میرا رب بے نیاز اور اپنی ذات میں آپ بزرگ ہے-"

* * *

حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا ام المؤمنین کے بلند مرتبے پر فائز ہونے کے بعد علم دین حاصل کرنے کی طرف راغب ہوئیں- قرآن حکیم کی جو آیات وحی کے ذریعے نازل ہوتیں سن کر زبانی یاد کر لیتیں- رسول اقدس ﷺ کی زبان اقدس سے جو

الفاظ نکلتے انہیں پوری توجہ سے سنتیں اور دل میں محفوظ کر لیتیں۔ شرعی احکامات معلوم کرنے کے لئے اکثر و بیشتر رسول اقدس ﷺ سے سوالات کرتیں۔ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا گفتگو میں بڑی تیز تھیں۔ حضرت جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مجھے ام مبشرؓ نے بتایا کہ ایک روز میں حضرت حفصہؓ کے پاس بیٹھی تھی۔ رسول اقدس ﷺ بھی تشریف فرما تھے۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ جن لوگوں نے درخت کے نیچے بیعت رضوان میں حصہ لیا ہے وہ سب جنتی ہیں ان میں سے کوئی بھی جہنم میں نہیں جائے گا۔ حضرت حفصہؓ نے کہا یا رسول اللہ ﷺ یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ آپ یہ سن کر غصے میں آگئے اور حضرت حفصہؓ کو ڈانٹ دیا۔ حضرت حفصہؓ نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا یہ ارشاد ہے

﴿وَإِنْ مِّنْكُمْ إِلَّا وَارِدُهَا﴾ (مریم: ۷۱)

"تم میں سے کوئی ایسا نہیں جو جہنم پر وارد نہ ہو"

یہ بات سن کر رسول اقدس ﷺ نے قرآن حکیم کی یہ آیت پڑھی:

﴿ثُمَّ نُنَجِّي الَّذِينَ اتَّقَوْا وَّنَذَرُ الظَّالِمِينَ فِيهَا﴾ (مریم: ۷۲)

"پھر ہم ان لوگوں کو بچالیں گے جو (دنیا میں) متقی تھے اور ظالموں کو اس میں گرا ہوا چھوڑ دیں گے۔"

یہ خبر پورے مدینے میں پھیل گئی۔ اس روز سارا دن رسول اقدس ﷺ کی طبیعت بجھی بجھی سی رہی۔ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو جب پتہ چلا تو بیٹی کو سرزنش کرتے ہوئے کہا بیٹا تجھے معلوم ہونا چاہئے کہ جن کے سامنے تو اس طرح کے سوالات کرتی ہے وہ اللہ کے محبوب پیغمبر ہیں۔ وہ جو بھی ارشاد فرمائیں خاموشی اور ادب سے سن لیا کرو۔ حضرت حفصہؓ نے کہا ابا جان عائشہؓ بھی تو ان سے اسی طرح ہم کلام ہوتی ہیں۔ فاروق اعظمؓ نے کہا: بیٹا میں نے تجھے پہلے بھی کہا تھا کہ اس کی نقل نہ کیا کرو کہیں اس طرز عمل سے اپنا نقصان نہ کر بیٹھنا۔ ہمیشہ ادب احترام اطاعت گزاری اور سلیقہ شعاری کو ملحوظ خاطر رکھنا۔

ازواج مطہراتؓ میں سے سیدہ عائشہ صدیقہ ' ام حبیبہ ' ام سلمہ ' سیدہ سودہ بنت زمعہ ' اور سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہن کا تعلق خاندان قریش کے ساتھ تھا۔ باقی ازواج مطہرات کا تعلق مختلف قبائل سے تھا۔ روزانہ نماز عصر کے بعد رسول اقدس ﷺ ازواج مطہرات کے پاس جا کر تھوڑی تھوڑی دیر بیٹھتے۔ ہر ایک حجرے میں قیام کا وقت مقرر تھا۔ ہر ایک زوجہ محترمہ کو انتظار ہوتا کہ آپ تشریف لا رہے ہیں۔

ایک مرتبہ چند دن آپ معمول سے قدرے زیادہ وقت ام المومنین حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے پاس ٹھہرے جسے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے شدت سے محسوس کیا اور اس کا تذکرہ حضرت حفصہؓ اور حضرت سودہؓ سے کیا۔ معلوم کرنے پر پتہ چلا کہ حضرت زینبؓ کے پاس کسی رشتہ دار نے شہد بھیجا تھا۔ وہ روزانہ شہد آپ کی خدمت میں پیش کرتیں۔ چونکہ شہد نبی اکرم ﷺ کی مرغوب غذا تھی' جسے نوش کرنے کی وجہ سے قدرے زیادہ وقت حضرت زینبؓ کے حجرے میں قیام فرماتے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو آپ سے والہانہ محبت کی بنا پر یہ ناگوار گذرا لیکن بے پناہ ادب واحترام کی وجہ سے براہ راست اس طرز عمل پر اظہار خیال کی جرأت نہ تھی۔ اس موضوع پر حضرت حفصہؓ اور حضرت سودہؓ سے بات کی۔ باہمی مشورے سے یہ طے پایا کہ جب رسول اقدس ﷺ باری باری ان کے حجرے میں تشریف لائیں تو ہم میں سے ہر ایک آپ سے یہ سوال ضرور کرے کہ یا رسول اللہ ﷺ آپ کے دہن مبارک سے کچھ غیر مانوس سی ہوا محسوس ہو رہی ہے۔ اس کی وجہ کیا ہے؟ کیونکہ اس سے پہلے ہمیشہ آپ کے لب مبارک جب بھی ملتے تو فضا معطر ہو جایا کرتی تھی۔ جب ایک ہی بات یکے بعد دیگرے تین ازواج مطہرات کی زبان سے سنی تو آپ نے اسے شہد پینے کا نتیجہ قرار دیتے ہوئے آئندہ ہمیشہ کے لئے شہد نوشی کو اپنے لئے ممنوع قرار دے لیا۔ اگر یہ کسی عام انسان کا واقعہ ہوتا تو اسے کوئی اہمیت نہ دی جاتی لیکن چونکہ اس کا تعلق اس عظیم ہستی کے ساتھ تھا جس کی ہر بات اور ہر عمل شریعت کا قانون بن جاتا ہے۔ اس لئے اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے جھنجھوڑنے کا انداز

اختیار کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

﴿یا ایھا النبی لم تحرم ما احل اللہ لک تبتغی مرضات ازواجک واللہ غفور رحیم﴾ (التحریم ۱)

"اے نبی تم کیوں اس چیز کو حرام کرتے ہو جو اللہ نے تمہارے لئے حلال کی ہے؟ (کیا اس لئے کہ) تم اپنی بیویوں کی خوشی چاہتے ہو۔ اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔"

انہی دنوں میں رسول اقدس ﷺ نے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے ایک راز کی بات کہی اور فرمایا کہ اسے افشا نہ کرنا لیکن انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے اس کا تذکرہ کر دیا۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے وحی کے ذریعے آپ کو آگاہ کر دیا۔ قابل غور بات یہ ہے کہ وہ کون سا ایسا راز تھا جس کے اخفاء کی حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کو تاکید کی گئی تھی۔ امام بخاری علیہ الرحمۃ کا موقف تو یہ ہے کہ اس راز سے مراد تحریم شہد کا واقعہ ہے۔ بعض کا خیال ہے کہ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے مطالبے پر ماریہ قبطیہ سے قطع تعلق کر لیا گیا تھا اور اسے صیغہ راز میں رکھنے کی حضرت حفصہ کو تاکید کر دی گئی تھی۔ لیکن انہوں نے اس کا تذکرہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کر دیا۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿و اذ اسر النبی الی بعض ازواجہ حدیثا فلما نبات بہ و اظھرہ اللہ علیہ عرف بعضہ و اعرض عن بعض فلما نباھا بہ قالت من انباک ھذا قال نبانی العلیم الخبیر﴾ (التحریم: ۳)

"اور جب نبیؐ نے اپنی کسی بیوی سے ایک راز کی بات کہی جب اس نے دوسری کو خبر دے دی اور اللہ نے نبیؐ پر اس واقعے کو ظاہر کر دیا تو نبیؐ نے اس بیوی کو اس کا قصور کچھ جتایا اور کچھ نہیں جتایا۔ اس نے عرض کی آپ کو یہ کس نے بتایا آپ نے فرمایا: مجھے علیم و خبیر (اللہ) نے بتایا۔"

۹ ہجری تک سرزمین عرب کے بیشتر علاقے سلطنت مدینہ کے زیر نگیں آ

چکے تھے۔ ہر علاقے سے مال و منال اور غلہ وافر مقدار میں مدینہ منورہ پہنچنے لگا۔ فراوانی و خوشحالی کے مناظر دیکھتے ہوئے ازواج مطہرات نے بھی گھریلو اخراجات میں اضافے کا مطالبہ کر دیا۔ چونکہ ان میں سے بیشتر بڑے بڑے سرداران قبائل کی شہزادیاں تھیں جنھوں نے اپنے گھروں میں مال و دولت کی فراوانی دیکھی تھی اور ناز و نعم سے پرورش پائی تھی، اس لئے انھوں نے دولت کی بہتات دیکھ کر اپنے مصارف میں اضافے کا مطالبہ کر دیا۔ اس صورتِ حال کا حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو پتا چلا تو وہ بہت پریشان ہوئے۔ انھوں نے اپنی بیٹی حفصہؓ کو سمجھایا کہ جو کچھ چاہئے مجھ سے کہو، رسول اقدس ﷺ سے مصارف کا تقاضا نہ کرنا۔ دیگر ازواج مطہرات کو بھی اس مطالبے سے باز رہنے کی تلقین کی۔ ام المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے کہا اے عمرؓ آپ ہر معاملے میں دخل دیتے ہی تھے، اب آپ نے رسول اقدس ﷺ کی بیویوں کے معاملے میں بھی دخل دینا شروع کر دیا ہے۔ آپ یہ جواب سن کر خاموش ہو گئے۔

انہی دنوں رسول اقدس ﷺ گھوڑے سے گر کر قدرے زخمی بھی ہوئے تھے۔ آپ نے اس ساری صورتِ حال کو پیش نظر رکھتے ہوئے مکمل ایک ماہ تک ازواج مطہرات سے بالکل الگ تھلگ رہنے کا ارادہ کر لیا اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرے کے ساتھ بالا خانہ میں تشریف لے گئے۔ مدینہ میں آباد منافقوں نے مشہور کر دیا کہ رسول اکرم ﷺ نے اپنی بیویوں کو طلاق دے دی ہے۔ حالانکہ ایسی کوئی بات نہ تھی۔ صحابہ کرامؓ اس صورت حال سے بڑے پریشان تھے لیکن حالِ دل پوچھنے کی کسی میں جرأت بھی نہ تھی۔ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ ایک روز اجازت لے کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ عرض کی یا رسول اللہ ﷺ کیا آپ نے اپنی بیویوں کو طلاق دے دی ہے؟ آپ نے فرمایا: نہیں۔ یہ بات سن کر بہت خوش ہوئے۔ عرض کی کیا یہ بشارت میں عام مسلمانوں کو بھی سنا دوں؟ آپ نے فرمایا ہاں اجازت ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مسرت بھرے جذباتی انداز میں

تمام لوگوں کو یہ اطلاع دی جس سے مدینے میں خوشی کی ایک لہر دوڑ گئی۔ انتیس روز بعد جب آپ نیچے تشریف لائے تو پہلے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرے میں آئے۔ انہوں نے مسکراتے ہوئے کہا آج تو انتیسواں دن ہے' آپ نے مہینے کا ارادہ کیا تھا۔ آپ نے بھی مسکراتے ہوئے جواب دیا عائشہ مہینہ کبھی انتیس دن کا بھی ہوتا ہے۔ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے اپنے ابا جان سے یہ وعدہ کر لیا تھا کہ میں زندگی بھر ذاتی مصارف میں اضافے کا مطالبہ رسول اقدس ﷺ سے نہیں کروں گی اور پھر اس وعدے کو پوری زندگی نبھایا۔

* * *

ابوداؤد' نسائی اور ابن ماجہ میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اقدس ﷺ نے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کو ایک مرتبہ طلاق دے دی' پھر آپ نے رجوع کر لیا۔ مستدرک حاکم میں ابوبکر بن ابی خیثمہ نے حضرت انس بن مالک کے حوالے سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کو طلاق دے دی۔ آپ کے پاس جبریل علیہ السلام تشریف لائے اور انہوں نے فرمایا: اے محمد ﷺ آپ نے حفصہ کو طلاق دے دی ہے' وہ تو بڑی روزے دار اور عبادت گزار ہے اور وہ جنت میں آپ کی بیوی ہوگی۔ آپ نے یہ بات سنتے ہی رجوع کر لیا۔

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت حفصہ کو طلاق دے دی۔ یہ بات حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو معلوم ہوئی تو وہ سر پکڑ کر بیٹھ گئے کہ یہ کیا ہو گیا؟ غم میں ڈوب کر خود کلامی کے انداز میں کہنے لگے ہائے افسوس اسلام کے لئے میری خدمات اور میری بیٹی کا یہ انجام' میرے اللہ یہ میرے ساتھ کیا ہو گیا؟! اگلی ہی صبح حضرت جبریل علیہ السلام رسول اقدس ﷺ کے پاس تشریف لائے اور فرمایا: یا رسول اللہ ﷺ اللہ تعالیٰ نے آپ کے نام یہ حکم دیا ہے کہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا لحاظ رکھتے ہوئے حفصہ رضی اللہ عنہا سے رجوع کر

لیں۔ رسول اقدس ﷺ نے اللہ تعالیٰ کا حکم سنتے ہی رجوع کر لیا۔ (سُبْحَانَ اللّٰہِ وَ بِحَمْدِہٖ سُبْحَانَ اللّٰہِ الْعَظِیْمِ) کس طرح اللہ تعالیٰ اپنے ماننے والوں کی مدد کیا کرتے ہیں۔

* * *

ام المومنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے ۴۱ ہجری کو ۵۹ سال کی عمر میں داعی اجل کو لبیک کہا۔ وفات کے وقت بھی ان کا روزہ تھا۔ نماز جنازہ مدینے کے گورنر مروان بن حکم نے پڑھائی۔ چارپائی کو کندھا دینے والوں میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ جیسے جلیل القدر صحابی موجود تھے۔ آپ کے دونوں بھائی حضرت عبداللہ بن عمرؓ اور عاصم بن عمرؓ قبر میں اترے۔ اپنے ہاتھوں سے میت کو لحد میں اتارا۔ اس موقع پر حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے بیٹے سالم' عبدالرحمان اور حمزہ بھی موجود تھے۔ جنت البقیع میں دفن کیا گیا اس طرح عابدہ' زاہدہ' صائمہ' عالمہ' فاضلہ' ادیبہ' محدثہ' حارسۃ القرآن ام المومنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے جسد اطہر کو سپرد خاک کیا گیا۔

اللہ ان پر راضی اور وہ اپنے اللہ پر راضی

ام المومنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کو الوداع کہتے ہوئے خراج تحسین پیش کرنے کے لئے قرآن حکیم کی یہ آیات پیش خدمت ہیں ﴿إِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ جَنّٰتٍ وَّنَهَرٍ فِيْ مَقْعَدِ صِدْقٍ عِنْدَ مَلِيْكٍ مُّقْتَدِرٍ﴾ (سورہ القمر: ۵۴-۵۵)

* * *

ام المومنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے مفصل حالات زندگی معلوم کرنے کے لئے درج ذیل کتابوں کا مطالعہ کریں۔

۱- طبقات ابن سعد ۸/۸۱

۲- مستدرک حاکم ۴/۱۵

۳- المعجم الکبیر للطبرانی ۲/۱۸۶

٤- عيون الأثر ٣٠٢/٢

٥- انساب الأشراف ٤٢٢/١

٦- صفة الصفوة ٣٨/٢

٧- الاستيعاب ١٨١١/٤

٨- الاصابة ٥٨٢/٧

٩- تهذيب الاسماء ٣٣٨/٢

١٠- مسند امام احمد ١٢/٦

١١- جامع الاصول ٤٠٨/١١

١٢- تحفة الأشراف ٥٦/٨

١٣- أسد الغابة ٦٥/٧

١٤- صحيح البخاري كتاب النكاح

١٥- ابو داؤد كتاب الطلاق (باب في المراجعة)

١٦- مجمع الزوائد ٢٤٥/٩

١٧- حلية الأولياء ٥٠/٢

١٨- تهذيب الاسماء واللغات ٣٣٩/٢

ام المومنین حضرت زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہا

اللہ تعالیٰ نے مجھے صرف جنتی خاتون سے شادی کرنے کا حکم دیا۔ (فرمان نبویؐ)

یہ وہ خاتون ہے جسے ام المساکین کہا جاتا ہے۔ اس لیے کہ وہ مساکین پر کثرت سے صدقہ و خیرات کیا کرتی تھیں۔

(حافظ ابن کثیر)

حضرت زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہا رسول اقدس ﷺ کی بعثت سے تیرہ سال پہلے مکہ معظمہ میں پیدا ہوئیں۔ جب رسول اقدس ﷺ نے نبوت کا اعلان کرتے ہوئے اہل مکہ کے سامنے اسلام کی دعوت پیش کی تو ایک ہنگامہ بپا ہو گیا۔ آپ سے محبت کا دم بھرنے والے اور آپ کو صادق و امین کہنے والے جان کے دشمن بن گئے۔ لیکن بعض ایسے خوش قسمت افراد بھی تھے جنہوں نے رسول اقدس ﷺ کی زبان مبارک سے نبوت کا اعلان سنتے ہی آمنا و صدقنا کہتے ہوئے اسلام قبول کرنے کی سعادت حاصل کر لی۔ ابتدائی مراحل میں جن قدسی نفوس افراد نے اسلام قبول کرنے کا اعزاز حاصل کیا ان میں حضرت زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہا بھی شامل تھیں۔ حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ سے آپ کا نکاح ہوا۔ یہ عظیم المرتبت صحابی غزوہ احد میں شہید ہوئے۔ شہداء کی بیوگان اور یتیم بچوں کو تحفظ فراہم کرنے کیلئے صحابہ کرام نے کمال مروت کا مظاہرہ کرتے ہوئے انہیں اپنے حبالہ عقد میں لے لیا۔ اس طرح زینب بنت خزیمہ جو اپنے خاوند کے شہید ہونے کی وجہ سے بہت زیادہ غم میں مبتلا تھیں انہیں رسول اقدس ﷺ نے اپنے حبالہ عقد میں لینے کے لیے پسند کر لیا۔ اس طرح انہیں ام المومنین بننے کا وہ شرف حاصل ہوا جس پر جتنا بھی فخر کیا جائے کم ہے۔

حضرت حمنہ بنت جحش رضی اللہ عنہا کے عظیم المرتبت خاوند حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ غزوہ احد میں شہید ہو گئے تو اس نے بڑے غم کرتے ہوئے بھی آہ بھری۔ رسول اقدس ﷺ نے یہ آہ بھرتے ہوئے دیکھ لیا تو آپ نے فرمایا:

«إِنَّ لِلزَّوْجِ مِنَ الْمَرْأَةِ مَكَانًا مَا هُوَ لِأَحَدٍ»

"بلاشبہ عورت کے دل میں اپنے خاوند کا جو مقام و مرتبہ ہوتا ہے وہ کسی اور کا نہیں ہو سکتا۔"

پھر رسول اقدس ﷺ نے حمنہ بنت جحش رضی اللہ عنہا سے کہا تم نے یہ کلمات کیوں کہے؟ حضرت حمنہ بنت جحش نے عرض کی یا رسول اللہ مجھے اس کے بچوں کی یتیمی کا خیال آیا تو میرے دل سے آہ نکلی۔ آپ مجھ پر نظر کرم فرمائیں' میرے حق میں دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ مجھے صبر جمیل کی توفیق عطا کر دے۔ آپ نے اس کے حق میں دعا کی' بعد میں اس کی شادی جلیل القدر صحابی طلحہ بن عبداللہ سے ہوئی جس نے انتہائی حسن سلوک سے پیش آتے ہوئے حق رفاقت ادا کیا اور اولاد کے ساتھ انتہائی شفقت سے پیش آئے۔

حضرت زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہا کا خاوند عبداللہ بن جحش شہید ہوا تو ان کے دل پر بھی غم کے بادل اسی طرح چھائے جس طرح حمنہ بنت جحش کا حال تھا۔ انہوں نے اپنا معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد کرتے ہوئے زیادہ وقت عبادت اور ذکر الٰہی میں صرف کرنا شروع کر دیا۔ ان کے وہم و گمان میں بھی نہ تھا کہ انہیں عنقریب وہ اعزاز ملنے والا ہے جس پر جنت کی حوریں بھی رشک کناں ہوں گی۔ رسول اقدس ﷺ کی طرف سے نکاح کا پیغام ملا تو خوشی کی کوئی انتہا نہ رہی۔ روئے زمین پر سب سے اعلیٰ' اجمل اور اکمل ذات رسول اقدس ﷺ کی تو ہے۔ ان کی طرف سے یہ پیغام خوش قسمتی کا نکتہ کمال ہے۔

رسول اقدس ﷺ نے چار سو درہم مہر ادا کیا۔ عائشہ صدیقہؓ اور حفصہ بنت عمرؓ کے حجروں سے متصل ان کے لئے حجرہ تعمیر کیا گیا۔ اس طرح یہ ان باکمال' عفت مآب' پاکیزہ دل و پاکیزہ سیرت امہات المؤمنین میں شامل ہو گئیں جن کی عظمت اور پاکیزگی کا اعلان اللہ رب العزت نے اپنی مقدس کتاب قرآن مجید میں فرمایا:

﴿إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيُذْهِبَ عَنكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا﴾ (الاحزاب: ٣٤)

"بے شک اللہ تم سے اے اہل بیت پلید گی ختم کر دینا چاہتا ہے اور تمہیں اچھی طرح پاک کر دینا چاہتا ہے۔"

اور اسی طرح

﴿یٰنِسَآءَ النَّبِیِّ لَسْتُنَّ كَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ﴾ (الاحزاب ۳۲)

"نبی کی بیویو تم عام عورتوں جیسی نہیں ہو"

ام المومنین حضرت زینب بنت خزیمہ کثرت کے ساتھ صدقہ و خیرات کرنے کی وجہ سے ام المساکین کے نام سے پکاری جاتی تھیں اور ان کی یہ شہرت زمانہ جاہلیت میں ہی ہو چکی تھی۔ مجمع الزوائد اور اسد الغابہ میں زہری کے حوالے سے یہ عبارت منقول ہے

«تَزَوَّجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ زَيْنَبَ بِنْتَ خُزَيْمَةَ الْهِلَالِيَّةَ وَ هِيَ أُمُّ الْمَسَاكِيْنِ سُمِّيَتْ بِذٰلِكَ لِكَثِيْرِ اِطْعَامِهَا لِلْمَسَاكِيْنِ»

"ان کا یہ نام مساکین کو کثرت سے کھانا کھلانے کی وجہ سے پڑا تھا۔"

علامہ ابن کثیر رقم طراز ہیں

«وَ هِيَ الَّتِيْ يُقَالُ لَهَا أُمُّ الْمَسَاكِيْنِ وَ لِكَثْرَةِ صَدَقَاتِهَا عَلَيْهِمْ وَ بِرِّهَا لَهُمْ وَ اِحْسَانِهَا إِلَيْهِمْ»

"یہ وہ خاتون ہے جسے ام المساکین کہا جاتا ہے۔ مساکین پر کثرت صدقات و خیرات، نیکی اور احسان کی وجہ سے"

علامہ قسطلانی لکھتے ہیں

«كَانَتْ تُدْعٰى فِي الْجَاهِلِيَّةِ أُمَّ الْمَسَاكِيْنِ»

"زمانہ جاہلیت میں انہیں ام المساکین کہا جاتا تھا"

حضرت زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہا اسلام قبول کرنے سے پہلے بھی غرباء و مساکین کا خیال رکھا کرتی تھیں لیکن اسلام قبول کرنے کے بعد تو اس وصف

میں چار چاند لگ گئے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا حرم نبوی میں نئی شامل ہونے والی اپنی سہیلی سے حسن سلوک سے پیش آئیں۔ چونکہ یہ جانتی تھیں کہ رسول اقدس ﷺ نے اس کی دلجوئی کے لیے اپنے حرم میں شامل کیا ہے کیونکہ اس کا پہلا خاوند عبداللہ بن جحشؓ غزوۂ احد میں جام شہادت نوش کر گیا تھا۔ ان دونوں عظیم المرتبت جنتی خواتین نے ایسا ہمدردانہ رویہ اختیار کیا جس سے حضرت زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہا کے دل کو ٹھنڈک اور سرور حاصل ہوا لیکن انہیں ابھی حرم نبوی میں داخل ہوئے آٹھ ماہ ہی گزر رہے تھے کہ آسمان سے بلاوا آ گیا۔ ان کی عمر ابھی تیس سال کی تھی کہ داعی اجل کو لبیک کہتے ہوئے جنت الفردوس میں جا مقیم ہوئیں۔ رسول اقدس ﷺ نے نماز جنازہ پڑھائی اور جنت البقیع میں دفن کیا گیا۔ رسول اقدس ﷺ کی زندگی میں آپ کی دو بیویاں فوت ہوئیں پہلی حضرت خدیجۃ الکبریٰ اور دوسری حضرت زینب بنت خزیمہ الہلالیہ۔

اللہ ان سے راضی اور یہ اپنے اللہ سے راضی

* * *

حضرت زینب بنت خزیمہ الہلالیہ کے مفصل حالات زندگی معلوم کرنے کے لیے مندرجہ ذیل کتابوں کا مطالعہ کریں۔

۱- ازواج النبی لابی عبیدۃ ۷۷
۲- المحبر ۸۳
۳- جلاء الافہام ۱۹۸
۴- اسد الغابہ ۱۲۹/۶
۵- عیون الاثر ۴۸۱/۲
۶- انساب الاشراف ۴۲۹/۱
۷- سیر اعلام النبلاء ۲۸۱/۲

۸ - البدایہ والنہایہ ۴/ ۹۰

۹ - اعلام النساء ۲/ ۶۵

۱۰ - مختصر تاریخ دمشق ۲/ ۲۷۲

۱۱ - طبقات ابن سعد ۸/ ۱۱۵

۱۲ - مستدرک حاکم ۴/ ۳۳،۳۴

۱۳ - شذرات الذھب ۱/ ۱۱۹

۱۴ - الاصابہ ۴/ ۳۰۹

۱۵ - الاستیعاب ۴/ ۳۰۵

۱۶ - مجمع الزوائد ۹/ ۲۴۸

۱۷ - المجتبی من المجتبی ۹۴/ ۹

۱۸ - تلقیح فھوم الاثر ۲۲

۱۹ - الکامل لابن اثیر ۲/ ۱۷۰

۲۰ - تاریخ الطبری ۲/ ۸۰

۲۱ - العبر ۱/ ۵

۲۲ - السیرۃ الحلبیۃ ۳/ ۴۰۹

۲۳ - المواھب اللدنیۃ ۲/ ۸۹

۲۴ - دلائل النبوۃ للبیہقی ۷/ ۲۸۵

اُمّ المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا

"حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا چونکہ بیعتِ رضوان میں شامل تھیں اُس لئے جنت کی مستحق ٹھہریں۔"

"اللہ تعالیٰ نے مجھے صرف جنتی خاتون سے شادی کرنے کا حکم دیا ہے۔" (فرمانِ نبویؐ)

حسب و نسب کے اعتبار سے اعلیٰ مقام پر فائز' علم و ہنر اور دین و دانش میں ممتاز حیثیت کی حامل' ہند بنت ابی امیہ جو ام سلمہؓ کے نام سے مشہور ہوئیں' پہلا نکاح عبداللہ بن عبدالاسد مخزومی سے ہوا جس کی کنیت ابو سلمہ تھی جو رسول اللہ ﷺ کی پھوپھی برۃ بنت عبدالمطلب کا بیٹا تھا' جو شجاعت' سخاوت اور صبر و تحمل کا پیکر تھا' جسے اسلام قبول کرنے میں سبقت کا اعزاز حاصل ہوا' اس سے پہلے صرف دس افراد نے اسلام قبول کیا تھا' اسے رسول اقدس ﷺ کا رضاعی بھائی ہونے کا شرف بھی حاصل ہے۔

حضرت ام سلمہؓ خود بھی ان خوش نصیب خواتین سے ہیں جنہیں پہلے مرحلے میں ہی اسلام قبول کرنے کی سعادت حاصل ہوئی' ان کا والد ابوامیہ بن عبداللہ بن عمرو بن مخزوم بہت مالدار اور سخی انسان تھا' اس کی سخاوت و فیاضی کا چرچا سرزمین عرب میں عام تھا' اس کے ساتھ سفر کرنے والے لوگ اپنے ساتھ زاد راہ نہیں لیا کرتے تھے' کیونکہ یہ سب ہم سفر احباب کے اخراجات اپنی طرف سے ادا کیا کرتا تھا' اس طرح یہ اپنے دور میں زاد مسافر کے نام سے مشہور ہوا۔ اور والدہ کا نام عاتکہ بنت عامر بن ربیعہ بن مالک بن خزیمہ تھا' سخاوت و فیاضی کا یہ وصف حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کو ورثہ میں ملا تھا۔ یہ بھی اپنے گرد و نواح میں بسنے والی خواتین کے ساتھ انتہائی ہمدردی اور حسن سلوک سے پیش آیا کرتی تھیں' جب یہ شادی کے بعد بنو مخزوم کے خوبصورت' بہادر اور دولت مند جوان عبداللہ بن عبدالاسد کے گھر منتقل ہوئیں تو یہ گھر امن و سکون اور خوشیوں کا گہوارہ بن گیا۔ زندگی کے شب و روز مسرت و شادمانی سے گذرنے لگے' گھر کے آنگن میں خوشیوں کی بہاریں محبت کے

پھول برسانے لگیں۔

لیکن جب یہ دونوں میاں بیوی دائرہ اسلام میں داخل ہو گئے تو خاندان روٹھ گیا' ولید بن مغیرہ مخزومی اور دیگر شرپسند عناصر نے طرح طرح کی تکالیف دے دے کر ان کا عرصہ حیات تنگ کر دیا۔ جب ظلم و ستم کی انتہا ہو گئی تو دربار رسالت سے انہیں حبشہ ہجرت کر جانے کا حکم ملا۔ حبشہ کی جانب مہاجرین کا جو پہلا قافلہ روانہ ہوا وہ سولہ افراد پر مشتمل تھا۔ بارہ مرد تھے اور چار عورتیں۔ جن کی تفصیل کچھ اس طرح ہے:

۱۔ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ۔
۲۔ حضرت ابو حذیفہ بن عتبہ رضی اللہ عنہ۔
۳۔ حضرت ابو سلمہ عبداللہ بن عبدالاسد مخزومی رضی اللہ عنہ۔
۴۔ حضرت عامر بن ربیعہ رضی اللہ عنہ۔
۵۔ حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ۔
۶۔ حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ۔
۷۔ حضرت عبدالرحمان بن عوف رضی اللہ عنہ۔
۸۔ حضرت عثمان بن عوف رضی اللہ عنہ۔
۹۔ حضرت ابو سبرۃ بن ابی رہم رضی اللہ عنہ۔
۱۰۔ حضرت حاطب بن عمرو رضی اللہ عنہ۔
۱۱۔ حضرت سہیل بن وھب رضی اللہ عنہ۔
۱۲۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ۔

اس قافلے میں درج ذیل چار معزز خواتین شامل تھیں۔

۱۔ حضرت رقیہ بنت رسول ﷺ زوجہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ۔
۲۔ حضرت سھلہ بنت سہیل زوجہ حضرت ابو حذیفہ بن عتبہ رضی اللہ عنہ۔
۳۔ حضرت ام سلمہ ہند بنت ابی امیہ زوجہ حضرت ابو سلمہ رضی اللہ عنہ۔

۴- حضرت لیلیٰ بنت ابی حثمہ زوجہ حضرت عامر بن ربیعہ رضی اللہ عنہ -

جب مہاجرین کا یہ قافلہ ساحلِ سمندر پر پہنچا تو وہاں تاجروں کی دو کشتیاں روانگی کے لئے تیار کھڑی تھیں - یہ سب ان میں سوار ہوئے اور حبشہ کے ساحل پر جا کر اتر گئے - مہاجرین کا دوسرا قافلہ جو حبشہ کی طرف روانہ ہوا وہ ۸۳ مردوں اور ۱۹ خواتین پر مشتمل تھا - جس میں حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ بھی شامل تھے - حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ہم حبشہ میں پر سکون زندگی بسر کرنے لگے - اللہ تعالیٰ نے وہاں قیام کے دوران پہلے ایک چاند سی بیٹی عطا کی جس کا نام ہم نے زینب رکھا - اس کے بعد ایک بیٹا پیدا ہوا جس کا نام سلمہ رکھا جس کی وجہ سے میرے سرتاج ابو سلمہ اور میں ام سلمہ کہلائی - اس کے بعد ایک دوسرا بیٹا پیدا ہوا جس کا نام عمر رکھا' پھر اللہ تعالیٰ نے بیٹی عطا کی جس کا نام درۃ رکھا - اس طرح ہمارا گھر ان خوشنما کلیوں سے مہکنے لگا' یہ پھول ہمارے آنگن کی زینت' ہمارے دلوں کا سرور اور آنکھوں کی ٹھنڈک بنے' زندگی کے دن خوشگوار گزر رہے تھے - حبشے کا نیک دل حکمران نجاشی بھی ہم پر بڑا مہربان تھا' اس نے میزبانی کا واقعی حق ادا کیا' سرداران قریش کو جب پتا چلا کہ مسلمان حبشہ میں پناہ حاصل کر چکے ہیں اور وہ بہت آسودہ حال ہیں تو ان کے دلوں میں حسد کے انگارے سلگنے لگے - غیظ و غضب سے یہ اپنے دانت پیسنے لگے - انہوں نے سوچا کہ اگر صورتِ حال یہی رہی تو یہ لوگ آسودہ حال ہو کر آنے والے وقت میں ہمارے لئے خطرہ بھی بن سکتے ہیں - کیوں نہ ان پر وہاں بھی کاری ضرب لگائی جائے -

بڑی سوچ و بچار کے بعد انہوں نے سرزمین عرب کے معروف سیاستدان عمرو بن عاص اور اس کی معاونت کے لئے عبداللہ بن ابی ربیعہ کو قیمتی تحائف دے کر حبشہ بھیجا کہ وہاں نجاشی سے مل کر پناہ گزیں مسلمانوں کو سردارانِ قریش کی تحویل میں دینے کا مطالبہ کریں - یہ دونوں قریشی نمائندے حبشہ پہنچے - نجاشی سے پہلے یہ فرداً فرداً وزراء اور اعیان حکومت سے ملے - ہر ایک کی خدمت میں تحائف پیش کئے

اور اپنی آمد کا مقصد بتاتے ہوئے ان سے نجاشی کے سامنے اپنے موقف کے حق میں بھرپور تائید کی اپیل کی۔ سب نے انہیں تسلی دی کہ آپ مطمئن رہیں' ہم آپ کے ساتھ ہیں۔ یہ قریشی نمائندے نجاشی کے دربار میں حاضر ہوئے۔ درباری آداب بجا لاتے ہوئے اس کی خدمت میں قیمتی تحائف پیش کیے اور عرض گذار ہوئے۔

بادشاہ سلامت! آپ کا اقبال بلند ہو۔ آپ کا سایہ تادیر اس ملک پر قائم و دائم رہے۔ حضور ہم آپ کے علم میں یہ بات لانا چاہتے ہیں کہ مکہ سے چند سر پھرے لوگ بھاگ کر یہاں آئے ہیں اور اب وہ آپ کے زیر سایہ بڑے سکون سے زندگی بسر کر رہے ہیں۔ وہ اس قابل نہیں کہ انہیں یہاں رہنے دیا جائے' وہ تخریب کار ہیں' آپ کے لئے پریشانی کا باعث بنیں گے۔ انہوں نے وہاں بھی گھر گھر میں فساد برپا کر دیا ہے۔ بھائی بھائی سے لڑ رہا ہے' باپ بیٹوں میں جدائی ڈال دی انہوں نے اپنے آباء و اجداد کے دین کو چھوڑ دیا ہے کوئی انوکھا ہی نظریہ حیات اختیار کیا ہے۔ آپ کا دین بھی انہیں پسند نہیں۔ ہم نے ان کی گوشمالی شروع کی تو وہ بھاگ کر آپ کے پاس آ گئے۔ بہتر یہ ہے کہ انہیں ہمارے سپرد کر دیں' ہم ان سے خود ہی نپٹ لیں گے۔ ہم جانیں اور وہ۔ ہم یہ چاہتے ہیں کہ آپ کا ماحول تو خراب نہ ہو۔

نجاشی نے قریشی نمائندوں کی باتیں سن کر حاشیہ نشینوں کی طرف سوالیہ انداز میں دیکھا۔ سب سر جھکائے باادب انداز میں کھڑے ہوئے اور عرض گذار ہوئے

بادشاہ سلامت! یہ ٹھیک کہتے ہیں۔ یہ ان کا اپنا داخلی معاملہ ہے۔ بہتر یہی ہے کہ ان پناہ گزینوں کو ان قریشی نمائندوں کے سپرد کر دیا جائے۔ نجاشی چونکہ پاکیزہ دل' صاف گو اور دور اندیش تھا۔ اس نے کہا میں پہلے پناہ گزینوں کی بات سنوں گا۔ پھر فیصلہ کروں گا کہ کیا فیصلہ کرنا چاہیے۔ انہیں دربار میں بلایا تو مہاجرین کا وفد حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی قیادت میں حاضر ہوا۔ سلام کیا اور بیٹھ گئے۔

عمرو بن عاص نے پہلا تیر پھینکا۔ دیکھئے یہ لوگ کتنے مغرور ہیں' انہوں نے درباری آداب کا لحاظ نہیں کیا۔ انہیں شاہی دستور کے مطابق یہاں آپ کے سامنے مؤدبانہ سجدہ ریز ہونا چاہئے تھا۔ نجاشی نے ان سے پوچھا آپ نے درباری آداب کو ملحوظ خاطر کیوں نہیں رکھا؟ حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے برجستہ یہ کہا:

بادشاہ سلامت! ہم صرف اللہ تعالیٰ کے سامنے سجدہ ریز ہوتے ہیں۔ مخلوق کے سامنے جھکنے سے ہمیں منع کر دیا گیا ہے۔ ہمارے نبی ﷺ نے ہمیں یہ بتایا ہے کہ غیر اللہ کو سجدہ کرنا شرک ہے۔

نجاشی نے کہا: مجھے یہ بتایا گیا ہے کہ آپ لوگوں نے کوئی انوکھا دین اختیار کر رکھا ہے۔

حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے نہایت عمدہ انداز میں وضاحت کرتے ہوئے کہا

بادشاہ سلامت! ہم جاہل قوم تھے' بتوں کے پجاری تھے' مردار کھاتے تھے' شراب پیتے تھے' بے حیائی کا بے دریغ ارتکاب کیا کرتے تھے' ایک دوسرے کے خون کے پیاسے تھے' بات بات پر لڑائی جھگڑا فساد ہمارا معمول بن چکا تھا۔ صلہ رحمی کا ہمیں خیال تک نہ تھا' پڑوسی کے حقوق ہم یکسر بھول چکے تھے' ہمارا طاقتور کمزور کو ہڑپ کر جایا کرتا تھا' ہم حیوانوں کی طرح زندگی بسر کر رہے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے ہماری راہنمائی کے لئے ہم میں سے ایک رسول بھیجا۔ جس کے خاندان کو ہم جانتے تھے' اس کی صداقت' امانت اور عفت و عصمت کے ہم معترف تھے' اس نے ہمیں ایک اللہ کی عبادت کرنے کی دعوت دی' ہمیں ہمیشہ سچ بولنے' امانت ادا کرنے' صلہ رحمی اختیار کرنے' پڑوسی سے اچھا سلوک کرنے' حرام سے اجتناب کرنے کا حکم دیا۔ اور ہمیں بے حیائی کا ارتکاب کرنے' جھوٹ بولنے' یتیم کا مال کھانے اور پاک دامن عورتوں پر جھوٹا الزام لگانے سے منع کیا' ہمیں یہ حکم دیا کہ ہم ایک اللہ کی عبادت

کریں' اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں اور اس نے ہمیں نماز پڑھنے' زکوٰۃ ادا کرنے اور روزے رکھنے کا حکم دیا- ہم نے ان کی ہر بات کو تسلیم کرتے ہوئے عمل کرنا شروع کر دیا- دیکھتے ہی دیکھتے ہماری کایا پلٹ گئی- چور' ڈاکو' زانی' شرابی' اوباش' مادر پدر آزاد اور جھگڑالو امن و آشتی کے پیامبر بن گئے-

جب ہم نے یہ پاکیزہ طرز عمل اختیار کیا تو قوم ہماری دشمن بن گئی- یہ ہمیں طرح طرح کی اذیتیں دینے لگے- تاکہ ہم دوبارہ اسی بے ہودہ زندگی کی طرف پلٹ آئیں- اور اسی دلدل میں پھر پھنس جائیں جس میں پہلے دھنسے ہوئے تھے- جب انہوں نے ہم پر ظلم و ستم کی انتہاء کر دی تو ہم ان سے نجات حاصل کرنے کے لئے آپ کے پاس چلے آئے- ہمیں یہ بتایا گیا تھا کہ آپ عدل و انصاف کے خوگر ہیں' ہمدردی' فیاضی اور سخاوت کے پیکر ہیں- ہم امید رکھتے ہیں کہ آپ ہمارے ساتھ حسن سلوک سے پیش آئیں گے-

نجاشی نے کہا: میں نے سنا ہے کہ نبی اقدس ﷺ پر الٰہی کلام نازل ہوتا ہے- کیا آپ اس کا کوئی نمونہ ہمارے سامنے پیش کر سکتے ہیں؟

حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے موقع کو غنیمت جانتے ہوئے سورۂ مریم کی تلاوت انتہائی دلسوز انداز میں شروع کی- نجاشی کے دل میں ان آیات قرآنی کا اتنا اثر ہوا کہ اس کے جسم میں کپکپاہٹ پیدا ہو گئی اور آنکھوں سے آنسو ٹپکنے لگے جن سے اس کی داڑھی تر ہو گئی- دربار میں سناٹا طاری ہو گیا- درباری حاشیہ بردار یہ منظر دیکھ کر انگشت بدنداں رہ گئے- نجاشی نے کرجدار آواز میں کہا: واللہ یہ کلام جو آج میں نے سنا ہے اور وہ کلام جو عیسیٰ علیہ السلام پر نازل کیا گیا' ان کا منبع ایک ہی معلوم ہوتا ہے- یہ بات سن کر درباری حاشیہ نشینوں کی آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئیں- ان کے دل میں خیال آیا کہ ہمارے حکمران کے دل پر بھی جادو چل گیا-

نجاشی نے قریشی نمائندوں کو مخاطب ہو کر کہا: سنو یہ لوگ جب تک ان کا جی چاہے میرے ملک میں رہ سکتے ہیں- ان کو ہماری طرف سے ہر طرح کا تحفظ

حاصل ہو گا۔ یہ پاکیزہ کردار لوگ میں آپ کے سپرد نہیں کر سکتا۔ آپ واپس جا سکتے ہیں۔

سنو! یہ تحائف بھی لے جاؤ' مجھے ان کی کوئی ضرورت نہیں۔ یہ اپنے سرداروں کو جا کر واپس لوٹا دو۔ مجھے اگر کوئی سونے کا پہاڑ دے کر یہ مطالبہ کرے کہ میں اس کے بدلے یہ لوگ اس کے سپرد کر دوں' میں ایسا ہرگز نہیں کروں گا۔

نجاشی کا یہ انداز دیکھ کر عمرو بن عاص اور عبداللہ بن ابی ربیعہ کی نگاہیں شرم کے مارے جھک گئیں' دونوں انگشت بدنداں ہو کر ایک دوسرے کی طرف دیکھنے لگے۔ بڑے بے آبرو ہو کر دونوں قریشی نمائندے دربار سے نکلے۔ نظریں جھکائے ہوئے اپنی قیام گاہ میں پہنچے۔ ایک دوسرے سے حالِ دل کہنے لگے۔ اب کیا کریں؟ کس منہ سے مکہ واپس جائیں؟ قریشی سردار ہمیں کیا کہیں گے؟ ہماری ساری منصوبہ بندی اکارت گئی' دونوں سر جوڑ کر بیٹھے تو آپس میں مشورہ کرنے لگے۔

عمرو بن عاص نے کہا: آہا میرے ذہن میں ایک بات آئی ہے۔ صبح دربار میں پھر حاضر ہوں گے۔ نجاشی کو یہ بات بتا کر برانگیختہ کروں گا۔ مجھے امید ہے کہ میرا یہ تیر نشانے پر پڑے گا۔ دیکھنا صبح کیا ہوتا ہے؟ ساتھی نے کہا مجھے بھی بتاؤ یہ کیسی نئی اور انوکھی تجویز تیرے ذہن میں آئی ہے۔

اس نے کہا یہ لوگ عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ کا بندہ اور انسان مانتے ہیں جب کہ نجاشی اسے اللہ کا بیٹا مانتا ہے۔ بس یہ ایک ایسا حربہ ہو گا جس سے دربار کی صورت حال پلٹ جائے گی۔ صبح آلینے دو' میں ایسا جادو جگاؤں گا کہ ہر کوئی سننے والا انگشت بدنداں رہ جائے گا۔

صبح ہوئی' تیار ہو کر دربار میں پہنچے۔ آداب بجا لائے اور عرض کی:

بادشاہ سلامت! ایک بات آپ کے علم میں لانا ہم بھول گئے۔ یہ لوگ بڑے گستاخ ہیں۔ یہ عیسیٰ علیہ السلام کو بندہ اور انسان مانتے ہیں۔ ان سے ذرا پوچھیں کہ عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں ان کا نظریہ کیا ہے؟

نجاشی نے مہاجرین کو دوبارہ دربار میں بلایا۔ حضرت جعفر بن ابی طالبؓ سے پوچھا کہ عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں آپ کا کیا نظریہ ہے؟

انہوں نے جواب دیا:

بادشاہ سلامت! ہمیں رسول اقدس ﷺ نے یہ بتایا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام اللہ کے بندے' اس کے رسول' اس کی روح اور کلمہ ہیں۔ جسے اللہ تعالیٰ نے مریم بتول کی طرف القاء کیا۔ یہ مفصل جواب سن کر نجاشی نے جوش و جذبے سے اپنا ہاتھ زمین پر مارتے ہوئے کہا:

تمہاری بات بالکل درست ہے۔ عیسیٰ علیہ السلام یقیناً وہی کچھ ہیں جو تم نے بیان کیا۔ تمہارے بیان اور ان میں ایک ذرہ برابر بھی فرق نہیں۔

پھر نجاشی نے مہاجر مسلمانوں سے کہا:

آپ یہاں میرے ملک میں امن و سکون سے رہیں۔ آپ کا کوئی بال بیکا بھی نہیں کر سکے گا۔ قریشی نمائندوں سے کہا آپ یہاں سے جا سکتے ہیں اور یہ تحائف بھی واپس لیتے جائیں ہمارے پاس اللہ کا دیا سب کچھ ہے۔

وہ اٹھے' اپنی بغلوں میں جھانکتے ہوئے' پشیمانی و ندامت کو اپنے چہروں پر سجائے ہوئے دربار سے نکلے اور اپنی راہ لی۔

یہ داستان حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے ایسے دل پذیر انداز میں بیان کی کہ واقعات سیرت کا ایک اہم جزء بن گئی۔

* * *

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ہم حبشہ میں آسودہ زندگی بسر کر رہے تھے۔ نجاشی بڑا مہربان تھا' لیکن مادر وطن مکہ معظمہ کی یاد دل سے بھلائی نہ جا رہی تھی' ہر دم دل میں یہی خیال سمایا رہتا کہ وہ کون سی گھڑی ہوگی جب ہم اپنے پیارے وطن کو واپس لوٹیں گے۔ ایک روز حبشہ میں یہ خبر پہنچی کہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کر لیا ہے' اب مکہ معظمہ کے حالات یکسر بدل چکے ہیں۔ عمرؓ

کے رعب و دبدبہ کی بنا پر قریش مسلمانوں پر ظلم و ستم ڈھانے سے باز آچکے ہیں۔

اس خبر سے ہمارے دلوں میں خوشی کی ایک لہر دوڑ گئی۔ یہ خبر سنتے ہی ہم مکہ معظمہ کی طرف روانہ ہوئے۔ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ اپنے اہل خانہ کے ہمراہ ہمارے ساتھ واپس لوٹے۔ مکہ پہنچ کر ہمیں پتہ چلا کہ یہ تو محض ایک افواہ تھی۔ قریش مکہ تو پہلے سے بھی زیادہ نوآموز مسلمانوں کو ظلم و ستم کا نشانہ بنا رہے ہیں۔ لیکن اب کیا ہو سکتا تھا۔ ہم تو پھر اسی چکی میں پسنے کے لئے واپس پہنچ چکے تھے۔ اب پچھتاوا کس کام کا؟

اب پچھتائے کیا ہوت جب چڑیاں چگ گئیں کھیت

ایک روز تنگ آکر ابو سلمہؓ نے دوبارہ حبشہ چلے جانے کا ارادہ کر لیا تھا کہ رسول اقدس ﷺ نے اپنے جاں نثاروں کو مدینہ منورہ چلے جانے کا حکم صادر فرمایا۔ کیونکہ مدینہ سے آنے والے وفد نے بیعت عقبہ میں مسلمانوں کو مدینہ منورہ آباد ہونے کی پیش کش کر دی تھی' جسے رسول اقدس ﷺ نے قبول کر لیا تھا۔

انصار مدینہ نے کہا کہ ہم مہاجر بھائیوں کی دل و جان سے خدمت کریں گے۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ مدینہ منورہ کی جانب ہجرت کرنے کا جب حکم ملا تو ابو سلمہؓ نے اونٹ پر مجھے اور بچوں کو سوار کیا اور سب کے سامنے سوئے مدینہ چل پڑا۔ ہماری روانگی کا منظر دیکھ کر میرے خاندان کے چند افراد آگے بڑھے۔ انہوں نے اونٹ کی مہار پکڑ کر کہا: آپ جہاں چاہیں جائیں یہ ہماری بیٹی ہے یہ آپ کے ساتھ نہیں جائے گی۔ یہ کیا مذاق ہے؟ کبھی حبشہ کبھی مدینہ کبھی ادھر کبھی ادھر۔ سکون سے ایک جگہ رہنا تو تجھے نصیب ہی نہیں۔ اس طرح انہوں نے مجھے روک لیا۔

ابو سلمہ کے خاندان کو جب پتا چلا تو وہ بھی آگئے انہوں نے میری گود سے دونوں بیٹے چھین لئے اور کہا یہ ہمارا خون ہے۔ ان کی پرورش ہم کریں گے۔ پلک جھپکنے میں ہمارے درمیان جدائی ڈال دی گئی۔ یہ صورت حال دیکھ کر ابو سلمہ مدینہ

منورہ روانہ ہو گئے' میں اپنے میکے چلی گئی اور میرے بیٹے سسرال والے لے گئے۔ میں یہ منظر دیکھ کر دنگ رہ گئی۔ مجھ پر غموں کے پہاڑ گر پڑے۔ آنسو تھے کہ تھمنے کا نام ہی نہ لیتے تھے۔ خاوند کی جدائی کیا کم تھی کہ میرے لخت جگر مجھ سے چھین لئے گئے۔ ہر دم انہیں کا خیال دل میں سمایا رہتا۔

فرماتی ہیں کہ میں روزانہ اس جگہ جاتی جہاں ہمارے درمیان جدائی کی خلیج حائل کی گئی تھی۔ وہاں بیٹھ کر زار و قطار روتی' آہیں بھرتی' سسکیاں لیتی' آنسوؤں کی برسات لگی رہتی' مجھے پل بھر کے لئے چین نہ آتا۔ یہ میرا روزانہ کا معمول تھا۔ ایک روز میں وہاں بیٹھی رو رہی تھی کہ میرے خاندان کا ایک فرد وہاں سے گذرا۔ اسے میری حالت دیکھ کر ترس آگیا۔ مجھ سے پوچھا:

اے زادِ مسافر کی بیٹی! تم نے یہ اپنی کیا حالت بنا رکھی ہے؟ میں نے اسے صورتِ حال سے آگاہ کیا۔ اس نے ابو سلمہ اور میرے خاندان کے ذمہ دار افراد سے بات کرتے ہوئے کہا

ظالمو! تمہیں اس بیچاری پر ترس نہیں آتا۔ تمہارے دل پتھر ہو چکے ہیں۔ دیکھ نہیں رہے کہ یہ کس طرح ایک عرصے سے غم کے آنسو بہا رہی ہے۔ کچھ شرم کرو' کچھ ہوش کے ناخن لو' آخر کب تک تم اسے جدائی کے عذاب میں مبتلا کئے رکھو گے۔ تمہارے لئے ڈوب مرنے کا مقام ہے۔ لاچار اور شریف خاتون سے یہ ظالمانہ سلوک۔

جب اس نے جذبات میں آکر انہیں کھری کھری سنائیں تو ان کی نگاہیں جھک گئیں۔ انہوں نے اپنی ضد چھوڑ دی' میرے بیٹے واپس کر دیئے اور کہا تم جا سکتی ہو۔ ہماری طرف سے اجازت ہے۔ لیکن میرے ساتھ مدینہ تک جانے کی کسی نے حامی نہ بھری۔ بیٹوں کے دوبارہ میری گود میں آنے سے غموں کے بادل چھٹ گئے' دل کو سکون ملا' میں کسی کی پروا کئے بغیر بچوں سمیت اونٹ پر سوار ہوئی اور اکیلی ہی اللہ کے بھروسے پر مدینہ چل پڑی۔ جب میں مقام تنعیم پر پہنچی تو عثمان بن طلحہ عبدری

ملے جو اس وقت ابھی مسلمان نہیں ہوئے تھے۔ اس نے صلح حدیبیہ کے موقع پر اسلام قبول کرنے کی سعادت حاصل کی تھی۔ پوچھا اکیلی کہاں جارہی ہیں؟ میں نے کہا اپنے سرتاج ابو سلمہ کے پاس مدینہ جارہی ہوں۔ اس نے پوچھا آپ کو چھوڑنے خاندان کا کوئی فرد ساتھ جا رہا ہے؟

میں نے کہا: کوئی نہیں بس اللہ کے سہارے جارہی ہوں۔ وہی میرا حامی و ناصر ہے وہی میری حفاظت کرے گا۔ اس نے آگے بڑھ کر میرے اونٹ کی مہار پکڑتے ہوئے کہا۔ میں آپ کو مدینہ چھوڑ کر آؤں گا۔

حضرت ام سلمہ فرماتی ہیں۔ ایسا نیک خصلت 'شریف الطبع' پاکیزہ نگاہ اور پاکیزہ دل میں نے کوئی اور نہ دیکھا۔ مکہ سے مدینہ تک سفر کے دوران جب کہیں پڑاؤ کا وقت آتا تو یہ کہیں مناسب جگہ پر اونٹ بٹھا دیتا۔ میں بچوں کو لے کر نیچے اترتی' یہ اونٹ کو کسی درخت کے ساتھ باندھ کر خود دور جا کر لیٹ جاتا اور مجھے بچوں سمیت آزادانہ آرام کا موقع میسر آجاتا۔ جب روانگی کا وقت ہوتا تو اونٹ میرے پاس لا کر بٹھا دیتا' میں بچوں کو لے کر اس پر سوار ہوتی اور یہ اس کی مہار پکڑ کر آگے آگے پیدل چلنے لگتا۔ جب ہم کئی روز کا سفر طے کر کے مدینہ منورہ کی ملحقہ آبادی قباء میں پہنچے' جہاں بنو عمرو بن عوف آباد تھے' تو عثمان بن طلحہ عبدری نے کہا: دیکھو ابو سلمہؓ اس بستی میں رہائش پذیر ہیں۔ اچھا اللہ حافظ' میں واپس جاتا ہوں۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ اس کے حسن سلوک نے مجھے بہت متاثر کیا۔ اللہ اسے جزائے خیر عطا کرے۔

حضرت ابو سلمہ رضی اللہ عنہ نے جب اپنے اہل خانہ کو سامنے دیکھا تو خوشی کی کوئی انتہا نہ رہی۔ پھر میاں بیوی راضی خوشی زندگی کے دن گزارنے لگے۔ حضرت ام سلمہؓ اپنے بچوں کی تربیت میں مصروف ہو گئیں۔

ابو سلمہؓ غزوہ بدر میں شریک ہوئے اور پھر انہیں غزوہ احد میں شریک ہونے کا اعزاز حاصل ہوا۔ لیکن اس جنگ میں ابو اسامہ جشمی نے ان کے بازو پر نیزہ مارا

جس سے بہت گہرا زخم آیا۔ مہینہ بھر اس کا علاج ہوتا رہا۔ اوپر سے تو زخم مل گیا لیکن اندر سے خشک نہ ہوا۔ غزوۂ احد کو ابھی دو ماہ کا عرصہ ہی گذرا تھا کہ رسول اقدس ﷺ کو یہ خبر ملی کہ بنو اسد مدینہ منورہ پر حملہ کرنے کی تیاری کر رہے ہیں۔ آپ نے لشکر اسلام کو تیاری کا حکم دیا۔ اور اس کی قیادت ابو سلمہ کے سپرد کی جب کہ اس میں حضرت ابو عبیدہ بن جراح اور حضرت سعد بن ابی وقاص جیسے تجربہ کار جلیل القدر صحابہ کرام موجود تھے۔

رسولِ اقدس ﷺ نے حضرت ابو سلمہؓ کے ہاتھ میں لشکر اسلام کا جھنڈا تھماتے ہوئے ارشاد فرمایا:

"تم سرزمین بنو اسد پر جا کر پڑاؤ کرنا۔ اوران پر اچانک جا کر حملہ آور ہونا تاکہ انہیں تم پر چڑھائی کرنے کا موقع ہی میسر نہ آسکے" حضرت ابو سلمہ رضی اللہ عنہ نے رسولِ اقدس ﷺ کی ہدایات پر عمل کرتے ہوئے لشکر کی قیادت کے فرائض سر انجام دیئے۔ یہ لشکر ایک سو پچاس افراد پر مشتمل تھا۔ بنو اسد کے علاقے میں پہنچ کر لشکر اسلام نے اچانک ان پر حملہ کر دیا۔ تلواروں کی جھنکار اور مجاہدین کی للکار دشمن پر بجلی بن کر گری۔ مجاہدین اپنی جانیں ہتھیلی پر رکھ کر میدان میں اترے تھے۔ اس معرکے کی بڑی اہمیت تھی۔ اس میں کامیابی غزوہ احد میں پیش آنے والی پشیمانی کا مداوی تھی۔ گردونواح میں بسنے والے قبائل کے دلوں پر دھاک بٹھانے کے لیے ضروری تھا کہ اس معرکے میں فیصلہ کن کامیابی حاصل کی جاتی۔ اس لیے ہر مجاہد جان توڑ کر لڑا۔ حضرت ابو سلمہؓ نے اپنے زخمی بازو کی پرواہ نہ کی۔ زخم اندر سے ہرا تھا۔ وہ پھٹ پڑا لیکن یہ برق رفتاری سے دشمن کو تہ تیغ کرنے میں مصروف رہے۔ بنو اسد کو شکست فاش کا سامنا کرنا پڑا۔ اس معرکے میں بہت سا مالِ غنیمت لشکر اسلام کو حاصل ہوا۔ انتیس دن کے بعد لشکر اسلام ۴ ہجری ۸ صفر کو واپس مدینہ منورہ پہنچا لیکن لشکر کے قائد ابو سلمہ رضی اللہ عنہ کو بازو کے زخم نے نڈھال کر دیا تھا۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے جب انہیں دیکھا تو گھبرا گئیں۔

حضرت ابو سلمہ رضی اللہ عنہ شدید زخمی کی حالت میں بستر پر لیٹے ہوئے تھے کہ رسول اللہ ﷺ ان کی عیادت کے لیے تشریف لائے۔ آپ نے محسوس کیا کہ یہ اپنی زندگی کے آخری سانس لے رہے ہیں۔ آپ نے انہیں تسلی دی۔ ان کے لئے دعائیہ کلمات کہے۔ پیار سے تھپکی دی۔ ابو سلمہؓ نے اس موقع پر یہ دعا کی:

«اللّٰهُمَّ اخْلُفْنِي فِي أَهْلِي بِخَيْرٍ»

"الٰہی میرے بعد اہل خانہ کو میرا نعم البدل عطا کرنا۔"

اور ساتھ ہی یہ دعا بھی کی

«اللّٰهُمَّ ارْزُقْ أُمَّ سَلَمَةَ بَعْدِي رَجُلاً خَيْرًا مِنِّي لَا يُحْزِنُهَا وَلَا يُؤْذِيهَا»

"الٰہی میرے بعد ام سلمہ کو ایسا خاوند عطا کرنا جو مجھ سے بہتر ہو جو اسے نہ کوئی غم دے اور نہ ہی تکلیف۔"

اس دعا کے بعد حضرت ابو سلمہ رضی اللہ عنہ کی روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی۔ رسول اقدس ﷺ نے اپنے مبارک ہاتھوں سے ان کی آنکھیں بند کیں۔ جب ابو سلمہ رضی اللہ عنہ اللہ کو پیارے ہو گئے تو ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے دل میں خیال آیا۔ بھلا ابو سلمہؓ سے بہتر میرے لئے کون ہو سکتا ہے؟ فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اقدس ﷺ سے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ میں اپنے لیے کیا دعا کروں؟ آپ نے فرمایا:

تم یہ دعا مانگو!

«اللّٰهُمَّ اغْفِرْ لَنَا وَلَهُ وَأَعْقِبْنِي مِنْهُ عُقْبَى صَالِحَةً»

"الٰہی ہمیں اور اسے بخش دے اور اس کی مناسبت سے میرا انجام بہتر ہو۔"

میں نے یہ دعا کی اور اللہ تعالیٰ نے اسے شرف قبولیت بخشا۔ جب میری عدت پوری ہوئی تو مجھے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنے ساتھ شادی کا پیغام بھیجا۔ میں نے انکار کر دیا۔ پھر حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی جانب سے پیغام موصول ہوا اسے بھی میں نے ٹھکرا دیا۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے پیش کش کی تو

میں نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ میں ایک غیرت مند اور غصے والی عورت ہوں۔ مجھے اندیشہ ہے کہ کہیں کوئی گستاخی نہ ہو جائے اور میرے جملہ نیک اعمال ضائع ہو جائیں۔ دوسری بات یہ ہے کہ میں ایک عمر رسیدہ عورت ہوں۔ اور تیسری بات یہ ہے کہ میں کثیر الاولاد ہوں۔

آپ نے ارشاد فرمایا:

جہاں تک تیرے غصے کا تعلق ہے' میں دعا کروں گا تیرا غصہ جاتا رہے گا۔ جہاں تک تیرے عمر رسیدہ ہونے کا تعلق ہے' میں بھی تیری طرح عمر رسیدہ ہوں۔ رہی بات اولاد کے زیادہ ہونے کی' میں نے اسی لئے پیش کش کی ہے تاکہ بچوں کی کفالت اپنے ذمے لے کر تمہارا ہاتھ بٹایا جائے۔ یہ جواب سن کر میرے دل کو انتہائی مسرت ہوئی اور آپ کے حبالہ عقد میں آ کر ام المومنین کا اعزاز حاصل کرنے کی سعادت حاصل ہوئی۔ اس طرح اللہ تعالیٰ نے میری اور ابو سلمہ رضی اللہ عنہ کی دعا کو شرف قبولیت عطا کرتے ہوئے میرے لئے نعم البدل کا اہتمام کر دیا۔ یہ مبارک شادی ماہ شوال ۴ ہجری کو ہوئی۔

❋ ❋ ❋

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اقدس ﷺ روزانہ نماز عصر کے بعد ازواج مطہرات کے حجروں میں تشریف لے جایا کرتے۔ ہر ایک کے پاس باری باری تھوڑی دیر کے لئے تشریف رکھتے' حال دریافت کرتے' گھریلو ضروریات کے بارے میں سوال کرتے۔ آغاز آپ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے حجرے کرتے چونکہ وہ عمر میں دیگر ازواج مطہرات سے بڑی تھیں اور اس دورے کا اختتام میرے حجرے پر ہوتا۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا حسن و جمال اور علم و فضل کے اعتبار سے ممتاز حیثیت کی حامل تھیں۔

صلح حدیبیہ میں حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ شریک سفر تھیں۔ جب صلح طے پا گئی تو رسول اقدس ﷺ نے صحابہ کرام کو حکم دیا

کہ قربانی کے جو جانور اپنے ساتھ لائے ہو انہیں ذبح کر دو اور اپنے سر منڈوا لو۔ لیکن کوئی بھی اس حکم کی تعمیل کے لیے نہ اٹھا۔ یہ صورت حال دیکھ کر آپ بڑے پریشان ہوئے۔ ام المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے مشورہ کیا تو انہوں نے کہا آپ کسی کو کچھ نہ کہیں۔ بلکہ خود قربانی کا جانور ذبح کر دیں اور سر منڈوا دیں۔ پھر دیکھیں اس کا کیا اثر ہوتا ہے۔ ایسے ہی ہوا جب آپ نے سر منڈوایا تو یہ دیکھ کر تمام صحابہ کرام جلدی جلدی اپنے سر منڈوانے لگے۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا بہت زیرک اور دانشور خاتون تھی انہیں لکھنا بھی آتا تھا غرباء و مساکین کی دستگیری اور خدمت گزاری کی بنا پر انہیں ام المساکین کے نام سے بھی یاد کیا جاتا تھا۔

انہیں یہ اعزاز بھی حاصل ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ پر یہ آیت ﴿اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰہُ لِیُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَیْتِ وَ یُطَهِّرَكُمْ تَطْهِیْرًا﴾ (الاحزاب۔ ۳۳) نازل ہوئی تو آپ اس وقت حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے حجرے میں تشریف فرما تھے اس طرح سورہ توبہ کی درج ذیل آیت کریمہ جب نازل ہوئی تو رسول اقدس ﷺ اس وقت بھی حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف فرما تھے۔

﴿وَ اٰخَرُوْنَ اعْتَرَفُوْا بِذُنُوْبِهِمْ خَلَطُوْا عَمَلًا صَالِحًا وَّ اٰخَرَ سَیِّئًا عَسَى اللّٰهُ اَنْ یَّتُوْبَ عَلَیْهِمْ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ﴾ (التوبة۔ ۱۰۲)

اسی طرح جب سورہ توبہ کی درج ذیل آیت نازل ہوئی اس وقت بھی آپ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف فرما تھے

﴿وَّ عَلَى الثَّلٰثَةِ الَّذِیْنَ خُلِّفُوْا حَتّٰۤى اِذَا ضَاقَتْ عَلَیْهِمُ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ وَ ضَاقَتْ عَلَیْهِمْ اَنْفُسُهُمْ وَ ظَنُّوْۤا اَنْ لَّا مَلْجَاَ مِنَ اللّٰهِ اِلَّاۤ اِلَیْهِ ثُمَّ تَابَ عَلَیْهِمْ لِیَتُوْبُوْا اِنَّ اللّٰهَ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِیْمُ﴾ (التوبة۔ ۱۱۸)

اس آیت کریمہ میں کعب بن مالک، ہلال بن امیہ اور مرارۃ بن الربیع کی

توبہ قبول کرنے کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ یہ تینوں صحابہ غزوہ تبوک کے لیے روانہ ہونے والے لشکر اسلام سے بغیر کسی شرعی عذر کے بغیر پیچھے رہ گئے تھے۔ جس کی وجہ سے رسول اقدس ﷺ اور صحابہ کرام نے ان سے مکمل بائیکاٹ کر دیا تھا۔ مسلسل اپنے جرم کی تلافی کے لیے اللہ کے حضور توبہ کرتے رہے۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول کر لی۔ رسول اقدس ﷺ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے حجرے میں نیند کی آغوش میں محو استراحت تھے کہ رات کے پچھلے پہر آپ بیدار ہوئے تو وحی کے ذریعے یہ آیات آپ پر نازل ہوئیں۔ آپ نے ام سلمہؓ سے کہا: کعب بن مالکؓ اور اس کے ساتھیوں کی اللہ تعالیٰ نے توبہ قبول کر لی ہے۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے محبت بھرے انداز میں پوچھا کیا ان کو اسی وقت یہ خوشخبری سنا دی جائے؟ آپ نے فرمایا نہیں ان کے آرام میں خلل پیدا ہوگا۔ نماز فجر کے بعد انہیں بلا کر مبارکباد دی تو ان کی خوشی کی کوئی انتہا نہ رہی۔ صحابہ کرامؓ نے بھی مبارکباد دینے میں ایک دوسرے سے سبقت لے جانے کی کوشش کی۔

* * *

ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کو یہ امتیاز بھی حاصل ہے کہ انہیں رسول اقدس ﷺ کے ساتھ غزوہ مریسیع' غزوہ خیبر' فتح مکہ' معرکہ طائف' غزوہ حنین' وغیرہ میں شریک ہونے کا شرف حاصل ہوا۔ اس مبارک تاریخی سفر میں بھی آپ شریک تھیں جس میں صلح حدیبیہ یا بیعت رضوان کا واقعہ پیش آیا تھا۔

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مجھے کسی نے بتایا کہ حضرت جبریل علیہ السلام تشریف لائے ہیں اور وہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ مصروف گفتگو ہیں۔ میں زیارت کے لئے گیا کیا دیکھتا ہوں کہ آپ دحیہ کلبی سے باتیں کر رہے ہیں اور ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا بھی وہاں تشریف فرما ہیں۔ جب باتیں ختم ہوئیں تو رسول اقدس ﷺ نے ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا جانتی ہو یہ کون ہیں؟ آپ نے فرمایا یہ آپ کے جاں نثار صحابی دحیہ کلبی ہیں۔ آپ

نے مسکراتے ہوئے ارشاد فرمایا یہ جبرائیل علیہ السلام دحیہ کلبی کے روپ میں تشریف لائے ہیں۔ سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ سُبْحَانَ اللّٰہِ الْعَظِیْم

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کو دینی علوم میں بڑی مہارت حاصل تھی۔ تین سو ستائیس احادیث رسولؐ زبانی یاد تھیں۔رضاعت اور طلاق کے مسائل پر ان کی گہری نظر تھی۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بعض شرعی احکام کے بارے میں ان سے دریافت کیا کرتے تھے۔ جن صحابہ کرام کا فتویٰ چلتا تھا ان میں سر فہرست ام المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کا نام آتا ہے۔ صاحب فتویٰ صحابہ کرامؓ کی فہرست درج ذیل ہے۔

۱۔ام المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا۔

۲۔حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ۔

۳۔حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ۔

۴۔حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ۔

۵۔حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ۔

۶۔حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ۔

۷۔حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما۔

۸۔حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہما۔

۹۔حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ۔

۱۰۔حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ۔

۱۱۔حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ۔

۱۲۔حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ۔

۱۳۔حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ۔

۱۴۔حضرت طلحہ بن عبیداللہ رضی اللہ عنہ۔

۱۵۔حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ۔

۱۶- حضرت عبدالرحمان بن عوف رضی اللہ عنہ۔

۱۷- حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ۔

۱۸- حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ۔

۱۹- حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما۔

ام المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فصاحت و بلاغت میں بھی اعلیٰ مقام پر فائز تھیں۔ جب گفتگو کرتیں تو جملے نہایت نچے تلے ہوتے۔ جب کوئی عبارت لکھتیں تو اس میں ادب کی چاشنی پائی جاتی تھی۔ بہت سے صحابہ کرام اور تابعین نے آپ سے احادیث روایت کی ہیں۔

* * *

ام المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے لمبی عمر پائی۔ خلافت راشدہ کا پورا دوران کی نظروں کے سامنے گزرا۔ امہات المؤمنین میں سب سے پہلے حضرت زینب بنت جحش نے وفات پائی۔ یہ حضرت عمر بن خطاب کے دور خلافت میں اللہ کو پیاری ہوئیں اور سب ازواج مطہرات کے بعد حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے وفات پائی۔ یہ یزید بن معاویہ کا دور حکومت تھا۔ نوے سال کی عمر میں اور ایک روایت کے مطابق ۸۴ سال کی عمر میں ۶۲ ہجری میں داعی اجل کو لبیک کہا۔ وفات سے پہلے انہوں نے وصیت کی تھی کہ میری نماز جنازہ حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ پڑھائیں۔ انہیں امہات المؤمنین کے پہلو میں جنت البقیع کے قبرستان میں دفن کیا گیا۔

اس طرح یہ دنیائے فانی سے کوچ کرتے ہوئے جنت الفردوس میں جا آباد ہوئیں۔

اللہ ان پر راضی اور یہ اپنے اللہ پر راضی

* * *

ام المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے مفصل حالات زندگی معلوم کرنے کے لئے درج ذیل کتابوں کا مطالعہ کریں۔

۱ – طبقات ابن سعد ٨٦/٨

٢ – جمهرة انساب العرب لابن حزم ١٤٦

٣ – سير اعلام النبلاء ٢٠٢/٢

٤ – المحبّر ٩٩

٥ – شذرات الذهب ٢٨٠/١

٦ – المواهب اللدنيه ٨٥/٢

٧ – السمط الثمين ١١٠

٨ – مجمع الزوائد ٢٤٥/٩

٩ – العقد الفريد ٢٢٤/٢

١٠ – مسند امام احمد ٢٠٧/٦

١١ – انساب الاشراف ٤١٥/١

١٢ – المجتنى من المجتبى لابن جوزى ٩٣

١٣ – تهذيب التهذيب ٤٥٦/١٢

١٤ – فتح البارى ٣٨٩/٢

١٥ – زاد المعاد ٧٨/٢

١٦ – سير اعلام النبلاء ٢٠٣/٢

١٧ – التاج الجامع لاصول ٣٨٣/٣

١٨ – البداية والنهاية ١٧٦/٤

١٩ – مسند امام احمد ٣٢٣/٤

٢٠ – الكامل لابن اثير ٣٧٨/٢

٢١ – اعلام النساء ٢٢٤/٥

۲۲ – سنن نسائی	۸۲-۸۱/۶
۲۳ – الاصابة	۴۴۰/۴
۲۴ – السیرة الحلبیة	۴۱۰/۳
۲۵ – اسد الغابة	۳۴۲/۶
۲۶ – سیرت ابن هشام	۳۳۴/۱
۲۷ – حلیة الاولیاء	۱۱۶/۱
۲۸ – المعارف	۱۲۸
۲۹ – کنز العمال	۶۹۹/۱۳
۳۰ – تهذیب الاسماء واللغات	۳۶۱/۲
۳۱ – العبر	۶۵/۱
۳۲ – تاریخ الطبری	۱۰۰/۲
۳۳ – فتوح البلدان	۵۸۱
۳۴ – صفة الصفوة	۴۰/۲
۳۵ – شفاء الغرام	۳۰۷/۱
۳۶ – وفاء الوفاء	۳۰۰/۱
۳۷ – در السحابة	۳۲۴
۳۸ – الروض الانف	۲۶۸/۲
۳۹ – جلاء الافهام	۱۹۵
۴۰ – نور الابصار	۴۷

ام المؤمنین حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا

رسولِ اقدس ﷺ نے ایک روز ازواج مطہرات کو یہ بات بتائی کہ ''تم میں سب سے پہلے مجھے آخرت میں وہ ملے گی جس کے ہاتھ لمبے ہیں'' (فرمانِ رسولؐ)

❋ ''ازواج مطہرات میں حضرت زینبؓ سب سے پہلے فوت ہوئیں اور خلد بریں جنت الفردوس کی مہمان بنیں۔''

❋ ''حضرت زینب رضی اللہ عنہا سخاوت و فیاضی میں ید طولیٰ رکھتی تھیں۔''

❋ سخاوت کو لمبے ہاتھوں سے تعبیر کیا گیا ہے۔

خاندانی وجاہت' شرافت اور نجابت سے آراستہ' امیمۃ بنت عبدالمطلب بن ہشام کی بیٹی' جرنیل صحابی عبداللہ بن جحشؓ' شاعر اسلام ابو احمد بن جحش اور عظیم المرتبت صحابیہؓ حمنہ بنت جحشؓ کی بہن' سید الشہداء حضرت حمزہ بن عبدالمطلب' دریا دل فیاض حضرت عباس بن عبدالمطلب اور حضرت صفیہ بنت عبدالمطلب کی بھانجی' دریا دلی' فیاضی' سخاوت اور غرباء و مساکین کے ساتھ ہمدردی میں ید طولیٰ رکھنے والی نیک خو' عبادت گذار' شب زندہ دار' متقی' پرہیزگار' اللہ کی رضا جوئی میں ہر دم سرگرم' جس کا پہلا نکاح حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہوا تو معاشرے میں غلام و آزاد کے امتیازات مٹ گئے' طلاق کے بعد دوسرا نکاح سید المرسلین ﷺ سے وحی الٰہی کی بنیاد پر ہوا جس سے منہ بولے بیٹے کو حقیقی بیٹے کا درجہ دینے کی قدیم رسم ٹوٹ گئی' جس کی دعوت ولیمہ کے دوران پردے کا حکم نازل ہوا' جس کے بارے میں ام المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: ﴿كانت زينب صالحة' صوامة' قوامة﴾ زینب نیک خصلت' کثرت سے روزے رکھنے والی اور کثرت سے نماز پڑھنے والی تھی' جس نے ورثے میں ایک مکان چھوڑا جسے ولید بن عبدالملک نے اپنے دور حکومت میں پچاس ہزار درہم کا خرید کر مسجد نبوی میں شامل کر دیا' جس کے بارے میں رسول اقدس ﷺ نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے کہا زینب خوف خدا کی خوگر' طبعاً تواضع و انکساری اور عاجزی کی پیکر ہے' جس کی وفات پر مدینے کے مساکین' غرباء اور فقراء دھاڑیں مار کر رونے لگے کیونکہ ان کی سخاوت سے وہ سب فیض یاب ہوا کرتے تھے۔ اس لئے اپنی ہمدرد' غمگسار محسنہ کا دنیا سے رخصت ہو جانا انہیں بہت محسوس ہوا' جسے تاریخ میں زینب بنت جحش کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔

جسے ام المؤمنین ہونے کا اعزاز حاصل ہوا' جسے لسان رسالت سے دنیا میں جنت کی بشارت ملی۔ آیئے اس خاتونِ جنت کے حالاتِ زندگی سے نورِ ایمان حاصل کرتے ہوئے اپنی آخرت سوارنے کا سامان مہیا کریں۔

***

ام المؤمنین زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا واقعہ ہجرت سے تقریباً تیس سال پہلے مکہ معظمہ میں پیدا ہوئیں۔ ان کی والدہ کا نام امیمۃ بنت عبدالمطلب تھا۔ حضرت زینب اپنے بھائی عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ کی دعوت و تبلیغ سے متاثر ہو کر مشرف باسلام ہوئیں۔ حسن و جمال' عقل و دانش اور فہم و فراست کے اعتبار سے قریشی خواتین میں قابلِ رشک مقام پر فائز تھیں۔

جب مکہ معظمہ میں اسلام کی دعوت کے اثرات پھیلنے لگے تو سردارانِ قریش غیظ و غضب سے آگ بگولا ہو گئے۔ نو آموزانِ اسلام کو طرح طرح کی اذیتوں سے دوچار کرنے لگے کسی کو آگ کے دہکتے ہوئے انگاروں پر لٹایا گیا' کسی کو تپتی ہوئی ریت پر برہنہ بدن گھسیٹا گیا' کسی کو تختۂ دار پر لٹکایا گیا' کسی کے جسم کو اونٹوں سے باندھ کر انہیں مخالف سمت دوڑا کر دو ٹکڑوں میں چیر پھاڑ دیا گیا' غرضیکہ کوئی ایسی اذیت ناک تدبیر نہ تھی جو دائرہ اسلام میں داخل ہونے والے کو تڑپانے کے لئے اور اسلام سے برگشتہ کرنے کے لئے اختیار نہ کی گئی ہو۔ اسلام سے منحرف کرنے کے لئے نت نئے طریقے آزمائے گئے۔ مسلمانوں کا مکہ معظمہ میں عرصہ حیات تنگ کر دیا گیا۔ اس اندوہناک صورتِ حال کو دیکھتے ہوئے رسولِ اقدس ﷺ نے دائرہ اسلام میں داخل ہونے والے جاں نثاروں کو صبر و تحمل کی تلقین کرتے ہوئے پہلے حبشہ اور پھر مدینہ منورہ کی جانب ہجرت کرنے کا حکم دیا۔

سید المرسلین ﷺ کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے عبداللہ بن جحشؓ کی قیادت میں بنو جحش خاندان کا قافلہ ہجرت کی غرض سے مدینہ منورہ کی جانب روانہ ہوا جس میں ابو احمد بن جحشؓ جو بینائی سے محروم تھے لیکن قادر الکلام شاعر تھے' محمد بن عبداللہ

بن جحشؓ' زینب بنت جحشؓ' مبلغ اسلام حضرت مصعب بن عمیرؓ کی بیوی حمنہ بنت جحشؓ اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کی بیوی امّ حبیب بنت جحش شامل تھیں۔ کچھ عرصے بعد سید المرسلین ﷺ مکہ چھوڑ کر مدینہ منورہ تشریف لے آئے۔ چونکہ بنو جحش کا پورا کنبہ بیک وقت سفر ہجرت پر روانہ ہوا اس لئے ان کا عالیشان گھر خالی ہو گیا جس پر قریش کے سردار ابو سفیان نے قبضہ کر لیا۔ جب پتہ چلا کہ جس گھر میں اللہ تعالیٰ کی عبادت ہوا کرتی تھی' قرآن حکیم کی تلاوت ہوا کرتی تھی' وہ آج ابو سفیان کے زیر استعمال ہے تو حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ رنجیدہ خاطر ہوئے۔ رسول اقدس ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی یا رسول اللہ میرے گھر پر ابو سفیان قابض ہو گیا ہے۔ آپؐ نے اپنے جاں نثار کو پریشانی میں مبتلا دیکھ کر ارشاد فرمایا:

«الَا تَرْضَى يَا عَبْدَاللهِ اَنْ يُعْطِيَكَ اللهُ بِهَا دَارًا فِي الْجَنَّةِ خَيْرًا مِّنْهَا»

"اے عبداللہ کیا تجھے یہ پسند نہیں کہ اللہ تعالیٰ تجھے جنت میں اس سے بہتر گھر عطا کر دے"

حضرت عبداللہؓ نے کہا یا رسول اللہ ﷺ مجھے بخوشی منظور ہے۔ فرمایا: یقین رکھو جنت میں تجھے اس سے بہتر گھر ملے گا۔ ہجرت کے موقع پر شاعر اسلام ابو احمد بن جحش رضی اللہ عنہ نے ایک قصیدہ کہا جس میں ہجرت کے اسباب' قریش کے ظلم و ستم اور فرزندان اسلام کی ایمان افروز داستان تفصیل سے بیان کی جسے عربی ادب کا شاہکار تصور کیا گیا۔

* * *

خاندان بنو جحش مدینہ میں آباد ہو گیا' شب و روز تیزی سے گزرنے لگے۔ انصار و مہاجرین میں قابل رشک باہمی اخوت کی فضا قائم ہوئی۔ شاہ امم سلطان مدینہ ﷺ نے اسلامی مساوات کی بنیاد پر معاشرتی نظام قائم کر دیا۔ غلام و آزاد کے طبقاتی امتیازات کو ختم کرتے ہوئے تقوے کو وجہ امتیاز قرار دے دیا گیا۔

یہ تقریباً ۵ ہجری کا واقعہ ہے کہ ایک روز رسول اقدس ﷺ نے اپنی قریبی رشتہ دار زینب سے کہا کہ میں نے زید بن حارثہ کے ساتھ تیری نسبت طے کر دی ہے۔ اس وقت ان کی عمر ۳۵ برس تھی۔ اچانک یہ بات سن کر حضرت زینبؓ سکتے میں آ گئیں۔ پریشانی اور غم و اندوہ کی حالت میں عرض کی یا رسول اللہ ﷺ میں خاندانِ قریش کی چشم و چراغ ہوں اور زید ایک آزاد کردہ غلام ہے۔ میرے دل میں تو اس رشتے کی کوئی چاہت نہیں' مجھے تو پسند نہیں' نباہ کیسے ہو گا؟ زندگی خوشگوار کیسے گذرے گی؟ آپ نے یہ بات سن کر ارشاد فرمایا میں نے تیرے لئے زیدؓ کو پسند کیا اسے قبول کر لو۔ اس سے پہلے کہ حضرت زینبؓ کوئی دوسری بات کرتیں اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے یہ آیت نازل کر دی۔

﴿وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗۤ اَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ وَ مَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِيْنًا﴾ (احزاب: ۳۶)

"کسی مومن مرد اور کسی مومن عورت کو یہ حق نہیں ہے کہ جب اللہ اور اس کا رسول کسی معاملے میں فیصلہ کر دے تو پھر اسے اپنے اس معاملے میں خود فیصلہ کرنے کا اختیار حاصل رہے اور جو کوئی اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے تو وہ صریح گمراہی میں پڑ گیا۔"

اللہ تعالیٰ کا یہ حکم سن کر حضرت زینبؓ نے سر تسلیم خم کر لیا۔ زینب بنت جحشؓ اور زید بن حارثہؓ رشتہ ازدواج میں منسلک ہو گئے۔ لیکن ازدواجی زندگی پر سکون گذرنے کی بجائے دن بدن تلخ تر ہوتی چلی گئی۔

***

رسول اقدس ﷺ نے حضرت زیدؓ کو اپنا بیٹا بنا رکھا تھا۔ اور یہ زید بن محمدؐ کے نام سے پکارے جاتے تھے۔ ظاہری شکل و صورت کے اعتبار سے کوئی زیادہ جاذب نظر نہ تھے' رنگ بھی سانولا تھا۔ حضرت زینبؓ کے دل میں ایک گرہ پڑ چکی تھی۔

جس کی وجہ سے گھریلو ماحول میں تلخی دن بدن بڑھتی چلی جا رہی تھی۔ جو عزت، وقار، اہمیت اور پذیرائی ہر خاوند اپنی رفیقۂ حیات سے چاہتا ہے وہ زید بن حارثہ کو گھر میں میسر نہ تھی۔ اس صورت حال سے دل برداشتہ ہو کر ایک روز انہوں نے رسول اقدس ﷺ کی خدمت میں عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میں گھریلو حالات سے پریشان ہوں، ہمارا نباہ بہت مشکل نظر آتا ہے۔ میرا دل چاہتا ہے کہ زینبؓ کو طلاق دے دوں۔ آپ نے زیدؓ کو جو مشورہ دیا اللہ تعالیٰ نے اسے قرآن حکیم میں شامل کر دیا۔ آپ نے فرمایا:

﴿أَمْسِكْ عَلَيْكَ زَوْجَكَ وَاتَّقِ اللّٰهَ﴾ (الاحزاب: ۳۷)

"اپنی بیوی کو اپنے پاس رکھو اور اللہ سے ڈرو۔"

لیکن یہ سلسلہ زیادہ دیر تک نہ چل سکا۔ آخر کار گھریلو حالات کو پیش نظر رکھتے ہوئے اپنی بیوی زینب بنت جحشؓ کو طلاق دے دی۔

* * *

عرب قبائل میں یہ رواج تھا کہ لے پالک بیٹے کی بیوہ یا مطلقہ کے ساتھ منہ بولے باپ کا نکاح معیوب سمجھا جاتا تھا لیکن اللہ سبحانہ و تعالیٰ کو دورِ جاہلیت کی اس رسم کو مٹانا مقصود تھا۔ ایک روز حضرت جبریل علیہ السلام نے رسولِ اقدس ﷺ کو رازدارانہ انداز میں پیغام دیا کہ زینب آپ کی بیوی بنے گی۔ آپ نے اس خبر کو شدت سے محسوس کیا کہ لوگ کیا کہیں گے کہ لے پالک کی مطلقہ سے نکاح کر لیا ہے۔ آپ اپنے دل میں بہت زیادہ شرم محسوس کر رہے تھے۔ چونکہ آسمانوں پر یہ فیصلہ ہو چکا تھا لہٰذا تھوڑے ہی عرصے بعد اللہ تعالیٰ نے یہ وحی نازل کر دی۔

﴿وَإِذْ تَقُولُ لِلَّذِي أَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَأَنْعَمْتَ عَلَيْهِ أَمْسِكْ عَلَيْكَ زَوْجَكَ وَاتَّقِ اللّٰهَ وَتُخْفِي فِي نَفْسِكَ مَا اللّٰهُ مُبْدِيهِ وَتَخْشَى النَّاسَ وَاللّٰهُ أَحَقُّ أَنْ تَخْشَاهُ فَلَمَّا قَضَى زَيْدٌ مِنْهَا وَطَرًا زَوَّجْنَاكَهَا لِكَيْ لَا يَكُونَ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ حَرَجٌ فِي أَزْوَاجِ أَدْعِيَائِهِمْ إِذَا قَضَوْا مِنْهُنَّ

وَطَرًا ۚ وَكَانَ أَمْرُ اللّٰهِ مَفْعُولًا﴾ (الاحزاب۔ ۳۷)

"اے نبیؐ! یاد کرو وہ موقع جب تم اس شخص سے کہہ رہے تھے جس پر اللہ نے اور تم نے احسان کیا تھا کہ "اپنی بیوی کو اپنے پاس رکھ اور اللہ سے ڈر" اس وقت تم اپنے دل میں بات چھپائے ہوئے تھے جسے اللہ کھولنا چاہتا تھا۔ تم لوگوں سے ڈر رہے تھے حالانکہ اللہ اس کا زیادہ حق دار ہے کہ تم اس سے ڈرو۔ پھر جب زید اس سے اپنی حاجت پوری کر چکا تو ہم نے اس (مطلقہ خاتون) کا نکاح تم سے کر دیا تاکہ مومنوں پر اپنے منہ بولے بیٹوں کی بیویوں کے معاملے میں کوئی تنگی نہ رہے جب کہ وہ ان سے اپنی حاجت پوری کر چکے ہوں۔ اور اللہ کا حکم تو عمل میں آنا ہی چاہیے تھا۔"

صحیح مسلم اور مسند امام احمد میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب حضرت زینبؓ کی طلاق کے بعد عدت پوری ہوگئی تو نبی اکرم ﷺ نے زید بن حارثہؓ کے ذریعے اپنے لئے نکاح کا پیغام بھیجا۔ وہ تعمیلِ حکم کے لئے حضرت زینبؓ کے گھر تشریف لے گئے۔ فرماتے ہیں کہ جب میں وہاں پہنچا تو دیکھا کہ زینبؓ آٹا گوندھ رہی ہے۔ میں نے شرماتے ہوئے اپنا رخ دوسری طرف کرتے ہوئے کہا زینبؓ میں تمہارے لئے ایک خوشخبری لے کر آیا ہوں۔ رسول اقدس ﷺ نے مجھے یہ پیغام دے کر بھیجا ہے کہ تمہیں اپنے دامنِ عقد میں لے کر ازواج مطہرات کی فہرست میں شامل کر لیا جائے۔ تمہاری کیا رائے ہے؟ حضرت زینبؓ نے بغیر نظریں اٹھائے آٹا گوندھتے ہوئے ارشاد فرمایا میں اپنے اللہ سے مشورہ کرنے کے بعد ہی اس معاملے میں کچھ کہہ سکتی ہوں۔ اس کے بعد وہ استخارہ کرنے کے لئے مصلے پر کھڑی ہوگئیں۔ وہ ابھی حالتِ نماز میں ہی تھیں کہ اللہ تعالیٰ نے وحی نازل کر دی اور رسول اقدس ﷺ کو پیغام دے دیا کہ ہم نے تمہاری شادی زینبؓ کے ساتھ آسمانوں پر کر دی ہے۔ یہ آسمانی حکم نازل ہونے کے بعد رسول اقدس ﷺ بغیر اجازت طلب کئے اور پیشگی اطلاع دیئے حضرت زینبؓ کے گھر تشریف لے گئے۔

☆ اس شادی میں ولی اور گواہوں کی بجائے قرآنی حکم کو بنیاد بنایا گیا۔

☆ اس شادی سے جاہلیت کی اس قدیم رسم کو توڑ دیا گیا کہ لے پاک کی مطلقہ بیوی سے منہ بولے باپ کا شادی کرنا معیوب تصور کیا جاتا تھا۔

☆ اس شادی کا تذکرہ حضرت زینبؓ ازواج مطہرات کے سامنے بڑے فخر سے کرتے ہوئے کہا کرتی تھیں تمہاری شادی تمہارے گھر والوں نے کی اور میری شادی اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے سات آسمانوں پر اپنے محبوب پیغمبر حضرت محمد ﷺ سے کی۔ میں اپنی اس خوش نصیبی پر شاداں وفرحاں ہوں۔

☆ اس شادی کے بعد منافقین نے حیرت کا انداز اپناتے ہوئے جگہ جگہ یہ ہوائیاں اڑانی شروع کر دیں کہ دیکھو غضب خدا کا ہمیں تو منع کیا جاتا ہے کہ اپنے بیٹوں کی طلاق یافتہ بیویوں سے نکاح نہ کرنا اور خود اپنے بیٹے زید کی مطلقہ بیوی سے نکاح کر لیا۔ اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی:

﴿مَا كَانَ عَلَى النَّبِيِّ مِنْ حَرَجٍ فِيمَا فَرَضَ اللّٰهُ لَهُ سُنَّةَ اللّٰهِ فِي الَّذِينَ خَلَوْا مِنْ قَبْلُ وَكَانَ أَمْرُ اللّٰهِ قَدَرًا مَقْدُورًا الَّذِينَ يُبَلِّغُونَ رِسَالَاتِ اللّٰهِ وَيَخْشَوْنَهُ وَلَا يَخْشَوْنَ أَحَدًا إِلَّا اللّٰهَ وَكَفَى بِاللّٰهِ حَسِيبًا﴾

(الاحزاب: ۳۸-۳۹)

"نبیؐ کے لئے کسی ایسے کام میں کوئی رکاوٹ نہیں ہے جو اللہ نے اس کے لئے مقرر کر دیا ہو۔ یہی اللہ کی سنت ان سب انبیاء کے معاملے میں رہی ہے جو پہلے گذر چکے ہیں اور اللہ کا حکم ایک قطعی طے شدہ فیصلہ ہوتا ہے۔ (یہ اللہ کی سنت ہے ان لوگوں کے لئے) جو اللہ کے پیغامات پہنچاتے ہیں اور اس سے ڈرتے ہیں اور اللہ کے سوا کسی سے نہیں ڈرتے اور محاسبے کے لئے صرف اللہ ہی کافی ہے۔"

پھر مسئلے کو مزید نکھارنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِنْ رِجَالِكُمْ وَلَٰكِنْ رَسُولَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ

النَّبِیّٖنَ وَ کَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمًا﴾

"لوگو! محمدؐ تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں مگر وہ اللہ کے رسول اور خاتم النبیین ہیں اور اللہ ہر چیز کا علم رکھنے والا ہے۔"

اللہ تعالیٰ نے لے پالک بیٹوں کے بارے میں وضاحتی حکم بھی اسی شادی کے موقع پر نازل فرمایا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَمَا جَعَلَ اَدْعِیَآءَكُمْ اَبْنَآءَكُمْ ذٰلِكُمْ قَوْلُكُمْ بِاَفْوَاهِكُمْ وَاللّٰهُ یَقُوْلُ الْحَقَّ وَ هُوَ یَهْدِی السَّبِیْلَ اُدْعُوْهُمْ لِاٰبَآئِهِمْ هُوَ اَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰهِ﴾

(الاحزاب ۴-۵)

"اور نہ اس نے تمہارے منہ بولے بیٹوں کو تمہارا حقیقی بیٹا بنایا ہے۔ یہ تو وہ باتیں ہیں جو تم لوگ اپنے منہ سے نکال دیتے ہو اور اللہ حق بات کہتا ہے۔ اور وہی صحیح راستے کی طرف راہنمائی کرتا ہے۔ منہ بولے بیٹوں کو ان کے باپوں کی نسبت سے پکارو' یہ اللہ کے نزدیک زیادہ منصفانہ بات ہے۔"

اس شادی کے موقع پر اللہ تعالیٰ نے عورتوں کے لئے پردے کا حکم نازل کیا اور امت مسلمہ کے لئے یہ وضاحت بھی نازل کر دی کہ ازواج مطہرات میں کسی کے ساتھ کوئی امتی قطعی طور پر شادی نہیں کر سکتا۔ یہ دونوں حکم درج ذیل آیات میں نازل کئے گئے۔

﴿یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُیُوْتَ النَّبِیِّ اِلَّاۤ اَنْ یُّؤْذَنَ لَكُمْ اِلٰى طَعَامٍ غَیْرَ نٰظِرِیْنَ اِنٰىهُ وَلٰكِنْ اِذَا دُعِیْتُمْ فَادْخُلُوْا فَاِذَا طَعِمْتُمْ فَانْتَشِرُوْا وَلَا مُسْتَاْنِسِیْنَ لِحَدِیْثٍ اِنَّ ذٰلِكُمْ كَانَ یُؤْذِی النَّبِیَّ فَیَسْتَحْیٖ مِنْكُمْ وَاللّٰهُ لَا یَسْتَحْیٖ مِنَ الْحَقِّ وَ اِذَا سَاَلْتُمُوْهُنَّ مَتَاعًا فَسْـَٔلُوْهُنَّ مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ ذٰلِكُمْ اَطْهَرُ لِقُلُوْبِكُمْ وَ قُلُوْبِهِنَّ وَ مَا كَانَ لَكُمْ اَنْ تُؤْذُوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَلَاۤ اَنْ تَنْكِحُوْۤا اَزْوَاجَهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖۤ اَبَدًا اِنَّ ذٰلِكُمْ كَانَ عِنْدَ اللّٰهِ عَظِیْمًا﴾(الاحزاب: ۵۳)

"اے لوگو جو ایمان لائے ہو مت جایا کرو نبیؐ کے گھروں میں الا یہ کہ بلایا جائے تمہیں کھانے پر' نہ دیکھنے والے اس کے برتن' ہاں جب بلایا جائے تمہیں ضرور جاؤ پھر جب کھانا کھا چکو تو منتشر ہو جاؤ اور نہ بیٹھے رہا کرو باتیں کرنے کے لئے یقیناً تمہاری یہ حرکتیں تکلیف دیتی ہیں نبی کو مگر وہ لحاظ کرتے ہیں تمہارا (اور کچھ نہیں کہتے) لیکن اللہ نہیں شرماتا حق بات کہنے سے اور اگر مانگنا ہو تمہیں نبی کی بیویوں سے کوئی سامان تو مانگو ان سے پردے کے پیچھے سے' یہ طریقہ تمہارے اور ان کے دونوں کی پاکیزگی کے لئے زیادہ مناسب ہے اور نہیں جائز تمہارے لئے کہ تکلیف دو اللہ کے رسول کو اور نہ یہ کہ نکاح کرو اس کی بیویوں سے اس کے بعد کبھی' بے شک ایسا کرنا اللہ کے نزدیک بہت بڑا گناہ ہے۔"

* * *

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ قدر و منزلت کے اعتبار سے زینبؓ میرے ساتھ مقابلہ کیا کرتی تھی۔ میں نے اپنی زندگی میں اس سے بڑھ کر کوئی دوسری صدقہ کرنے والی' صلہ رحمی سے پیش آنے والی اور اللہ کا تقرب حاصل کرنے والی نہیں دیکھی۔ فرماتی ہیں کہ جس دن مجھ پر جھوٹا الزام عائد کیا گیا میرے خلاف مدینے میں طوفان بد تمیزی بپا کیا گیا' منافقین کی ریشہ دوانیوں سے فضا مکدر ہو چکی تھی۔ جس سے رسول اقدس ﷺ بھی پریشان ہو گئے اور شکوک و شبہات میں مبتلا ہو گئے۔ ایک روز زینبؓ سے میرے بارے میں پوچھا کہ عائشہ تیری نظر میں کیسی ہے؟ تو اس نے برجستہ یہ کہا یا رسول اللہ ﷺ میں اس بہتان عظیم سے اپنے کانوں' آنکھوں اور زبان کو محفوظ رکھنا چاہتی ہوں۔ بخدا میں عائشہؓ کو ایک عظیم اور بلند کردار خاتون دیکھتی ہوں۔ واللہ خیر و بھلائی صداقت و امانت اور تقویٰ و طہارت سے متصف ہے۔ فرمایا (ما علمت فيها إلا خيرا) خوبی کے سوا اور کچھ میں نے اس میں نہیں جانا۔ اگر وہ چاہتیں تو اس موقعہ سے فائدہ اٹھاتے ہوئے دربار رسالت میں اپنی

حریف کو پچھاڑ سکتی تھیں لیکن محبت رسولؐ نے ان کمزوریوں سے ان کو بالا بنادیا تھا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ان کے اس احسان کو زندگی بھر یاد رکھا۔

ایک دفعہ حضرت زینبؓ نے حضرت صفیہؓ کو یہودیہ کہہ دیا۔ اس بات کا علم جب سید المرسلین ﷺ کو ہوا تو آپ بہت رنجیدہ خاطر ہوئے۔ اتنے ناراض ہوئے کہ حضرت زینبؓ سے قطع کلامی کر دی۔ حضرت زینبؓ یہ صورت حال دیکھ کر پریشان ہو گئیں۔ ایک روز حضرت عائشہؓ سے کہا برائے مہربانی میرا قصور معاف کرا دو۔ آپ میرا یہ کام بڑی آسانی سے کرا سکتی ہیں۔ جب رسول اقدس ﷺ حضرت عائشہؓ کے ہاں تشریف لائے تو انہوں نے بڑے سلیقے سے اور خوشگوار ماحول میں یہ بات آپ کی خدمت میں عرض کی۔ آپ نے حضرت زینبؓ کا قصور معاف کر دیا اور معاملہ رفت گزشت ہو گیا۔

دنیا سے رخصت ہو جانے کے بعد کسی کی خوبیوں کا تذکرہ اسے زندۂ جاوید بنا دیتا ہے۔ جب حضرت زینبؓ قضائے الٰہی سے اللہ کو پیاری ہو گئیں تو حضرت عائشہؓ نے اپنی خوش اخلاقی کا اظہار کرتے ہوئے ارشاد فرمایا۔ بیان کرتی ہیں کہ ایک دفعہ رسول اقدس ﷺ نے اپنی تمام بیویوں کو مخاطب کر کے ارشاد فرمایا "تم میں سب سے پہلے مجھ سے وہ آکر ملے گی جس کے ہاتھ سب سے لمبے ہوں گے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ہم اپنے اپنے ہاتھوں کو ناپا کرتی تھیں۔ تمام ازواج مطہرات میں سب سے پہلے جب زینبؓ کا انتقال ہوا تو ہمیں یہ نکتہ معلوم ہوا کہ ہاتھوں کی لمبائی سے آپ کی مراد فیاضی اور سخاوت تھی۔ حضرت زینبؓ اپنے ہاتھ سے کام کیا کرتی تھیں۔ اور اس سے جو آمدنی ہوتی اسے اللہ کی راہ میں خرچ کر دیا کرتی تھیں۔ نیز فرماتی ہیں کہ میں نے کوئی عورت زینبؓ سے بڑھ کر زیادہ دیندار' پرہیزگار' راست گفتار' فیاض' مخیر اور اللہ تعالیٰ کی تقرب جوئی میں زیادہ سرگرم نہیں دیکھی۔ فقط مزاج میں قدرے تیزی تھی جس پر اسے بہت جلد ندامت بھی ہوتی تھی۔

ازواج مطہرات کے دو گروپ تھے- ایک میں حضرت عائشہؓ حضرت حفصہؓ حضرت سودہؓ اور حضرت صفیہؓ تھیں اور دوسرے میں حضرت زینبؓ اور دوسری بیویاں تھیں- آپ کا روزانہ یہ معمول تھا کہ نماز عصر کے بعد تمام بیویوں کے پاس جاتے' تھوڑی دیر بیٹھتے' حال احوال پوچھتے' عدل وانصاف کے تقاضے ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے ہر ایک کے پاس ایک جیسا وقت گذارتے- لیکن ایک مرتبہ چند روز حضرت زینبؓ کے گھر قدرے زیادہ وقت گذارا جو دوسری ازواج مطہرات کو ناگوار گذرا- حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ادب واحترام سے دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ حضرت زینبؓ کے ہاں کسی عزیز نے شہد بھیجا ہے چونکہ شہد رسول اللہ ﷺ کی مرغوب غذا تھی' اسے نوش کرنے میں قدرے دیر لگ جاتی- حضرت عائشہؓ حضرت حفصہؓ اور حضرت سودہؓ نے باہمی مشورے سے یہ طے کیا کہ جب رسول اقدس ہم میں سے کسی کے پاس آئیں تو دریافت کریں یا رسول اللہ ﷺ آپ کے دہن مبارک سے خوشبو کی بجائے کچھ بو سی محسوس ہو رہی ہے- جب ایک جیسی بات یکے بعد دیگرے تین بیویوں سے سنی تو آپ نے فرمایا میں نے شہد کے علاوہ تو کچھ کھایا پیا نہیں- چونکہ آپ بہت زیادہ نفاست پسند تھے لہذا شہد سے کراہت پیدا ہو گئی اور آئندہ کے لئے شہد نہ پینے کا اعلان کر دیا- ازواج مطہرات کی جانب سے یہ تکلیم آپ کی عظمت' محبت اور قدرومنزلت کی بناء پر تھی- ہر بیوی کی یہ خواہش تھی کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام اس کے ہاں قدم رنجہ فرمائیں- تاخیر سے آمد ان کے لئے ناقابل برداشت تھی لیکن جب ایک حلال چیز کو آپ نے اپنے لئے حرام قرار دے دیا تو اللہ تعالی نے فوراً یہ حکم نازل کیا:

﴿يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَا أَحَلَّ اللَّهُ لَكَ تَبْتَغِي مَرْضَاتَ أَزْوَاجِكَ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ﴾ (التحریم - ۱)

"اے نبی اللہ نے جو تیرے لئے حلال کیا ہے اپنی بیویوں کی خوشنودی کے لئے اس کو اپنے اوپر کیوں حرام کرتے ہو' اللہ بخشنے والا مہربان ہے"

حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی دلی خواہش بھی یہی تھی کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام قدرے زیادہ دیر ان کے گھر تشریف فرما رہیں۔ کیونکہ سید المرسلین شفیع امم سلطان مدینہ ﷺ کائنات کی وہ عظیم ہستی ہیں جن کی ہر ادا شرعی قانون کی بنیاد بن جاتی ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے مندرجہ بالا آیت وحی کے ذریعے فوراً نازل فرمادی ورنہ دل تو تمام ازواج مطہرات کے صاف شفاف تھے۔ ان پاکیزہ خواتین کی عظمت کا تذکرہ تو اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے قرآن حکیم میں کیا ہے جیسا کہ فرمان باری تعالیٰ ہے

﴿یٰنِسَاءَ النَّبِیِّ لَسْتُنَّ كَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَاءِ﴾

"اے نبی کی بیویو! تم عام عورتوں جیسی نہیں ہو۔"

* * *

ام المومنین حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے اپنے گھر کے ایک کونے میں چھوٹی سی ایک مسجد بنا رکھی تھی جس میں وہ اکثر اوقات عبادت میں مصروف رہتیں۔ گاہے بگاہے رسول اقدس ﷺ بھی اس مسجد میں نماز ادا کیا کرتے تھے۔ حضرت زینبؓ کا معمول یہ تھا کہ کوئی بھی کام کرنے سے پہلے استخارہ ضرور کیا کرتی تھیں۔

حضرت زینبؓ وہ خوش نصیب خاتون ہیں جنہیں رسول اقدس ﷺ نے جنت کی بشارت اس انداز میں دی کہ ایک روز تمام ازواج مطہرات کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا: اَسْرَعُكُنَّ لِحَاقًا بِیْ اَطْوَلُكُنَّ یَدًا "تم میں سب سے پہلے مجھے وہ ملے گی جس کے ہاتھ سب سے زیادہ لمبے ہوں گے" اس پیغام میں جنت کی بشارت دی گئی۔ حضرت زینبؓ کا قد دوسری ازواج مطہرات کی نسبت چھوٹا تھا اور ہاتھ بھی ان کی نسبت چھوٹے تھے لیکن جب سب بیویوں سے پہلے ان کا انتقال ہوا تو پتا چلا کہ لمبے ہاتھوں سے مراد فیاضی اور سخاوت ہے جو حضرت زینبؓ میں دوسروں کی نسبت زیادہ تھی۔

ام المومنین حضرت زینبؓ کا انتقال فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں

ہوا۔اس وقت ان کی عمر ۵۳ سال تھی۔جب انہوں نے موت کے آثار دیکھے تو لواحقین سے کہا میرا آخری وقت آچکا ہے۔میں نے اپنا کفن خود تیار کر رکھا ہے۔اگر حضرت عمرؓ میرے لئے کفن بھیجیں تو ان دونوں میں سے ایک کو اللہ کی راہ میں دے دیں۔ان کی میت پر پردہ تانا گیا۔حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے نماز جنازہ پڑھائی۔ مدینے کے قبرستان جنت البقیع میں دفن کیا گیا۔میت کو لحد میں اتارنے کے لئے اسامہ بن زیدؓ' محمد بن عبداللہ بن جحشؓ' عبداللہ بن ابی احمد بن جحش' محمد بن طلحہ بن عبداللہ قبر میں اترے اور یہ تمام آپ کے قریبی رشتہ دار تھے۔اس طرح خاتون جنت کو سپرد خاک کر دیا گیا۔

اللہ ان سے راضی اور وہ اپنے اللہ سے راضی

* * *

ام المومنین حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کے مفصل حالات زندگی معلوم کرنے کے لئے درج ذیل کتابوں کا مطالعہ کریں۔

۱ - طبقات ابن سعد ۸/۱۰۱-۱۱۰
۲ - مسند امام احمد ۶/۳۲٤
۳ - مستدرك حاكم ٤/۲۳-۲٥
٤ - المعرفة والتاريخ ۲/۷۲۲
٥ - اسد الغابة ٦/۱۲٥-۱۲۷
٦ - الاستيعاب ٤/۳۰٦-۳۱۰
۷ - الاصابة ٤/۳۰۷-۳۰۸
۸ - العبر ۱/٥
۹ - مجمع الزوائد ۹/۲٤٦
۱۰ - تهذيب التهذيب ۱۲/٤۲۰
۱۱ - شذرات الذهب ۱/۱۷۱

١٢ - كنزالعمال ١٣/٧٠٠
١٣ - صفة الصفوة ٢/٤٦
١٤ - تلقيح فهوم الاثر ٢٢
١٥ - سير اعلام النبلاء ٢/٢١١-٢١٨
١٦ تفسیر قرطبی ١٤/١٨٧
١٧ - عيون الاثر ٢/٣٨٢
١٨ - المحبر ٨٥
١٩ - زاد المعاد ١/١٠٨
٢٠ - حلية الاولياء ٢/٥١
٢١ تهذيب الاسماء واللغات ٢/٣٤٤
٢٢ - السيرة الحلبية ٣/٤١١
٢٣ - فتوح البلدان ٥٥٥
٢٤ - دلائل النبوة ٣/٤٦٥
٢٥ - تاريخ الاسلام للذهبي ٢١١-٢١٤

ام المومنین جویریہ بنت حارث بن ابی ضرار رضی اللہ عنہا

"اللہ تعالیٰ نے مجھے صرف جنتی خاتون سے شادی کرنے کا حکم دیا ہے" (فرمانِ نبویؐ)

"میں نے جویریہ کے علاوہ کوئی خاتون نہیں دیکھی جو اس سے بڑھ کر اپنی قوم کے لئے بابرکت ثابت ہوئی ہو۔ اس کی وجہ سے قوم کے سینکڑوں افراد قید سے آزاد ہوئے۔"

(فرمانِ عائشہ صدیقہؓ)

حسن اخلاق و ادب کی پیکر' ناز و نعمت سے شاہی محلات میں پرورش پانے والی 'عقل و دانش اور فہم و فراست سے آراستہ' فصاحت و بلاغت میں ممتاز حیثیت کی حامل' جویریہ بنت حارث کو جب ام المومنین بننے کا اعزاز حاصل ہوا تو وہ اپنی قوم کے لئے برکت کا باعث بنی' آیئے اس دل پذیر داستان سے اپنے دل و دماغ کو روشن کریں۔

* * *

مدینہ منورہ اسلامی ریاست کا پایہ تخت بن چکا تھا۔ نور اسلام چاروں طرف ضوء فشاں تھا' فرزندان اسلام اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے نام کی سربلندی کے لئے سرگرم عمل تھے' جدھر کا رخ کرتے فتح و نصرت ان کے قدم چومتی۔ بنو مصطلق ایک ایسا قبیلہ تھا جسے اپنی طاقت پر بڑا گھمنڈ تھا۔ اس نے چند دوسرے قبائل سے بھی گٹھ جوڑ کیا ہوا تھا۔ اس قبیلے کا سردار حارث بن ابی ضرار تھا جسے اپنی عقل و دانش اور قوت بازو پر بڑا ناز تھا۔ یہ طاقت کے نشے میں ایسا مخمور تھا کہ کسی کو خاطر میں ہی نہیں لاتا تھا۔ اس کے ہاں ایک بچی نے جنم لیا جس کا نام جویریہ رکھا گیا۔ ناز و نعمت کے ماحول میں پل کر جوان ہوئی تو بنو خزاعہ کے ایک ابھرتے ہوئے جوان مسافع بن صفوان سے اس کی شادی کر دی گئی۔ شب و روز عیش و عشرت سے گزر رہے تھے' ہر روز روز عید اور ہر شب شب برات دکھائی دے رہے تھے۔

بنو مصطلق نے اسلامی ریاست کے پایہ تخت مدینہ منورہ کو ملیا میٹ کرنے کے لیے تیاری شروع کر دی۔ دیگر قبائل سے رابطہ کر کے افرادی اور بارودی قوت میں اضافہ کیا۔ جب اس کی اطلاع رسول اقدس ﷺ تک پہنچی تو آپ نے صورت حال کا جائزہ لینے کے لیے اپنے جاں نثار صحابی بریدہ بن حصیب ؓ کو بھیجا تاکہ صحیح

معلومات کی روشنی میں منصوبہ بندی کی جائے۔ یہ وہاں ان کے علاقے میں پہنچے۔ بنو مصطلق کے سردار حارث بن ابی ضرار اور دیگر چند سرکردہ افراد سے ملاقات کی۔ قبائلی جوانوں کی چہل پہل اور جنگی ساز و سامان کی فراوانی دیکھی۔ ان کے عزائم معلوم کیے۔ ہر ایک کے دل و دماغ پر لڑائی کا بھوت سوار تھا۔

بریدہ بن حصیب نے واپس آ کر رسول اقدس ﷺ کو وہاں کی صورت حال سے آگاہ کیا۔ ان کے خطرناک عزائم کی نشاندہی کی' جنگی ساز و سامان اور قبائلی جوانوں کی تیاری کی اطلاع دی' تو رسول اقدس ﷺ یہ باتیں سن کر چوکس ہوئے اور آپ نے مجاہدین کو تیاری کا حکم دے دیا۔ دیکھتے ہی دیکھتے سات سو افراد پر مشتمل لشکر اسلام روانگی کے لیے تیار ہو گیا۔ اس لشکر کی قیادت رسول اقدس ﷺ نے خود کی۔ اس جہادی سفر میں سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ہمراہ تھیں۔ اسی سفر میں واپسی پر ان کے گلے کا ہار گم ہوا تھا۔ جس کی تلاش میں لشکر سے بچھڑنے کی بنا پر منافقین کے ہاتھ ایک بات آ گئی جسے خوب اچھالا گیا' مدینہ منورہ کے ماحول میں ایک ارتعاش پیدا ہوا۔ مسلمان غم کی تصویر بنے ہوئے دکھائی دیے' خود رسول اقدس ﷺ انتہائی پریشان تھے۔ حتیٰ کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی براءت میں آسمان سے آیات نازل کیں جن کی تلاوت مسلمان چودہ صدیوں سے کر رہے ہیں اور قیامت تک کرتے رہیں گے۔

رسول اقدس ﷺ نے لشکر اسلام کی قیادت کرتے ہوئے ۵ ہجری ماہ شعبان میں بنو مصطلق کے اہم ترین مرکزی مقام مریسیع پر پڑاؤ کیا۔ یہاں پانی کا ذخیرہ تھا جسے بنو مصطلق پینے اور دیگر ضروریات کے لئے استعمال کیا کرتے تھے۔ آپ نے اسے اپنے قبضے میں لے لیا۔ میدان جنگ میں پانی کے مقام پر قبضہ کرنا رسول اقدس ﷺ کی جنگی حکمت عملی کا ایک اہم ترین حصہ تھا۔

بنو مصطلق کے سردار حارث بن ابی ضرار کو لشکر اسلام کی اچانک آمد کا پتہ چلا تو اس کے اوسان خطا ہو گئے۔ اس کے دل پر اس قدر رعب طاری ہوا کہ وہ تھر تھر

کانپنے لگا- دیگر قبائلی جوانوں نے اس کی یہ حالت دیکھی تو وہ بھی گھبرا گئے اور چشم زدن میں وہاں سے اپنی جانیں بچاتے ہوئے بھاگ گئے- سردار حارث بن ابی ضرار بھی خوف زدہ ہو کر روپوش ہو گیا- لیکن قبیلہ بنو مصطلق کے افراد خم ٹھونک کر میدان میں نکل آئے- رسول اقدس ﷺ نے ان کی طرف اسلام قبول کرنے کا پیغام بھیجا کہ اگر تم لا الہ الا اللہ کا اقرار کرتے ہوئے دائرہ اسلام میں داخل ہو جاؤ تو تمہیں کچھ نہیں کہا جائے گا- یہ سب کچھ تمہاری ملکیت میں رہے گا- تمہارے جان و مال محفوظ رہیں گے- انہوں نے اسلام قبول کرنے کی بجائے مقابلہ کرنے کا اعلان کر دیا- بلکہ ایک عاقبت اندیش نے تیر چلا دیا جو ایک مجاہد کے جسم میں پیوست ہو گیا- پھر کیا تھا' لڑائی بھڑک اٹھی- رسول اقدس ﷺ نے مجاہدین کو صف بندی کا خیال رکھتے ہوئے یکبارگی حملہ کرنے کا حکم دیا- دشمن میں سے کسی ایک کو بھی میدان سے بھاگنے کی مہلت نہ ملی- دس افراد موت کے گھاٹ اتار دیئے گئے اور باقی گرفتار کر لیے گئے- جویریہ بنت حارث کا خاوند مسافع بن صفوان بھی میدان جنگ میں قتل ہوا- تقریباً سات سو افراد قید کر لیے گئے- جن میں عورتیں بھی شامل تھیں' اس کے علاوہ دو ہزار اونٹ اور پانچ ہزار بکریاں بھی مال غنیمت کے طور پر ہاتھ لگیں-

مدینہ منورہ پہنچ کر مال غنیمت کو مجاہدین میں تقسیم کر دیا گیا- مرد اور عورتیں غلام اور کنیزوں کی صورت میں تقسیم کر دیئے گئے- جویریہ بنت حارث مشہور و معروف صحابی ثابت بن قیس انصاری کے حصے میں آئی- حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب میں نے جویریہ کو دیکھا تو اس کے حسن و جمال اور چہرے کی تروتازگی کو دیکھ کر میں دنگ رہ گئی- چونکہ اس نے ناز و نعمت کے ماحول میں پرورش پائی تھی' گفتگو کرنے کا سلیقہ اسے ورثے میں ملا تھا' وہ موقع پاتے ہی رسول اقدس ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی' اور عرض کی یا رسول اللہ آپ کو معلوم ہے کہ میں سردار کی بیٹی ہوں' ناز و نعمت سے پلی ہوں' اب حالات کی ستم ظریفی کے سبب بے دست و پا ہوں- سنہری تخت سے گر کر بستر خاک پر آن پڑی ہوں- میری

آزادی کا معاہدہ نو اوقیہ سونے کی ادائیگی کی بنیاد پر ثابت بن قیس انصاری کے ساتھ کر دیا گیا ہے۔ آپ جانتے ہیں کہ میں اتنی بڑی رقم کیسے ادا کر سکتی ہوں۔ میں یہ غلامی کی زندگی کیوں کر گذار سکوں گی۔ یا رسول اللہ ﷺ مجھ ناتواں، بے بس اور لاچار پر نظر کرم فرمائیں۔ آپ نے اس کی غم میں ڈوبی ہوئی گفتگو سن کر ارشاد فرمایا:

"اگر میں یہ رقم ادا کر کے تمہیں غلامی سے آزاد کر دوں تو کیا تم میرے حرم میں ایک آزاد خاتون کی صورت میں آنا پسند کرو گی؟" یہ پیشکش تو اس کے وہم و گمان میں ہی نہ تھی۔

آپ کی زبان مبارک سے یہ نورانی کلمات سنتے ہی وفور شوق سے کہا: مجھے اور کیا چاہیے یا رسول اللہ ﷺ میں راضی ہوں۔ مجھے یہ پیشکش بخوشی قبول ہے۔ آپ نے اسے آزاد کیا اور شادی کر لی۔ جب دیگر مجاہدین نے سنا کہ جویریہ بنت حارث نے ام المومنین بننے کا اعزاز حاصل کر لیا ہے تو بنو مصطلق قبیلے کے تمام غلام اور کنیزیں آزاد کر دیے۔ اس طرح ام المومنین جویریہ بنت حارث رضی اللہ عنہا اپنی قوم کے لیے برکت کا باعث بن گئیں۔ ان کی وجہ سے تمام کو آزادی حاصل ہوئی۔

* * *

ام المومنین حضرت جویریہ بنت حارث رضی اللہ عنہا کو دیکھتے ہی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے ان کی تعریف کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

«كَانَتْ حُلْوَةً مُلَاحَةً»

"وہ خوبصورت اور پری چہرہ تھی"

یہ ام المومنین حضرت جویریہ بنت حارث کی فہم و فراست تھی کہ خاموشی اختیار کرنے کی بجائے جرأت کا مظاہرہ کرتے ہوئے رسول اقدس ﷺ کی خدمت میں پہنچ کر برجستہ اپنی پریشان حالی کا اظہار کر دیا جس کے نتیجے میں انہیں ام المومنین بننے کا اعزاز حاصل ہوا اور اپنی قوم کے تمام افراد کو آزادی دلانے کا باعث بن گئیں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ایک بار اس عظیم المرتبت خاتون کا تذکرہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

«فما رأینا امرأة أعظم برکة علی قومها منها فلقد أعتق الله تعالی بها مائة أهل بیت من بنی المصطلق»

"ہم نے کوئی خاتون اس سے بڑھ کر اپنی قوم کے لیے باعث برکت نہ دیکھی۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے ذریعے بنو مصطلق کے سینکڑوں افرادِ خانہ کو آزادی عطا کی۔"

حرم نبوی میں داخل ہونے سے پہلے حضرت جویریہ کا نام برۃ تھا۔ رسولِ اقدس ﷺ نے اس کا نام بدل کر جویریہ رکھا۔ جیسا کہ ام المؤمنین حضرت زینب بنت جحش، ام المؤمنین میمونہ بنت حارث اور زینب بنت ام سلمہؓ کے نام بھی برۃ ہی تھے۔ یہ نئے نام رسولِ اقدس ﷺ نے رکھے۔ امام بیہقی نے اپنی کتاب دلائل النبوۃ میں یہ روایت نقل کی ہے۔

«عن أم المؤمنین جویریة رضی الله عنها قالت: رأیت قبل قدوم النبی بثلاث لیال کأن القمر یسیر من یثرب حتی وقع فی حجری فکرهت أن أخبر أحدا فلما سبینا رجوت الرؤیا فأعتقنی و تزوجنی»

"ام المؤمنین جویریہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے۔ فرماتی ہیں کہ میں نے نبی اقدس ﷺ کی آمد سے تین راتیں پہلے خواب میں دیکھا کہ چاند یثرب کی جانب سے چلتا ہوا آیا اور میری گود میں گر گیا۔ میں نے یہ خواب کسی کو بتانا پسند نہ کیا۔ جب ہم گرفتار ہوئے تو میں نے خواب کے پورا ہونے کی امید کی تو آپ نے مجھے آزاد کیا اور میرے ساتھ شادی کر لی۔"

علامہ ذہبی اپنی کتاب سیر اعلام النبلاء میں رقمطراز ہیں

«قالت: تزوجنی رسول الله صلی الله علیه وسلم و أنا بنت عشرین سنة»

"فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے میرے ساتھ شادی کی جب کہ میری عمر

بیس سال تھی۔"

علامہ ذہبی نے اپنی کتاب سیر اعلام النبلاء میں یہ بھی لکھا ہے

«وَكَانَتْ مِنْ أَجْمَلِ النِّسَاءِ»

"جویریہ بنت حارث بہت خوبصورت خاتون تھی"

کچھ عرصہ بعد ان کا باپ حارث بن ابی ضرار اپنے قبیلے کے ان تمام افراد کے ساتھ جنہیں اس کی بیٹی جویریہ کے ام المؤمنین بننے کے سبب آزاد کر دیا گیا تھا' رسول اقدس ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور یہ سب لوگ دائرہ اسلام میں داخل ہو گئے۔ اس طرح حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا کو یہ دوسرا اعزاز حاصل ہوا۔

پہلا اعزاز یہ تھا کہ ان کے سبب قوم کے افراد آزاد ہوئے اور دوسرا یہ کہ انہیں اسلام قبول کرنے کی سعادت نصیب ہوئی۔

* * *

ام المؤمنین حضرت جویریہ بنت حارث اکثر اوقات عبادت اور ذکر الہی میں مصروف رہتیں۔ انہوں نے اپنے گھر میں ایک جگہ عبادت کے لیے مخصوص کر رکھی تھی۔ رسول اقدس ﷺ نے اسے وہاں صبح کے وقت ذکر الہی میں منہمک بیٹھے دیکھا۔ آپ دوپہر کو تشریف لائے تو وہ اسی طرح مراقبے میں بیٹھی تھی۔ آپ نے پوچھا کیا صبح سے اسی حالت میں بیٹھی ہو؟

کہا: ہاں یا رسول اللہ ﷺ۔

آپ نے فرمایا: کیا میں تجھے چند کلمات سکھلاؤں وہ تم کہہ لیا کرو تمہارے لئے کافی ہوں گے۔ وہ کلمات یہ ہیں۔

سُبْحَانَ اللّٰهِ عَدَدَ خَلْقِهِ — تین مرتبہ

سُبْحَانَ اللّٰهِ رِضَا نَفْسِهِ — تین مرتبہ

سُبْحَانَ اللّٰهِ زِنَةَ عَرْشِهِ — تین مرتبہ

سُبْحَانَ اللّٰهِ مِدَادَ كَلِمَاتِهِ — تین مرتبہ

مسلم شریف اور ابوداؤد میں حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا کے حوالے سے مروی ہے

«قَالَتْ أَتَى عَلَيَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: لَقَدْ قُلْتُ بَعْدَكِ أَرْبَعَ كَلِمَاتٍ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ لَوْ وُزِنَتْ بِمَا قُلْتُ مُنْذُ الْيَوْمِ لَوَزَنَتْهُنَّ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهِ عَدَدَ خَلْقِهِ وَرِضَا نَفْسِهِ وَزِنَةَ عَرْشِهِ وَمِدَادَ كَلِمَاتِهِ»

فرمایا: کہ میرے پاس رسول اللہ ﷺ تشریف لائے۔ اور ارشاد فرمایا:

تیرے بعد میں نے چار کلمات تین تین مرتبہ کہے۔ اگر ان کو ترازو میں تولا جائے تو جو کچھ تو نے دن بھر میں پڑھا ہے ان سے ثواب میں بھاری ہو جائیں۔ اور یہ ہیں

«سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهِ عَدَدَ خَلْقِهِ وَرِضَا نَفْسِهِ وَزِنَةَ عَرْشِهِ وَمِدَادَ كَلِمَاتِهِ»

طبقات ابن سعد میں مذکور ہے کہ رسول اقدس ﷺ نے غزوۂ خیبر کے مال غنیمت میں سے ام المؤمنین حضرت جویریہ بنت حارث کو ۸۰ وسق کھجور اور ۲۰ وسق جو عطا کیے۔

رسول اقدس ﷺ کے اس دنیا سے کوچ کر جانے کے بعد خلیفہ اول حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تمام ازواج مطہرات کے اخراجات کے لیے برابر رقم فراہم کیا کرتے تھے۔ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے ازواج مطہرات کا وظیفہ ۱۲ ہزار درہم مقرر کر دیا۔ لیکن ام المؤمنین جویریہ بنت حارثؓ اور ام المؤمنین صفیہ بنت حیی کا وظیفہ چھ چھ ہزار درہم مقرر کیا گیا۔ دونوں نے یہ وظیفہ لینے سے انکار کر دیا۔ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے کہا میں نے دیگر ازواج مطہرات کا دوگنا وظیفہ ان کی ہجرت کی بنا پر مقرر کیا ہے۔ دونوں نے کہا نہیں آپ نے ان کے مرتبہ و مقام کو ہم سے ترجیح دیتے ہوئے ایسا کیا ہے۔

ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا رسول اقدس ﷺ ہم میں ہر چیز برابر تقسیم کیا کرتے تھے۔ یہ بات سن کر امیر المؤمنین حضرت عمر بن خطاب

رضی اللہ عنہ نے سب ازواج مطہرات کا وظیفہ برابر ۱۲ ہزار مقرر کر دیا۔

ام المؤمنین حضرت جویریہ بنت حارث رضی اللہ عنہا نے ستر سال کی عمر میں ۵۰ ہجری ماہ ربیع الاول کو امیر معاویہ بن ابی سفیانؓ کے دورِ حکومت میں وفات پائی۔ مدینے کے گورنر مروان بن حکم نے نماز جنازہ پڑھائی اور انہیں جنت البقیع میں دفن کیا گیا۔

* * *

ام المؤمنین حضرت جویریہ بنت حارث رضی اللہ عنہا کے مفصل حالات زندگی معلوم کرنے کے لئے درج ذیل کتابوں کا مطالعہ کریں۔

١ - طبقات ابن سعد	١٢٠-١١٦/٨
٢ - الاستيعاب	٢٥٤-٢٥١/٤
٣ - الاصابة	٢٥٧/٤
٤ - المعرفة والتاريخ	٣٢٢/٣
٥ - اسد الغابه	٥٨-٥٦/٦
٦ - مستدرك حاكم	٢٨-٢٥/٤
٧ - مجمع الزوائد	٢٥٩/٩
٨ - العبر	٧/١
٩ - تهذيب التهذيب	٤٠٧/١٢
١٠ - شذرات الذهب	٢٥٧/١
١١ - مسند ابى يعلىٰ	٣٣/١٣
١٢ - سير اعلام النبلاء	٢٦١/٢
١٣ - كنزالعمال	٧٠٦/١٣
١٤ - صفة الصفوة	٤٩/٢
١٥ - عيون الاثر	٣٨٣/٢

۱۶- مختصر تاریخ دمشق ۲۷۱/۲
۱۷- دلائل النبوۃ بیہقی ۴۸/۴
۱۸- اعلام النساء ۲۲۷/۱
۱۹- جمہرۃ انساب العرب ۲۳۹/۱
۲۰- تاریخ الطبری ۱۰۹/۲
۲۱- الکامل لابن اثیر ۱۹۲/۲
۲۲- السیرۃ الحلبیۃ ۴۱۳/۳
۲۳- الروض الانف ۲۶۸/۴
۲۴- فتوح البلدان ۵۵۱
۲۵- انساب الاشراف ۳۴۱/۱
۲۶- تاریخ الخمیس ۲۶۷/۱
۲۷- تہذیب الاسماء واللغات ۳۳۶/۲
۲۸- البدایہ والنہایہ ۴۹/۸
۲۹- الوافی بالوفیات ۲۲۶/۱۱
۳۰- الاعلام زرکلی ۱۴۸/۲
۳۱- نور الابصار ۴۸،۴۷
۳۲- وفاء الوفاء ۳۱۴/۱
۳۳- المواہب اللدنیہ ۹۱-۹۰/۲
۳۴- سنن ابی داؤد ۳۹۳۱
۳۵- صحیح مسلم ۲۷۲۶
۳۶- فتح الباری ۲۷۳/۴

ام المؤمنین حضرت صفیہ بنت حیی رضی اللہ عنہا

"اللہ تعالیٰ نے مجھے صرف جنتی خاتون سے شادی کرنے کا حکم دیا۔" (فرمان نبویؐ)

"بے شک تو نبی کی بیٹی ہے' تیرا چچا نبی ہے اور تو نبی کی بیوی ہے۔" (فرمان نبویؐ)

زہد و تقویٰ، صدق و صفا، عبادت و ریاضت، علم و فضل، عزت و شرف، دین و دانش، ذکر و فکر اور فہم و فراست کی خوگر، ام المؤمنین حضرت صفیہ بنت حیی بن اخطب کی حیاتِ طیبہ کا تذکرہ ہر مومن خاتون کے لیے مشعل راہ ہے۔

حضرت صفیہ بنو نضیر کے سردار حیی بن اخطب کی لاڈلی بیٹی تھی۔ اس کی والدہ کا نام برۃ بنت شموال تھا۔ یہ رفاعہ بن شموال قرظی کی ہمشیرہ تھی۔ صفیہ بنت حیی کا پہلا نکاح سلام بن مشکم سے ہوا۔ تھوڑے ہی عرصے کے بعد ان دونوں میں علیحدگی ہو گئی۔ پھر اس کی شادی کنانہ بن ربیع بن حقیق سے ہوئی۔ یہ غزوۂ خیبر میں مارا گیا۔ خیبر سے جو مال غنیمت لشکر اسلام کے ہاتھ لگا اس میں صفیہ بھی شامل تھی۔ دحیہ کلبیؓ نے رسولِ اقدس ﷺ سے کنیز کا مطالبہ کیا تو آپ نے اسے خود ہی انتخاب کی اجازت دے دی۔ اس نے صفیہ کو اپنے لیے منتخب کیا۔ صحابہ کرامؓ نے آپ کی خدمت میں عرض کی یا رسول اللہ ﷺ صفیہ سردار کی بیٹی ہے۔ آپ اگر اسے اپنی تحویل میں لے لیں تو زیادہ بہتر ہو گا۔ آپ نے صحابہؓ کی تجویز کو منظور کرتے ہوئے پہلے اسے آزاد کیا اور پھر اس سے شادی کر لی۔ وحشی بن حرب رضی اللہ عنہ کے حوالے سے یہ روایت منقول ہے

إِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا أَفَاءَ اللّٰهُ عَلَيْهِ صَفِيَّةَ قَالَ لِأَصْحَابِهِ: مَا تَقُوْلُوْنَ فِيْ هٰذِهِ الْجَارِيَةِ؟ قَالُوا: نَقُوْلُ: إِنَّكَ أَوْلَى النَّاسِ بِهَا وَأَحَقُّهُمْ قَالَ: فَإِنِّيْ أَعْتَقْتُهَا وَاسْتَنْكَحْتُهَا وَجَعَلْتُ عِتْقَهَا مَهْرَهَا۔ فَقَالَ رَجُلٌ الْوَلِيْمَةُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "الْوَلِيْمَةُ أَوَّلُ يَوْمٍ حَقٌّ وَالثَّانِيَةُ مَعْرُوْفٌ وَالثَّالِثَةُ

فضول)
نبی اکرم ﷺ کے پاس جب مال غنیمت میں صفیہ آئی تو آپ نے اپنے
صحابہؓ سے پوچھا تمہارا اس لڑکی کے بارے میں کیا خیال ہے؟
سب نے کہا یا رسول اللہ ﷺ یہ سب لوگوں کی نسبت آپ کے لیے
مناسب اور بہتر ہے۔
فرمایا: سنو میں نے اسے آزاد کیا اور اسے اپنی زوجیت میں لیتا ہوں۔
ایک شخص نے عرض کی یا رسول اللہ ولیمہ۔
رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:
پہلے دن ولیمہ حق' دوسرے دن رواج اور تیسرے دن فخر کا باعث ہوتا ہے۔

***

سیرت ابن ہشام اور دلائل النبوۃ بیہقی اور دلائل النبوۃ لاصبہانی میں ام المؤمنین حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کے حوالے سے مروی ہے۔ فرماتی ہیں بچپن میں میرے ابا جان اور چچا جان ابو یاسر کو میرے ساتھ بہت پیار تھا' ہم مدینہ میں رہائش پذیر تھے۔ جس روز رسول اقدس ﷺ مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ پہنچے' بنو عمرو بن عوف کی وادی قبا میں پڑاؤ کیا تو میرے ابا جان اور چچا جان انہیں دیکھنے کے لیے گئے۔ جب واپس گھر آئے تو دونوں کے چہروں پر تھکاوٹ' اکتاہٹ اور مایوسی کے آثار نمایاں تھے۔ انہوں نے خلاف معمول میری طرف بھی کوئی توجہ نہ دی۔ حالانکہ پہلے ایسا کبھی نہیں ہوا تھا۔ میں انہیں دیکھ کر گھبرا گئی۔ چچا نے میرے ابا جان سے پوچھا سناؤ کیا یہ وہی ہے؟ ابا نے کہا ہاں بخدا یہ تو واقعی وہی ہے۔ چچا نے کہا کیا تم اچھی طرح پہچانتے ہو؟ ابا نے کہا ہاں بھئی!

چچا نے کہا تیرے دل میں اس کے بارے میں کیا خیالات ہیں؟ ابا نے کہا میں زندگی بھر اس سے عداوت کا رویہ اختیار کیے رہوں گا۔

حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا نے یہ بغض و عناد اور کفر و الحاد سے لبریز گفتگو

اپنے کانوں سے سنی- چونکہ یہ بڑی دانشور خاتون تھیں- ان کی نگاہ آنے والے کل پہ تھی- ان کے دل میں یہ احساس پیدا ہوا کہ یہ اس شخصیت کے بارے میں واہی تباہی بول رہے ہیں جو امن و سلامتی کا پیامبر ہے- جو کسی کو ستاتا نہیں- لیکن ان خیالات کا اظہار وہ اس گھر میں برملا نہیں کر سکتی تھیں- شب و روز یونہی گذرتے رہے- جب رسول اللہ ﷺ صلح حدیبیہ سے واپس لوٹے' قریش نے اہل اسلام کو مکہ میں داخل ہونے کی اجازت نہیں دی تھی- یہ خبر پورے جزیرۂ عرب میں پھیل چکی تھی کہ مسلمانوں نے دب کر مصالحت کی ہے- ان کے حوصلے پسپا ہو چکے ہیں- خیبر کے یہودیوں کو جب پتا چلا کہ مسلمانوں میں کمزوری پیدا ہو چکی ہے تو انہوں نے مدینہ منورہ پر حملہ کرنے کی تیاری شروع کر دی اور گرد و نواح کے یہودیوں کو اپنی مدد کے لئے دعوت دے دی- مدینہ منورہ میں آباد منافقین کے سردار عبداللہ بن ابی بن سلول کو جب اس صورت حال کا پتہ چلا تو وہ بغلیں بجاتا ہوا خیبر پہنچا اور اس نے ذمہ داران کو برانگیختہ کرتے ہوئے کہا کہ اب وقت ہے مسلمانوں کی کمر میں خنجر گھونپنے کا- ان کے حوصلے پست ہو چکے ہیں- تمہارے پاس افرادی اور بارودی قوت ان کی نسبت کہیں زیادہ ہے- ان کے پاس نہ وافر مقدار میں اسلحہ ہے اور نہ ہی اتنی زیادہ افرادی قوت ہے- بس اس وقت کو کہیں ضائع نہ کر بیٹھنا- میں تمہیں خبردار اور ہوشیار کرنے آیا ہوں- رسول اقدس ﷺ کو جب خیبر کے یہودیوں کی تیاری کا پتہ چلا تو آپ نے وہی چودہ سو افراد ہمراہ لئے جو عمرہ ادا کرنے کے لئے آپ کے ساتھ مکہ معظمہ کے سفر پر روانہ ہوئے تھے لیکن حدیبیہ مقام سے وہ واپس لوٹ آئے تھے- ان میں خواتین بھی شامل تھیں- آپ حدیبیہ سے ذوالحجہ میں واپس آئے اور محرم کے ابتدائی ایام میں لشکر کو لے کر خیبر کی طرف روانہ ہو گئے- جب خیبر کی بستی پر آپ کی نگاہ پڑی تو آپ نے لشکر اسلام سے کہا ٹھہر جاؤ!

آپ کا حکم سنتے ہی سب وہیں ٹھہر گئے- تو آپ نے اللہ رب العزت کے حضور یہ دعا کی

«اَللّٰهُمَّ رَبَّ السَّمٰوَاتِ وَمَا اَظْلَلْنَ وَرَبَّ الْاَرَضِيْنَ وَ مَا اَقْلَلْنَ وَ رَبَّ الشَّيَاطِيْنِ وَ مَا اَضْلَلْنَ وَ رَبَّ الرِّيَاحِ وَ مَا اَذْرَيْنَ نَسْاَلُكَ خَيْرَ هٰذِهِ الْقَرْيَةِ وَ خَيْرَ اَهْلِهَا وَ نَعُوْذُبِكَ مِنْ شَرِّهَا وَ شَرِّ مَا فِيْهَا اَقْدِمُوْا بِاسْمِ اللّٰهِ»

آپ کو جب بھی راستے میں کوئی بستی دکھائی دیتی تو آپ یہ دعا پڑھا کرتے تھے۔ رسول اقدس ﷺ لشکر اسلام کو لے کر رات کے وقت خیبر پہنچے۔ آپ نے خیبر کی بستی سے باہر ہی میدان میں پڑاؤ کیا' رسول اقدس ﷺ کا یہ طریق کار تھا کہ جب بھی کسی قوم سے نبرد آزما ہونے کے لیے لشکر اسلام کی قیادت کرتے ہوئے جاتے تو رات منزل مقصود پر پہنچ کر پڑاؤ کرتے۔ رات کی تاریکی میں آپ دشمن پر اچانک حملہ نہیں کیا کرتے تھے۔

لشکر اسلام میدان میں پڑاؤ کیے ہوئے تھا۔ اہل خیبر کو پتہ بھی نہ تھا۔ جب وہ صبح کے وقت اچانک اپنے کام کاج کے لئے باہر نکلے تو لشکر کو دیکھ کر حیران رہ گئے۔ صبح کی نماز ادا کرنے کے بعد رسول اقدس ﷺ نے مجاہدین کو تیاری کا حکم دیا۔ یہ صورت حال دیکھ کر خیبر کے یہودی گھبرا گئے اور لشکر اسلام کو دیکھتے ہی سرپٹ اپنے گھروں کی طرف بھاگے' انہیں بھاگتا ہوا دیکھ کر رسول اقدس ﷺ نے نعرہ تکبیر بلند کرتے ہوئے کہا:

«خَرِبَتْ خَيْبَرُ»

”خیبر ویران ہو گیا' خیبر لوٹ گیا' خیبر تباہ و برباد ہو گیا۔“

اللہ تعالیٰ نے لشکر اسلام کو فتح و کامرانی سے ہمکنار کیا۔ خیبر کے سارے قلعے فتح ہوئے' حضرت صفیہؓ کا والد حیی بن اخطب اور خاوند کنانہ بن حقیق اور دیگر بہت سے یہودی میدان جنگ میں قتل ہوئے' کچھ گرفتار کر لئے گئے۔ آپ کے مشہور و معروف صحابی دحیہ کلبی نے رسول اقدس ﷺ کی خدمت میں عرض کی کہ مجھے قیدیوں میں سے ایک کنیز عنایت کر دیں۔ آپ نے فرمایا: جاؤ خود ہی منتخب کر لو

تو اس نے حضرت صفیہ کو اپنے لئے منتخب کیا۔
ایک شخص نے کہا یا رسول اللہ آپ نے صفیہ دحیہ کلبی کے سپرد کر دی ہے۔ حالانکہ وہ ایک سردار کی بیٹی ہے۔ آپ اگر اسے اپنے پاس رکھتے تو کہیں بہتر ہوتا۔ رسول اقدس ﷺ نے دحیہ کلبی سے کہا کہ تم کسی دوسری کنیز کا انتخاب کر لو تو اس نے صفیہ کے خاوند کنانہ بن ربیع بن ابی الحقیق کی بہن کو اپنے لئے منتخب کیا۔
رسول اقدس ﷺ نے صفیہ کو آزاد کیا اور اس سے شادی کر لی اور آزادی کو ہی مہر قرار دیا گیا۔
جب لشکر اسلام خیبر سے واپس مدینہ منورہ کی جانب روانہ ہوا تو چھ میل کے فاصلے پر پڑاؤ کیا گیا۔ خاتون جنت ام سلیم انصاریہ رضی اللہ عنہا نے حضرت صفیہ کو دلہن کے روپ میں تیار کیا۔ حافظ ابن قیم رقم طراز ہیں
«اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَعْتَقَهَا وَ جَعَلَ عِتْقَهَا صَدَاقَهَا»
کہ رسول اللہ ﷺ نے اسے آزاد کر دیا اور اس کی آزادی کو ہی مہر قرار دیا۔
علامہ ذہبی اپنی کتاب سیر اعلام النبلاء میں ام المومنین حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کے اوصاف بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں
«كَانَتْ شَرِيْفَةً عَاقِلَةً ذَاتَ حَسَبٍ وَ جَمَالٍ وَ دِيْنٍ وَ كَانَتْ ذَاتَ حِلْمٍ وَ وَقَارٍ»
"وہ شریف' عقلمند' خاندانی' خوبصورت' دیندار' بردبار اور باوقار خاتون تھیں۔"
رسول اقدس ﷺ نے حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کی آنکھ کے بالائی حصے پر چوٹ کا نشان دیکھا تو دریافت کیا کہ یہ نشان کیسا ہے؟ تو انہوں نے عرض کی یا رسول اللہ میں نے خواب میں دیکھا کہ چاند میری گود میں آگرا۔ میں نے یہ خواب اپنے خاوند کو بتایا تو اس نے میرے منہ پر زوردار تھپڑ رسید کرتے ہوئے کہا: اس کا مطلب ہے کہ تم یثرب کے بادشاہ کو چاہتی ہو۔

ام المومنین حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کی جب رسول اقدس ﷺ کے ساتھ شادی ہوئی تو اس وقت ان کی عمر صرف سترہ سال تھی۔

* * *

ام المومنین حضرت صفیہ بنت حیی رضی اللہ عنہا نے خیبر سے مدینہ منورہ تک رسول اقدس ﷺ کی رفاقت میں سفر کیا۔ آپ ان کے ساتھ انتہائی لطف و کرم سے پیش آئے۔ فرماتی ہیں۔ ((مَا رَأَیْتُ قَطُّ أَحْسَنَ خُلُقًا مِنْ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ)) میں نے رسول اللہ ﷺ بڑھ کر کسی کو حسن اخلاق کا خوگر نہ پایا۔ جب مدینہ منورہ میں کسی نے لشکر اسلام کے آنے کی اطلاع دی تو اہل مدینہ رسول اقدس ﷺ سے کے استقبال کے لئے نکل آئے۔ مسلمانوں کے چہرے خیبر کی فتح پر خوشی سے چمک رہے تھے۔ منافقین کے چہرے اترے ہوئے تھے۔ ازواج مطہرات گھروں میں رسول اللہ ﷺ کی آمد کا شدت سے انتظار کر رہی تھیں۔ ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو جب پتہ چلا کہ آپ نے یہودی سردار کی نوعمر خوبصورت بیٹی سے شادی کر لی ہے۔ تو ان کے جذبات میں تلاطم پیدا ہو چکا تھا۔ نسوانی غیرت کا دل پر غلبہ ہوا۔ رسول اقدس ﷺ نے بھی یہ مناسب نہ سمجھا کہ صفیہؓ کو لے کر اپنی کسی بیوی کے گھر تشریف لائیں۔ وہ سیدھے حارثہ بن نعمان انصاری کے گھر تشریف لائے اور وہیں قیام کیا۔ مدینہ کی خواتین نے اس نئی نویلی دلہن حضرت صفیہ بنت حیی کو اسی گھر میں آکر دیکھا۔ جس نے بھی دیکھا اس نے تعریفی کلمات ہی ادا کئے۔

کچھ دیر ستانے کے بعد حسب عادت رسول اقدس ﷺ اپنی لاڈلی بیٹی فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا کے گھر گئے۔ دونوں شہزادوں حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؓ کو پیار کیا۔ پھر باری باری تمام ازواج مطہرات کے گھروں میں تشریف لے گئے۔ ہر ایک کی خیریت دریافت کی۔ ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی آنکھوں میں قدرے غیرت کے آثار دکھائی دیئے۔ لیکن آپ نے اس موضوع پر گفتگو کرنے کی بجائے درگذر کرنے کو ہی بہتر سمجھا۔ ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ

عنہا نقاب اوڑھ کر نئی نویلی سوکن کو دیکھنے کے لیے حارث بن نعمان کے گھر گئیں۔ رسول اقدس ﷺ نے پوچھا عائشہ کیا خیال ہے یہ کیسی ہے؟ آپ نے غیرت نسوانی کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہا۔ ہاں میں نے اس یہودی عورت کو دیکھ لیا ہے۔ آپ نے اپنی چہیتی بیوی عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے کہا عائشہ اس کے بارے میں یہ کلمات نہ کہو۔ اس نے اسلام قبول کر لیا ہے۔ اب یہ یہودی نہیں رہی۔

اس سلسلے میں حضرت عائشہ صدیقہؓ اور حضرت حفصہؓ دونوں ایک دوسری کی رازدان تھیں ' اکثر اس قسم کے گھریلو دکھ سکھ میں تبادلہ خیال کر لیا کرتی تھیں۔

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اس قسم کے جذبات کا اظہار رسول اقدس ﷺ کے ساتھ انتہائی محبت اور تعلق خاطر کی بنا پر ہی کیا کرتی تھیں۔

* * *

ام المومنین حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا جب اپنے گھر منتقل ہوئیں تو انہوں نے اخلاق حسنہ کا مظاہرہ کرتے ہوئے ازواج مطہرات کے ساتھ گھل مل کر رہنے کا انداز اختیار کیا۔ آپ کی لاڈلی بیٹی فاطمۃ الزہراء سے ٹوٹ کر پیار کیا۔ انہیں سونے کی بالیاں بطور تحفہ دیں۔ اس طرح سونے کے زیورات جو خیبر سے یہ اپنے ہمراہ لائی تھی ازواج مطہرات میں تقسیم کر دیئے۔ انہوں نے حضرت عائشہ صدیقہؓ اور حضرت حفصہؓ کا قرب حاصل کرنے کی بھرپور کوشش کی کیونکہ انہیں اعتراف تھا کہ یہ دونوں حضور علیہ السلام کی چہیتی اور عظیم المرتبت بیویاں ہیں۔

حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا نے ایک موقع پر بات کرتے ہوئے بتایا کہ مجھے حضرت حفصہؓ کے بارے میں کسی نے بتایا کہ وہ مجھے یہودی کی بیٹی ہونے کا طعنہ دیتی ہیں۔ میں نے یہ بات رسول اقدس ﷺ سے بطور شکایت عرض کر دی' تو آپ نے فرمایا:

تم نے اس سے یہ یوں نہیں کہہ دیا کہ تم مجھ سے بہتر کیسے ہو سکتی ہو۔

سنو! میرا خاوند محمد ﷺ میرا باپ ہارون علیہ السلام اور میرا چچا موسیٰ علیہ السلام ہے۔

ایک دفعہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں چند سخت کلمات کہہ دیے تو آپ نے ارشاد فرمایا:

تو نے آج ایسی بات کہہ دی ہے کہ اگر یہ بات سمندر میں ملا دی جائے تو وہ بھی اس کے اثر سے کڑوا ہو جائے۔

* * *

بخاری شریف میں یہ روایت مذکور ہے کہ نبی اکرم ﷺ کی بیوی حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا رسول اقدس ﷺ سے ملنے کے لئے مسجد نبوی میں تشریف لائیں۔ آپ رمضان کے آخری عشرے میں اعتکاف بیٹھے ہوئے تھے۔ تقریباً ایک گھنٹہ آپ کے پاس بیٹھ کر باتیں کیں' پھر واپس جانے کے لئے اٹھ کھڑی ہوئیں۔ رسول اقدس ﷺ بھی کھڑے ہو گئے۔ آپ انہیں الوداع کرنے کے لئے مسجد نبوی کے دروازے تک آئے۔ وہاں سے انصار کے دو شخص گذرے' دونوں نے رسول اقدس ﷺ کو سلام عرض کیا۔

آپ نے ان سے فرمایا ذرا ٹھہرو۔ سنو! یہ میری بیوی صفیہ بنت حیی ہے۔
دونوں نے کہا سبحان اللہ یا رسول اللہ ﷺ۔ ان دونوں پر یہ بات بڑی گراں گذری۔

نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«إِنَّ الشَّيْطَانَ يَبْلُغُ مِنِ ابْنِ آدَمَ مَبْلَغَ الدَّمِ وَإِنِّي خَشِيتُ أَنْ يَقْذِفَ فِي قُلُوبِكُمَا شَيْئًا»

''بلاشبہ شیطان ابن آدم کے خون میں رچ بس جاتا ہے۔ مجھے اندیشہ ہوا کہ کہیں وہ تمہارے دلوں میں کوئی چیز نہ پھینک دے۔''

* * *

ام المومنین حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کثرت سے قرآن حکیم کی تلاوت کیا کرتی تھیں اور بسا اوقات خشیت الٰہی کا ان کے دل پر ایسا اثر ہوتا کہ زارو قطار رونا شروع کر دیتی تھیں۔ قرآن مجید میں آیا ہے کہ حقیقی مومن وہ ہیں جن کے سامنے جب اللہ کا نام لیا جائے تو ان کے دل کانپ جاتے ہیں۔ اور جب ان کے سامنے قرآن حکیم کی آیات پڑھی جائیں تو ان کے ایمان میں اضافہ ہو جاتا ہے۔ اللہ کا نام لیا جائے اور اس کے دل میں کپکپاہٹ طاری نہ ہو' قرآن کی آیات پڑھی جائیں اور لذت محسوس نہ ہو تو اسے اپنے ایمان کی فکر کرنی چاہئے۔

ابو نعیم اصبہانی حلیۃ الاولیاء میں رقمطراز ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی بیوی حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کے حجرے میں چند صحابہ جمع ہوئے انہوں نے اللہ کا ذکر کیا' قرآن مجید کی تلاوت کی اور نوافل ادا کئے۔ حضرت صفیہ نے انہیں دیکھ کر ارشاد فرمایا: تمہارے نوافل' تلاوت' ذکر الٰہی سب درست لیکن تمہیں خشیت الٰہی سے رونا کیوں نہیں آتا۔

دراصل ان کا موقف یہ تھا کہ اگر صحیح معنوں میں اللہ کا خوف دل میں پیدا ہو جائے تو آنکھوں سے آنسو خود بخود بہنے لگتے ہیں اور حقیقت بھی یہ ہے کہ خشیت الٰہی کی بنا پر آنکھوں سے نکلنے والے آنسو انسانی دل کے غسل کا باعث بنتے ہیں۔ یہ آنسو اللہ تعالیٰ کے ہاں بہت قیمتی ہوتے ہیں۔ جن آنکھوں سے نکلتے ہیں وہ آنکھیں جنتی ہیں انہیں جہنم کی آگ نہیں چھوئے گی۔ جس قدر دل میں رقت' صفائی' پاکیزگی اور روحانیت ہوتی ہے۔ اسی مقدار میں آنکھوں سے خوف خدا کی بنا پر آنسو بہتے ہیں۔

٭ ٭ ٭

ام المومنین حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا انتہائی شفیق' بردبار اور رحم دل تھیں۔

علامہ ذہبی اپنی کتاب سیر اعلام النبلاء میں لکھتے ہیں

حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کی ایک لونڈی تھی۔ اس نے امیر المومنین سے شکایت لگائی کہ حضرت صفیہ ہفتے کے دن کا احترام کرتی ہے۔ اور یہودیوں سے صلہ

رحمی سے پیش آتی ہے۔ حضرت عمرؓ نے آپ سے دریافت کیا تو آپ نے فرمایا جب سے اللہ تعالیٰ نے جمعہ کے فضائل سے روشناس کرایا ہے میں نے ہفتے کے دن کا احترام چھوڑ دیا ہے۔ جہاں تک یہودیوں سے صلہ رحمی کا تعلق ہے' یہ بات صحیح ہے' میرے وہ رشتہ دار ہیں۔ فقط انسانی ہمدردی کے پیش نظر میں ان سے صلہ رحمی کا رویہ اختیار کرتی ہوں۔

آپ کو پتہ چلا کہ حضرت عمرؓ کو یہ باتیں ان کی کنیز نے بتائی ہیں۔ آپ نے اس سے پوچھا تم نے ایسا کیوں کیا؟ : اس نے بڑے ہی معصومانہ انداز میں ڈرتے ہوئے کہا : مجھے شیطان نے بہکا دیا تھا۔

آپ نے فرمایا : جاؤ تم آزاد ہو۔

اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اہل ایمان کے اوصاف بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا :

﴿وَالْكَاظِمِيْنَ الْغَيْظَ وَالْعَافِيْنَ عَنِ النَّاسِ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ﴾

(آل عمران : ۱۳٤)

"اور غصے کو پی جانے والے' لوگوں سے درگزر کرنے والے' اللہ نیکی کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔"

ام المؤمنین حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا علم وفضل کے اعتبار سے بھی بڑے ہی بلند مقام پر فائز تھیں۔ قرآن مجید کی بیشتر سورتیں انہیں یاد تھیں اور اکثر و بیشتر تلاوت کرتی رہتی تھیں۔ بڑی بھرپور زندگی بسر کرنے کے بعد ۵۰ ہجری کو دنیائے فانی سے کوچ کیا اور مدینہ منورہ جنت البقیع میں دفن ہوئیں۔ یہ امیر معاویہؓ کا دور حکومت تھا۔ ورثے میں انہوں نے ایک لاکھ درہم چھوڑا جسے ان کی وصیت کے مطابق تقسیم کر دیا گیا۔

اللہ ان سے راضی اور یہ اپنے اللہ سے راضی

***

ام المؤمنین حضرت صفیہ بنت حیی رضی اللہ عنہا کے مفصل حالات زندگی معلوم کرنے کے لیے درج ذیل کتابوں کا مطالعہ کریں۔

١- مسند امام احمد ٣٣٦/٦

٢- طبقات ابن سعد ١٢٠/٨

٣- مستدرك حاكم ٢٨/٤

٤- الاستيعاب ٣٣٧/٤

٥- جامع الاصول ١٤٣/٩

٦- اسد الغابه ١٦٩/٦

٧- سير اعلام النبلاء ٢٣١/٢

٨- مجمع الزوائد ٢٥٠/٩

٩- تهذيب الاسماء واللغات ٣٤٨/٢

١٠- تهذيب التهذيب ٤٢٩/١٢

١١- كنز العمال ٦٣٧/١٣

١٢- شذرات الذهب ٢٤٥/١

١٣- صفة الصفوة ٥١/٢

١٤- تاريخ الطبرى ١٣٥/٢

١٥- الكامل لابن اثير ٢١٧/٢

١٦- دلائل النبوة بيهقى ٢٢١/٤

١٧- اعلام النساء ٣٣٣/٢

١٨- حلية الاولياء ٥٤/٢

١٩- عيون الاثر ٣٨٥/٢

٢٠- الاسماء المبهمة ٤٧-١٤٦

٢١- مسند ابى يعلى ٤٩٣/١٢

۲۲ - المعرفۃ والتاریخ ۱/۴٦۳
۲۳ - العقد الفرید ٦/۱۲۸
۲٤ - انساب الاشراف ۱/٤٤۲
۲٥ - الوافی بالوفیات ۱٦/۳۲٤
۲٦ - تقریب التہذیب ۲/٦۰۳
۲۷ - فتح الباری ۷/٥۳٦
۲۸ - زاد المعاد ۱/۱۰٦
۲۹ - دلائل النبوۃ اصبہانی ۱/۸۹

ام المومنین حضرت ام حبیبہ رملہ بنت ابی سفیان رضی اللہ عنہما

امیر معاویہؓ اور ام حبیبہؓ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"بخدا میری دلی تمنا ہے کہ میں، تو اور یہ جنت میں ایک ساتھ جام طہور نوش کریں۔" (فرمان رسول اللہ ﷺ)

"اللہ تعالیٰ نے مجھے صرف جنتی خاتون سے شادی کرنے کا حکم دیا ہے۔" (فرمان رسول ﷺ)

ورقہ بن نوفل' عثمان بن حویرث بن اسد' زید بن عمرو بن نفیل اور عبیداللہ بن جحش یہ چار دوست اکثر و بیشتر سرزمین عرب میں پھیلی ہوئی اصنام پرستی کی وجہ پر دلی دکھ کا اظہار کیا کرتے تھے۔

یہ چاروں احباب ایک رات انتہائی رازدارانہ انداز میں ایک مکان میں اکٹھے ہوئے۔ رات کافی بیت چکی تھی' لوگ نیند کی آغوش میں محو استراحت تھے' چہار سو مکمل خاموشی چھائی ہوئی تھی' یہ آپس میں گفتگو کرنے لگے۔

دیکھئے سرزمین عرب میں بت پرستی عام ہو چکی ہے' عام لوگ اور خاص طور پر قریش پتھر کی مورتیوں کو اپنا مشکل کشا مانتے ہیں' ان کے آگے سجدہ ریز ہونا' ان کی دل و جان سے تعظیم بجالانا' اور ان کے سامنے نذریں نیازیں پیش کرنا ان لوگوں کا معمول بن چکا ہے۔ بڑے تعجب کی بات ہے کہ ان کی عقل میں یہ معمولی سی بات آخر کیوں نہیں سما رہی کہ یہ پتھر سے تراشے ہوئے بت جو نہ سنتے ہیں نہ از خود حرکت کر سکتے ہیں۔ یہ ان کی مدد کیا کر سکتے ہیں؟ خیر چھوڑیئے ان ناعاقبت اندیش جاہلوں کو۔ ہمیں اپنی فکر کرنی چاہیے' ہمیں سیدھے راستے کی تلاش کرنا ہو گی۔ قریش راہ راست سے بھٹک چکے ہیں۔ انہوں نے گمراہی کا راستہ اختیار کر لیا ہے۔ ہمیں دین ابراہیم کا کھوج لگانا چاہیے۔ اسی میں ہمارے لئے بہتری ہے۔ اسی میں ہماری فلاح کا راز پوشیدہ ہے۔ لیکن ہمیں یہ کام اس احتیاط سے کرنا ہو گا کہ کسی کے کان میں اس کی بھنک بھی نہ پڑے ورنہ یہ جاہل لوگ ہمارا جینا دوبھر کر دیں گے۔

ہمیں حقیقت کی تلاش میں سرتوڑ کوشش کرنی چاہیے۔ یہ منصوبہ بندی کرنے کے بعد وہاں سے اٹھے اور مختلف سمتوں میں چل دیئے۔ دین ابراہیم علیہ السلام کی

تلاش ان کا مطمع نظر تھی۔

۱۔ ورقہ بن نوفل نے زمانہ جاہلیت میں ہی بت پرستی سے کنارہ کشی اختیار کر لی تھی۔ بتوں کے نام ذبح کیے ہوئے جانور کا گوشت یہ نہیں کھاتے تھے۔ اس نے تورات اور انجیل کو زبانی یاد کیا تھا' جب رسول اقدس ﷺ پر غار حرا میں حضرت جبریل علیہ السلام پہلی وحی لے کر نازل ہوئے تو آپ بہت گھبرا گئے تھے۔ جسم میں کپکپاہٹ طاری ہو چکی تھی' اپنی رفیقہ حیات خدیجتہ الکبریٰ سے کمبل اوڑھنے کا مطالبہ کیا۔ اس زیرک خاتون نے آپ کو تسلی دیتے ہوئے کہا آپ گھبرائیے نہیں۔ آپ جن اوصاف کے حامل ہیں اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کی خود حفاظت کیا کرتا ہے۔ لیکن ورقہ بن نوفل جو کہ ان کے قریبی رشتہ دار تھے' سے پوچھا کہ یہ کیا ماجرا ہے۔ اس نے تورات و انجیل کی روشنی میں بتایا کہ یہ وہی ناموس ہے جو پہلے انبیاء علیہم السلام کے پاس وحی لے کر آیا کرتا تھا۔ گھبرائیے نہیں' ان کی بہت شان ہو گی۔ نبوت کے بلند مرتبے پر فائز ہوں گے۔ قوم ان کی دشمن بن جائے گی' مکہ سے ان کو نکال دیا جائے گا۔ اگر اس وقت میں زندہ ہوا تو ضرور ان کی مدد کروں گا اور ان کا ساتھ دوں گا۔ لیکن یہ دعوائے نبوت سے پہلے ہی اللہ کو پیارے ہو گئے۔

۔ دوسرا ساتھی عثمان بن حویرث حق کی تلاش میں سرزمین شام کی طرف چلا گیا۔ وہاں جا کر نصرانیت کا بہت بڑا مبلغ بنا۔ شاہ روم قیصر کا اسے قرب حاصل ہوا۔ اسے پوپ کے درجے پر فائز کیا گیا۔ اور وہیں فوت ہوا۔

۱۔ تیسرے ساتھی زید بن عمرو بن نفیل نے نصرانیت قبول کی اور نہ ہی یہودیت۔ اس نے لا دین رہنا ہی پسند کیا البتہ بت پرستی چھوڑ دی تھی۔ مردار کھانا' خون پینا' بتوں کے نام پر ذبح کیے گئے جانور کا گوشت کھانا چھوڑ دیا تھا۔ یہ بچیوں کو زندہ درگور کرنے سے بھی تائب ہو چکا تھا۔ یہ اکثر و بیشتر رب ابراہیم علیہ السلام کا نام لیا کرتا تھا۔ یہ بھی رسول اقدس ﷺ کی بعثت سے پہلے ہی فوت ہو

گیا تھا۔

۴- البتہ چوتھا ساتھی عبید اللہ بن جحش تذبذب کی حالت میں مبتلا رہا کہ کیا کروں اور کیا نہ کروں۔ اس کی شادی قریشی سردار ابوسفیان صخر بن حرب کی لائق و فائق اور حسین و جمیل بیٹی رملہ کے ساتھ ہوئی۔

اسی دوران مکہ معظمہ میں ایک نیا ہنگامہ برپا ہوا۔ وہ یہ کہ حضرت محمد بن عبداللہ ﷺ نے نبوت کا اعلان کر دیا تھا۔ تمام بتوں کی یکسر نفی کرتے ہوئے ایک اللہ کی عبادت کی دعوت پیش کر دی تھی۔ جس سے سرداران قریش بھڑک اٹھے تھے۔ مکی معاشرہ دو حصوں میں تقسیم ہو چکا تھا۔ کچھ لوگ نبوت کو تسلیم کرتے ہوئے دائرہ اسلام میں داخل ہو گئے اور کچھ ان کے مقابلے کے لئے میدان میں اتر آئے اور اسلام قبول کرنے والوں کو ظلم و ستم کا نشانہ بنانے لگے۔ مخالفین کی قیادت ابوسفیان صخر بن حرب کے ہاتھ میں تھی۔ لیکن اللہ کا کرنا یہ ہوا کہ ابوسفیان کی ذہین و فطین بیٹی نے اسلام قبول کر لیا۔ اور ساتھ ہی اس کا خاوند عبید اللہ بن جحش' دائرہ اسلام میں داخل ہو گیا کیونکہ اس کے دونوں بھائی عبید اللہ بن جحشؓ اور ابو احمد بن جحش' دونوں بہنیں زینب بنت جحشؓ اور حمنہ بنت جحشؓ اسلام قبول کر چکے تھے۔ احمد بن جحش اپنے دور کے بہت بڑے شاعر تھے اور یہ بینائی سے محروم تھے۔ زینب بنت جحش کو ام المؤمنین ہونے کا اعزاز حاصل ہوا جب کہ حمنہ بنت جحش مشہور و معروف صحابی حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کی رفیقہ حیات بنیں۔ یہ خاندان خوش نصیب تھا لیکن عبید اللہ بن جحش کی بد نصیبی کہ اس نے حبشہ میں قیام کے دوران ارتداد کا ارتکاب کرتے ہوئے نصرانیت قبول کر لی تھی' شراب نوشی بھی شروع کر دی تھی۔ اسی حالت میں وہ فوت ہوا۔ لیکن اس کی بیوی رملہ بنت ابی سفیان دین اسلام پر قائم رہی۔ اسے ام المؤمنین کا اعزاز حاصل ہوا۔ آیئے اس خاتون جنت کی سیرت کا مطالعہ کرتے ہوئے اپنے دلوں کو نور ایمان سے روشنی بہم پہنچائیں۔

* * *

ابوسفیان صخر بن حرب قریش کا سردار تھا۔ جس نے بیشتر غزوات میں لشکر کفار کی قیادت کی۔ اس نے اپنی بیٹی کا نام رملہ رکھا۔ ایک بیٹے کا نام امیر معاویہ اور دوسرے کا نام یزید بن ابی سفیان رکھا۔ دونوں نے تاریخ اسلام میں بہت نام پیدا کیا۔ رملہ بنت ابی سفیان دائرہ اسلام میں اس کٹھن دور میں داخل ہوئیں جب کہ ان کا باپ اسلام قبول کرنے والوں کو ظلم و ستم کی چکی میں پیس رہا تھا۔ کوئی ایسا حربہ نہ ہوگا جو اس نے اسلام کا راستہ روکنے کے لئے اختیار نہ کیا ہو۔ کوئی ایسا ظلم نہ ہوگا جو اس نے مسلمانوں کے خلاف روا نہ رکھا ہو لیکن اللہ تعالیٰ کی قدرت کے قربان جائیں کہ ابوسفیان بے پناہ دنیاوی وسائل رکھنے کے باوجود اپنے گھر میں اپنی ناتواں بیٹی کو دائرہ اسلام میں داخل ہونے سے نہ روک سکا۔ یہ حقیقت ہے کہ کسی کے دل اور دماغ پر کوئی انسان پہرہ نہیں لگا سکتا۔ بیٹی نے ببانگ دہل اسلام قبول کیا اور باپ کا ظلم و جور اسے اس نیک ارادے سے باز نہ رکھ سکا۔ بے شک اللہ زندہ کو مردے سے اور مردہ کو زندہ سے پیدا کرنے پر قادر ہے۔

مدعی لاکھ برا چاہے تو کیا ہوتا ہے
وہی ہوتا ہے جو منظور خدا ہوتا ہے

اللہ کی ہونی ہمیشہ ہو کر رہتی ہے۔ اس کے فیصلے نافذ ہو کر رہتے ہیں۔ دیکھئے ابوسفیان اپنے گھر میں مجبور و بے بس دکھائی دے رہا ہے۔ بیٹی اس کے بار بار مطالبے کے باوجود اسلام سے دستبردار ہونے کا نام ہی نہیں لیتی۔ بڑے ظلم سے لیکن اسلام کا دامن نہ چھوڑا۔

رسول اللہ ﷺ نے حالات کا جائزہ لیتے ہوئے اپنے جاں نثار مجبور و مظلوم صحابہ کو حبشہ ہجرت کر جانے کا حکم دیا۔ مہاجرین کا ایک قافلہ پہلے روانہ ہوا اور جب دوسرا قافلہ روانہ ہونے لگا تو اس میں ام حبیبہ رملہ بنت ابی سفیان اور ان کا خاوند عبیداللہ بن جحش حبشہ روانہ ہوگئے۔ وہاں پہنچ کر ان کے ہاں ایک بیٹی نے جنم لیا جس کا نام حبیبہ رکھا۔ اسی مناسبت سے انہوں نے اپنی کنیت ام حبیبہ رکھ لی۔ شب و روز

گذرنے لگے۔ یہ اپنی بچی کی پرورش' اللہ تعالیٰ کی عبادت اور ذکر و فکر میں مصروف رہتیں۔

ایک رات انہوں نے خواب میں دیکھا کہ ان کے خاوند عبیداللہ بن جحش کا چہرہ بری طرح مسخ ہو چکا ہے۔ جب آنکھ کھلی تو بہت گھبرائی۔ چند دن بعد عبیداللہ بن جحش نے اپنی بیوی سے دل کی بات کرتے ہوئے کہا دیکھو میں پہلے نصرانی تھا پھر میں نے اسلام قبول کر لیا' یہاں حبشہ میں آ کر میں نے بہت غور و خوض کیا۔ میرے دل نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ نصرانیت ہی بہتر نظریہ حیات ہے۔ لہٰذا میں نے اسلام کو خیرباد کہتے ہوئے دوبارہ نصرانیت کو قبول کر لیا ہے۔ میرا مشورہ ہے کہ تم بھی نصرانیت قبول کر لو تمہارے لئے بہتر یہی رہے گا۔

خاوند کی زبان سے یہ باتیں سن کر رملہ بنت ابی سفیان کا ماتھا ٹھنکا کہ کہیں یہ میرے خواب کی تعبیر تو نہیں۔ خواب میں جو میں نے اس کا مسخ شدہ چہرہ دیکھا' اس سے یہی مراد تو نہیں کہ اس کا اسلامی تشخص ختم ہو گیا ہے۔ اور اس نے اپنی شناخت بدل لی ہے۔ اس نے اپنے خاوند کو اپنا خواب سنایا کہ شاید وہ یہ ڈراونا خواب سن کر اپنے ارادے سے باز آ جائے۔ اس کا چہرے کے ساتھ ساتھ دل بھی مسخ ہو چکا تھا۔ اس نے کوئی پرواہ ہی نہ کی بلکہ اس نے شراب نوشی شروع کر دی۔ شراب کے نشے میں ہر وقت دھت رہتا۔ جام پر جام چڑھانا اس کی عادت بن گئی۔ یہ صورت حال دیکھ کر ام حبیبہ بہت پریشان ہوئیں کہ اب کیا ہو گا؟ میرا کیا بنے گا؟ دیار غیر میں یہ مصیبت اللہ ہی خیر کرے۔ اللہ تعالیٰ سے صبر و استقامت کی دعا کی۔ کچھ عرصہ بعد کثرت شراب نوشی کی بنا پر عبیداللہ بن جحش فوت ہو گیا۔ دل کو قدرے اطمینان ہوا کہ : خس کم جہاں پاک

چلو ایک مصیبت تو ٹلی۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ کی عبادت میں زیادہ مصروف رہنے لگیں۔ بچی کی تربیت اور اللہ تعالیٰ کی عبادت' دو ہی مشغلے تھے۔ کبھی کبھی حبشہ میں موجود مسلمان خواتین سے ملنے بھی چلی جایا کرتی تھیں۔ اس وقت

حبشہ میں ام سلمہ، رقیہ بنت رسول ﷺ، اسماء بنت عمیس اور لیلیٰ بنت ابی حثمہ جیسی عظیم المرتبت خواتین وہاں موجود تھیں۔

ایک رات نیند کی آغوش میں محو استراحت تھیں۔ خواب آیا کیا دیکھتی ہیں کہ کسی نے انہیں ام المومنین کہہ کر پکارا۔ آنکھ کھلی تو طبیعت پر خوشگوار اثرات مرتب ہوئے۔ رگ و ریشہ میں خوشی کی لہر دوڑ گئی۔ ان دنوں رسول اقدس ﷺ مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ رہائش پذیر ہو چکے تھے۔ اسلامی سلطنت کی بنیاد رکھی جا چکی تھی۔ کسی نے آپ کو حبشہ میں آباد مہاجرین کے حالات سے آگاہ کرتے ہوئے کہا۔ یا رسول اللہ ﷺ ام حبیبہ مشکل ترین حالات سے دوچار ہے۔ رئیس خاندان کی چشم و چراغ بڑی تنگی کے دن گزار رہی ہے۔ خاوند مرتد ہو کر فوت ہو چکا ہے۔ گود میں ایک چھوٹی سی بچی ہے، غم و اندوہ میں مبتلا ہے۔ قریش کے سردار کی بیٹی مصائب کا شکار ہے۔ رسول اقدس ﷺ کو جب اس صورت حال کا پتہ چلا تو عمرو بن امیہ الضمری کو نجاشی کے پاس یہ پیغام دے کر بھیجا کہ ام حبیبہ اگر پسند کرے تو اس کا نکاح میرے ساتھ کر دیا جائے۔

نجاشی کے پاس جب یہ پیغام پہنچا تو اس نے اپنی کنیز ابرہہ کو ام حبیبہ کے پاس بھیجا۔ اس نے آداب بجا لاتے ہوئے یہ پیغام انہیں سنایا تو ان کے رگ و پے میں خوشی کی لہر دوڑ گئی۔ کچھ بھی نہ سوجھ رہا تھا کہ اس بے انتہا خوشی کا اظہار کس انداز میں کیا جائے۔ اللہ تیری زبان مبارک کرے۔ میں کس طرح تیرا شکریہ ادا کروں؟

کنیز نے کہا: بادشاہ سلامت نے یہ بھی کہا ہے کہ نکاح کے لیے اپنا کوئی وکیل مقرر کر دیں۔ ام حبیبہ نے اپنے قریبی رشتہ دار خالد بن سعید بن عاص اموی کو اپنا وکیل نامزد کیا۔ اور کنیز کو اس خوشی کے موقع پر اپنے چاندی کے کنگن، پازیب اور انگوٹھیاں انعام کے طور پر دے دیں۔

جس روز صبح کے وقت ام حبیبہ کو یہ خوشخبری سنائی گئی اسی روز شام کے وقت نجاشی نے حضرت جعفر بن ابی طالب کو پیغام دیا کہ اپنے تمام مسلمان احباب کو

لے کر میرے پاس تشریف لائیں۔ جب تمام پناہ گزین مسلمان شاہی محل میں جمع ہو
گئے تو نجاشی نے محفل میں کھڑے ہو کر کہا

"اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الْمَلِكِ الْقُدُّوْسِ، السَّلَامِ الْمُؤْمِنِ، الْمُهَيْمِنِ، الْعَزِيْزِ
الْجَبَّارِ وَ اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ وَ اَنَّهُ
الَّذِيْ بَشَّرَ بِهٖ عِيْسَى بْنُ مَرْيَمَ۔ اَمَّا بَعْدُ فَاِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ كَتَبَ اِلَيَّ
اَنْ اُزَوِّجَهٗ اُمَّ حَبِيْبَةَ بِنْتَ اَبِيْ سُفْيَانَ فَاَجَبْتُ اِلٰى مَا دَعَا اِلَيْهِ رَسُوْلُ
اللّٰهِ وَ قَدْ اَصْدَقْتُهَا اَرْبَعَمِائَةِ دِيْنَارٍ۔"

مابعد! رسول اللہ ﷺ نے میری طرف خط لکھا کہ میں آپ کے ساتھ ام حبیبہ
بنت ابی سفیان کی شادی کروادوں تو میں نے رسول اللہ ﷺ کی اس دعوت کو قبول کیا
اور اس خاتون کو چار سو دینار مہر ادا کیا۔

پھر ام حبیبہ کے وکیل خالد بن سعید بن عاصؓ نے خطبہ نکاح پڑھتے ہوئے
کہا:

"اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ اَحْمَدُهٗ وَ اَسْتَعِيْنُهٗ وَ اَسْتَغْفِرُهٗ وَ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ
وَ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ اَرْسَلَهٗ بِالْهُدٰى وَ دِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ
عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ وَ لَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ۔
اَمَّا بَعْدُ: فَقَدْ اَجَبْتُ اِلٰى مَا دَعَا اِلَيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَ زَوَّجْتُهٗ اُمَّ
حَبِيْبَةَ بِنْتَ اَبِيْ سُفْيَانَ مُبَارَكَ اللّٰهُ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ
وَ سَلَّمَ۔"

"سب تعریفیں اللہ کے لیے ہیں' میں اس کی حمد بیان کرتا ہوں اور اس سے
مدد مانگتا ہوں اور گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود حقیقی نہیں' اور
محمد اس کے بندے اور رسول ہیں۔ جسے اس نے دین حق اور ہدایت دے کر
بھیجا تاکہ اسے تمام ادیان پر غالب کر دے اگرچہ مشرکوں کو ناگوار
گذرے۔

اما بعد! میں نے رسول اللہ ﷺ کی دعوت کو قبول کیا اور ام حبیبہ بنت ابی سفیان کی شادی آپ سے کر دی۔ اللہ تعالیٰ یہ شادی رسول اللہ ﷺ کے لئے باعث برکت بنائے۔"

نجاشی نے مہر کی رقم چار سو دینار خالد بن سعید کے حوالے کر دیئے۔ اس کے بعد حاضرین محفل اٹھ کر جانے لگے تو نجاشی نے کہا تشریف رکھئے کھانا تیار ہے۔ کھا کر تشریف لے جانا۔

ام حبیبہ بنت ابی سفیان کی خوش نصیبی کہ انہیں ام المؤمنین ہونے کا اعزاز حاصل ہوا۔ جب مہر کی رقم چار سو دینار ان کے پاس پہنچے تو انہوں نے خوش خبری دینے والی کنیز ابرہہ کو اپنے پاس بلایا۔ وہ مسکراتی ہوئی آئی۔ ام حبیبہؓ نے کہا: پہلے جو میں نے تمہیں چند معمولی تحائف دیئے تھے اس وقت میرے پاس ان اشیاء کے علاوہ کچھ نہ تھا۔ اب اللہ تعالیٰ نے میرے لئے وافر مالی وسائل مہیا کر دیئے ہیں۔ یہ لو پچاس دینار۔ اپنی مرضی کا زیور اور کپڑے بنا لینا۔ کنیز نے یہ بات سنتے ہی ایک تھیلی آپ کی خدمت میں پیش کر دی جس میں اعلیٰ قسم کی خوشبو اور وہ زیور تھا جو اسے ایک روز پہلے ام حبیبہ نے بطور تحفہ دیا تھا۔

کنیز نے باادب انداز میں کہا:

بادشاہ سلامت نے اپنی بیگمات کو کہا جو خوشبو تم استعمال کرتی ہو وہ سب اکٹھی کر کے ام حبیبہ کو بھیج دو۔ لہٰذا میرے ذمے یہ کام سپرد کیا گیا کہ یہ قیمتی تحفہ آپ کی خدمت میں پیش کروں اور ساتھ ہی یہ آپ کا عطا کردہ زیور مجھ غریب کی طرف سے بطور تحفہ قبول کیجئے۔ اور میں آپ کی خدمت میں ایک گذارش کرنا چاہتی ہوں۔ وہ یہ ہے کہ میں نے اسلام قبول کر لیا ہے۔ اس کا اظہار صرف آپ کے سامنے کر رہی ہوں۔ جب آپ پیارے نبی حضرت محمد ﷺ کے پاس جائیں میرا ان کی خدمت میں سلام ضرور عرض کرنا۔ دیکھئے وہاں پہنچ کر یہ بات کہیں بھول نہ جانا۔ مجھ پر آپ کا بہت بڑا احسان ہوگا۔

ام المؤمنین ام حبیبہ رملہ بنت ابی سفیان جب مدینہ منورہ رسول اللہ ﷺ کے پاس پہنچیں تو حبشہ میں پیش آنے والے حالات اور نکاح کی داستان بیان کرتے ہوئے ابرھہ کنیز کی وارفتگی اور خصوصی سلام کا تذکرہ کیا تو آپ نے مسکراتے ہوئے سلام کا جواب دیا اور اس کے لئے رحمت و برکت کی دعا کی۔

* * *

حبشہ میں پناہ گزین مسلمان عرصہ دراز تک وہاں آباد رہے۔ اس دوران بدر' احد اور غزوۂ احزاب جیسے ہنگامہ خیز معرکے بپا ہو چکے تھے' ان جنگوں میں اہل اسلام کے مقابلے میں آنے والے لشکر کی قیادت ابو سفیان بن حرب کے سپرد تھی' اس نے اسلام کی بیخ کنی کے لئے بڑے جتن کیے۔ لیکن وہ کامیابی سے ہمکنار نہ ہو سکا۔ غزوۂ احزاب کے موقع پر اپنے سامنے خندق کی خلیج حائل دیکھتے ہوئے بڑے تعجب کا اظہار کیا۔ اس نے رسول اقدس ﷺ کی جانب یہ خط لکھا:

"ابو سفیان کی جانب سے محمد بن عبداللہ کے نام

میں اپنے معبودوں لات' مناۃ' عزیٰ' اساف' نائلہ اور ھبل کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں ایک لشکر جرار لے کر یہاں پہنچا تاکہ تمہاری جڑ کاٹ دوں۔ جب تک تمہیں نیست و نابود نہیں کر دیتا واپس نہیں جاؤں گا' تم ہمارے مقابلے سے پہلو تہی اختیار کر رہے ہو۔ اور یہ خندق کھود کر تم نے ایک ایسی چال چلی ہے کہ جس سے عرب آشنا ہی نہیں' یہ کیسا نیا طریقہ ایجاد کر لیا ہے۔ عرب تو نیزوں کے سائے اور تلوار کی جھنکار میں میدان جنگ میں اترنے کے عادی ہیں۔ یقیناً تم نے ہماری تلوار سے ڈرتے ہوئے یہ راہ فرار اختیار کیا ہے۔ یاد رکھنا آج تمہارے ساتھ ویسا ہی سلوک ہو گا جو جنگ احد میں ہوا تھا۔"

رسول اللہ ﷺ نے ابو سفیان کے جواب میں یہ خط ارسال کیا:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

"محمد رسول اللہ ﷺ کی جانب سے ابو سفیان کے نام

تمہارا خط ملا' حالات سے آگاہی حاصل ہوئی' تم بڑی دیر سے گھمنڈ' فخر' تکبر اور نخوت میں مبتلا ہو اور یہ جو تم نے اپنے خط میں لکھا ہے کہ میں ایک بہت بڑا لشکر لے کر آیا ہوں اور اس وقت تک واپس نہیں جاؤں گے جب تک ہمیں نیست و نابود نہیں کر دو گے' سنو! مجھے امید ہے کہ میرا رب تمہارے ارادوں کو پامال کر دے گا۔ اور انجام ہمارے حق میں بہتر ہو گا۔ ارے احمق میری یہ بات یاد رکھنا کہ عنقریب ایک دن ایسا آئے گا کہ میں تمہارے معبودان باطلہ لات' منات' عزیٰ' اساف' نائلہ اور ہبل کو تہس نہس کر دوں گا' ان کا نام و نشان بھی صفحہ ہستی پر نہیں رہے گا۔"

غزوہ احزاب میں ابو سفیان ذلت آمیز شکست سے دوچار ہوا۔ بڑا ذلیل و خوار ہو کر وہاں سے بھاگا' تیز آندھی نے لشکر کے خیمے اکھاڑ دیئے۔ جانور اور گھوڑے جس طرف منہ آیا' سرپٹ دوڑ پڑے' کھانے کی دیگیں الٹ گئیں' وہ میدان سے دم دبا کر ایسے بھاگے کہ پیچھے مڑ کر دیکھنے کی ہمت نہ پڑی۔ ادھر حبشہ میں آباد مسلمانوں کی دلی خواہش تھی کہ وہ کون سی سنہری گھڑی ہو گی جب ہم مدینہ پہنچ کر رسول اقدس ﷺ کی زیارت کا شرف حاصل کر سکیں گے۔ کب ہماری اپنے پیارے احباب صحابہ کرام سے ملاقات ہو گی۔

ام حبیبہ کے دل میں یہ شوق انگڑائیاں لے رہا تھا کہ جتنی جلدی ممکن ہو سکے رسول اقدس ﷺ کی خدمت میں پہنچ جاؤں۔ کیونکہ یہ ازواج مطہرات کی سنہری لڑی کا حصہ بن چکی تھیں۔

ادھر ابو سفیان غزوۂ بدر اور غزوۂ خندق میں پیش آنے والی ذلت آمیز شکست اور دلخراش واقعات سے انتہائی دلبرداشتہ ہو چکا تھا۔ اسے کچھ سجھائی نہ دے رہا تھا کہ ان حالات میں کس طرح اہل اسلام کا مقابلہ کیا جائے؟ ان حالات میں اسے

کسی نے خبر سنائی کہ تیری بیٹی رملہ محمد بن عبداللہ ﷺ کی رفیقہ حیات بن چکی ہے۔ یہ خبر اس پر بجلی بن کر گری۔ یہ خبر سنتے ہی وہ اپنا سر پکڑ کر بیٹھ گیا۔ کہنے لگا یہ میں کیا سن رہا ہوں؟ آج کل میرے ساتھ کیا بیت رہی ہے؟ میں نے کیا سوچا تھا بن کیا رہا ہے؟ میں یہ سب کچھ سننے کے لئے کیوں زندہ ہوں۔ جسے میں صفحہ ہستی مٹانے کے لئے آج تک سرگرم رہا' اسی کے گھر میری لخت جگر اس کی رفیقہ حیات کے روپ میں پہنچ چکی ہے۔ اب میرے پلے رہ کیا گیا ہے؟ اب کس منہ سے میدان میں اتروں گا؟ لوگ میرے بارے میں کیا سوچیں گے؟

ہائے افسوس میرے یہ نصیب۔

پھر خود ہی بڑبڑاتے ہوئے اور تاریخ کے جھروکوں میں نظر دوڑاتے ہوئے دھیمی سی آواز میں گنگناتے ہوئے کہنے لگا۔ یہ حقیقت تو تسلیم کرنا پڑے گی کہ محمد بن عبداللہ (ﷺ) ایک ایسا پرکشش جوان ہے جو ہمیشہ سے سربلند ہے' کامیابی و کامرانی ہر میدان میں اس کی قدم بوسی کرتی ہے۔ میری بیٹی اس کے حبالہ عقد میں چلی گئی ہے' کوئی بات نہیں' اب کیا ہو سکتا ہے؟ جہاں رہے خوش رہے۔

ایک روز ابوسفیان مدینہ منورہ آیا۔ بیٹی کو ملنے کے لیے اس کے گھر آیا۔ جب وہ بیٹھنے لگا تو ام حبیبہؓ نے آگے بڑھ کر جلدی سے بستر اکٹھا کر دیا۔ اس نے یہ منظر دیکھتے ہوئے کہا: بیٹی میرے ساتھ یہ سلوک بڑی تعجب کی بات ہے۔ تیرے گھر آیا ہوں تجھے تو خوشی کا اظہار کرنا چاہیے تھا الٹا تو نے مجھے دیکھتے ہی بستر سمیٹ لیا۔ یہ کیا ماجرا ہے؟ میں یہ کیا دیکھ رہا ہوں؟

ام حبیبہؓ نے کہا: ابا جان دراصل یہ رسول اقدس ﷺ کا پاکیزہ بستر ہے۔ اس پہ کوئی مشرک نہیں بیٹھ سکتا۔ چونکہ مشرک نجس ہوتا ہے' اور آپ بھی اسی مرض میں مبتلا ہیں اس لئے میں نے بستر اکٹھا کر دیا۔ یہ بات سن کر ابوسفیان بڑا شرمندہ ہوا اور کہنے لگا اچھا مجھ سے دور رہ کر تیرے اخلاق میں اس قدر بگاڑ پیدا ہو چکا ہے۔ میں تو یہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ میرے ساتھ یہاں اس طرح کا سلوک ہو

گا- اچھا جنتی رہو اور اپنے گھر شاد رہو آباد رہو-

ام حبیبہؓ نے کہا میرے اسلامی اخلاق کا تقاضا یہی تھا جو میں نے کیا چونکہ آپ ان اقدار سے ناآشنا ہیں اس لئے آپ کو زیادہ محسوس ہوا- مجھے اللہ تعالیٰ نے اسلام قبول کرنے کی سعادت نصیب کر دی اور ابا جان آپ قریش کے سردار ہیں آپ کا اتنا بڑا نام ہے- لیکن مجھے اس بات پر بڑا تعجب ہے کہ ابھی تک آپ نے اسلام قبول کیوں نہیں کیا؟ اور آپ دنیاوی لحاظ سے بلند مقام پر فائز ہونے کے باوجود دینی اعتبار سے ایسی پستی میں گرے ہوئے ہیں کہ ایک ایسے پتھر کی پوجا کرتے ہیں جو نہ سنتا ہے اور نہ ہی دیکھتا ہے- جو نہ کوئی فائدہ دے سکتا ہے اور نہ نقصان- اس نے بیٹی کی زبان سے یہ باتیں سن کر کہا اچھا اب میں اپنے آباؤ اجداد کے دین کو چھوڑ دوں؟ بھلا یہ کیسے ہو سکتا ہے- اس کے بعد وہ وہاں سے اٹھ کر چلا گیا-

***

حضرت ام المومنین ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کی دلی تمنا یہ تھی کہ کاش میرا باپ اور بھائی دائرہ اسلام میں داخل ہو کر نعمتوں بھری جنت کے مستحق بن سکیں- کہیں یہ بھی ابوجہل' ولید بن مغیرہ' عاص بن وائل' عتبہ بن ربیعہ اور شیبہ بن ربیعہ کی طرح حالت کفر میں ہی دنیائے فانی سے کوچ نہ کر جائیں- لیکن جب فتح مکہ کے موقع پر ابوسفیان اور امیر معاویہ نے اسلام قبول کر لیا تو ام حبیبہ رضی اللہ عنہا بہت خوش ہوئیں- جب قرآن مجید کی یہ آیت نازل ہوئی ﴿عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّجْعَلَ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَ الَّذِيْنَ عَادَيْتُمْ مِّنْهُمْ مَّوَدَّةً وَاللّٰهُ قَدِيْرٌ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ﴾ (الممتحنة - ۷)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان فرماتے ہیں کہ یہ آیت ام حبیبہ بنت ابی سفیان کی رسول اقدس ﷺ کے ساتھ شادی کے موقع پر نازل ہوئی کیونکہ اس مبارک شادی کی وجہ سے ابوسفیان' امیر معاویہ' یزید بن ابی سفیان رسول اللہ ﷺ کے حلقہ عقیدت میں شامل ہو گئے-

ابوالقاسم بن عساکر حضرت حسن کے حوالے سے بیان کرتے ہیں کہ ایک

روز امیر معاویہ نبی اقدس ﷺ کے پاس آئے۔ آپ کے پاس ان کی بہن ام حبیبہؓ بیٹھی ہوئی تھیں۔ امیر معاویہ واپس پلٹے تو رسول اللہ ﷺ نے آواز دی معاویہ آؤ اور ہمارے ساتھ بیٹھو۔ وہ واپس چلے اور آپ کے پاس بیٹھ گئے۔

رسول اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا میری دلی تمنا ہے کہ جنت میں تم ام حبیبہؓ اور میں اکٹھے جام طہور نوش کریں۔ اس فرمان میں جنت کی بشارت کا تذکرہ ہے اور اسی طرح ایک دوسرے موقع پر آپ نے خصوصی بیان دیتے ہوئے ارشاد فرمایا:
"اللہ تعالیٰ نے مجھے جنتی خاتون سے شادی کرنے کا حکم دیا ہے۔"

اس فرمان سے بھی ثابت ہوا کہ ام المؤمنین ام حبیبہ بنت ابی سفیان رضی اللہ عنہا سمیت تمام ازواج مطہرات کے جنتی ہونے کی بشارت دنیا میں ہی دے دی گئی۔

* * *

حبشہ کے حکمران نجاشی کا نام اصحمہ تھا۔ اس کا معنی عطیہ ہے۔ چونکہ یہ ضرورت مندوں کو وافر مقدار میں عطیات دیا کرتا تھا اس لئے یہ اسم با مسمیٰ تھا۔ زندگی بھر اپنی رعایا سے ہمدردی سے پیش آیا۔ اس نے اسلام قبول کر لیا تھا۔ مہاجر مسلمانوں کے ساتھ اس نے بہت اچھا برتاؤ کیا۔ رسول اقدس ﷺ نے ام حبیبہؓ رملہ بنت ابی سفیان کے ساتھ نکاح کا پیغام اس کی طرف بھیجا' حکم کی تعمیل کرتے ہوئے پہلی فرصت میں اس کا اہتمام کیا' مہر کی رقم چار سو دینار اور حاضرین مجلس کے کھانے کا اہتمام اپنی طرف سے کیا۔ مسلمانوں کو مدینہ منورہ پہنچانے کے لئے بحری کشتیوں کا اہتمام بھی اسی نے کیا۔

ایک روز حضرت جبریل علیہ السلام نے رسول اقدس ﷺ کو اطلاع دی کہ حبشہ کا نیک دل حکمران نجاشی قضائے الٰہی سے وفات پا گیا ہے۔ آپ نے دلی افسوس کا اظہار کرتے ہوئے غائبانہ نماز جنازہ پڑھائی۔ یہ نجاشی کی خوش نصیبی ہے کہ نبی اقدس ﷺ نے اس کی مغفرت کے لئے دعا کی۔

جب مدینہ منورہ میں یہ غمناک خبر پہنچی تو حبشہ میں ہجرت کی زندگی گزارنے والے صحابہ کرامؓ اور صحابیاتؓ نے دلی افسوس کا اظہار کیا۔ ہر ایک نے نجاشی کے حسن سلوک' ہمدردی اور تعاون کو یاد کرتے ہوئے اس کے لئے مغفرت کی دعا کی۔

* * *

ام المؤمنین ام حبیبہ بنت ابی سفیان رضی اللہ عنہا علم و فضل اور فصاحت و بلاغت کے اعتبار سے اعلیٰ درجے پر فائز تھیں۔ امہات المؤمنین میں علم حدیث کے حوالے سے تیسرے درجے پر فائز تھیں کیونکہ پہلا درجہ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا تھا اور دوسرا درجہ ام المؤمنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا کا تھا۔

ام حبیبہ رضی اللہ عنہا سے امیر معاویہ' عبداللہ بن عتبہ بن ابی سفیان' عروۃ بن زبیر' سالم بن شوال المکی اور ابوالجراح القرشی نے حدیث روایت کی ہے۔ اور خواتین میں سے زینب بنت ام سلمہ مخزومیہ اور صفیہ بنت شیبہ عبدریہ نے روایت کیا۔ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا سے ۶۵ احادیث مروی ہیں۔

بخاری شریف میں ام حبیبہ بنت ابی سفیان سے یہ روایت بھی منقول ہے کہ جب انہیں اپنے باپ ابوسفیان کے فوت ہو جانے کی خبر پہنچی' تین دن گزر جانے کے بعد انہوں نے خوشبو لگائی اور فرمایا: مجھے آج یہ خوشبو لگانے کی چنداں ضرورت نہ تھی۔ لیکن میں نے نبی اقدس ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا

«لَا يَحِلُّ لِامْرَءَةٍ تُؤْمِنُ بِاللهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ تَحُدُّ عَلَى مَيِّتٍ فَوْقَ ثَلَاثٍ إِلَّا عَلَى زَوْجٍ أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ وَعَشْرًا»

"کسی ایسی خاتون کے لئے جو اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتی ہو' یہ جائز نہیں کہ کسی کی وفات پر تین دن سے زیادہ سوگ منائے سوائے اپنے خاوند کے۔ جب وہ فوت ہو جائے تو اس کا سوگ چار مہینے دس دن منائے۔"

مسند ابو یعلیٰ میں ابوالجراح قرشی کے حوالے سے ام حبیبہؓ کی یہ روایت منقول ہے

عن ام حبیبۃ قالت سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول:
"لو لا ان اشق علی امتی لامرتھم بالسواک عند کل صلاۃ کما یتوضؤون"

"اگر میری امت پر یہ دشوار نہ ہوتا تو میں ہر نماز کے وقت مسواک کرنے کا حکم دیتا جیسا کہ وہ ہر نماز کے لئے وضو کرتے ہیں۔"

مسند ابو یعلیٰ' مسند امام احمد' ابوداؤد' نسائی' ترمذی اور ابن ماجہ میں ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کی یہ روایت منقول ہے۔ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«من صلی اربعا قبل الظھر واربعا بعدھا حرمہ اللہ علی النار»

"جس نے ظہر کی نماز سے پہلے چار رکعت اور بعد میں چار رکعت نوافل ادا کئے اللہ تعالیٰ اسے جہنم پر حرام قرار دے دیتا ہے۔"

حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کو کسی نے آ کر جب یہ خبر دی کہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو ان کے گھر میں محاصرے کے بعد شہید کر دیا گیا ہے تو دلی افسوس کا اظہار کرتے ہوئے کہا عثمان کے قاتل کا ہاتھ کٹ جائے' وہ سر عام رسوا ہو۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی زبان سے نکلے ہوئے کلمات کی لاج رکھ لی۔ کسی شخص نے قاتل کے مکان میں گھس کر تلوار سے اس پر حملہ کیا۔ اس نے اپنے بچاؤ کے لئے اپنا دایاں ہاتھ آگے کیا جو کٹ کر نیچے گر گیا۔ اس نے اپنی چادر کو دانتوں سے سہارا دیا اور گھر سے نکل کر باہر دوڑ پڑا۔ وہ چادر سنبھال نہ سکا جس سے وہ برہنہ ہوا۔

ام حبیبہ رضی اللہ عنہا اپنے بھائی امیر معاویہؓ کے دور حکومت میں دمشق بھی تشریف لے گئیں تھیں۔ ۴۴ ہجری میں امیر معاویہ کے دور حکومت میں مدینہ منورہ میں وفات پائی

وفات سے پہلے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرف یہ پیغام بھیجا کہ ہمارے درمیان بعض اوقات کسی بات پر اختلاف بھی ہو جایا کرتا تھا۔ میں آپ سے معافی چاہتی ہوں' اللہ کے لئے مجھے معاف کر دیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا

فرماتی ہیں کہ یہ پیغام سن کر مجھے بہت خوشی ہوئی۔ اس قسم کا پیغام حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس بھی بھیجا۔

اللہ ان پر راضی اور یہ اپنے اللہ پر راضی

* * *

ام المؤمنین حضرت ام حبیبہ رملہ بنت ابی سفیان کے مفصل حالات زندگی معلوم کرنے کے لئے درج ذیل کتابوں کا مطالعہ کریں۔

۱ – مسند امام احمد	۳۲۵/٦
۲ – طبقات ابن سعد	۱۰۰-۹٦/۸
۳ – مستدرك حاكم	۲۳-۲۰/٤
٤ – الاستیعاب	۲۹۹-۲۹٦/٤
٥ – اسدالغابه	۱۱۷-۱۱٥/٦
٦ – مجمع الزوائد	۲٤۹/۹
۷ – تهذیب التهذیب	٤۱۹/۱۲
۸ – الاصابه	۳۰۰-۲۹۸/٤
۹ – شذرات الذهب	۲۳٦/۱
۱۰ – سیر اعلام النبلاء	۲۲۳-۲۱۸/۲
۱۱ – اعلام النساء	٤٦٤/۱
۱۲ – تاریخ الاسلام للذهبی :	
دور معاویه	۱۳٤-۱۳۲
۱۳ – العقد الفرید	۱۲/٥
۱٤ – الاعلام زرکلی	۳۳/۳
۱٥ – الوافی بالوفیات	۱٤٦ ۱٤٥/۱٤
۱٦ – تقریب التهذیب	٥۹۸/۲

۱۷-تہذیب الاسماء و اللغات ۳۵۸/۲

۱۸-جمہرہ انساب العرب ۱۱۱/۱

۱۹-مختصر تاریخ دمشق ۲۷۱/۲

۲۰-شفاء الغرام ۱۷۶/۲

۲۱-السیرۃ النبویہ ۶۴۵/۲

۲۲-عیون الاثر ۴۱۴/۲

۲۳-السیرۃ الحلبیۃ ۴۱۴/۳

۲۴-البدایہ والنہایہ ۲۸/۸

۲۵-دلائل النبوۃ للبیہقی ۴۵۹/۳

۲۶-نور الابصار ۴۸

۲۷-صفۃ الصفوۃ ۴۲/۲-۴۶

۲۸-المواہب اللدنیۃ ۸۵/۲-۸۷

۲۹-مسند ابی یعلیٰ ۴۲/۱۲

۳۰-انساب الاشراف ۹۶/۱

۳۱-نسب قریش ۱۲۳

۳۲-تاریخ طبری ۱۳۲/۲

۳۳-الکامل لابن اثیر ۲۱۳/۲

۳۴-زادالمعاد ۱۰۹/۱

ام المؤمنین حضرت میمونہ

بنت

حارث الہلالیہ رضی اللہ عنہا

"اللہ تعالیٰ نے مجھے صرف جنتی خاتون سے شادی کرنے کا حکم دیا۔" (فرمانِ نبوی)

"میمونہ ہم سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والی اور ہم سے زیادہ صلہ رحمی کرنے والی تھی" (عائشہ صدیقہؓ)

حضرت ابو ہریرہ اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم بیان کرتے ہیں کہ میمونہ کا پہلا نام برۃ تھا۔ رسول اقدس ﷺ نے اس کا نام میمونہ رکھا۔ والد کا نام حارث بن حزن تھا جو قبیلہ بنو ہلال میں سے تھا۔ اور والدہ کا نام ہند بنت عوف تھا۔ ام الفضل لبابۃ الکبریٰ' لبابۃ الصغریٰ' عصماء اور عزۃ ماں اور باپ کی جانب سے حضرت میمونہ کی سگی بہنیں تھیں۔ ام الفضل لبابۃ الکبریٰ کی شادی عباس بن عبدالمطلب سے ہوئی اور اسے حضرت خدیجۃ الکبریٰ کے بعد اسلام قبول کرنے کی سعادت حاصل ہوئی۔ لبابۃ الصغریٰ کی شادی ولید بن مغیرہ سے ہوئی جس سے خالد بن ولید پیدا ہوئے جنہیں تاریخ اسلام میں عظیم جرنیل کی حیثیت سے پہچانا جاتا ہے۔ عصماء بنت حارث کی شادی ابی بن خلف سے ہوئی۔ اور عزۃ بنت حارث کی شادی زیاد بن عبداللہ بن مالک سے ہوئی۔ اسماء بنت عمیس' سلمٰی بنت عمیس اور سلامۃ بنت عمیس ماں کی جانب سے حضرت میمونہ کی بہنیں تھیں۔ اسماء بنت عمیس کی پہلی شادی حضرت جعفر بن ابی طالب سے ہوئی۔ اس سے تین بیٹے عبداللہ' محمد اور عون پیدا ہوئے۔ جب جعفر بن ابی طالبؓ شہید ہوئے تو اسماء بنت عمیس کی شادی حضرت ابو بکر صدیقؓ سے ہوئی۔ اس سے محمد بن ابی بکر پیدا ہوئے۔ جب حضرت ابو بکرؓ فوت ہوئے تو اسماء بنت عمیس کی شادی حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہوئی۔ جس سے ایک بیٹا پیدا ہوا جس کا نام یحیٰی رکھا گیا۔ دوسری ماں جائی بہن سلمٰی بنت عمیس کی شادی حضرت حمزہ بن عبدالمطلب سے ہوئی۔ تیسری ماں جائی بہن کی شادی عبداللہ بن کعب سے ہوئی۔ اس طرح ہند بنت عوف مکہ معظمہ کی وہ تاریخی خاتون ہے جسے رسول اقدس ﷺ' خلیفہ اول حضرت ابو بکر صدیقؓ

سید الشہداء حمزہؓ بن عبدالمطلب' عباسؓ بن عبدالمطلب' جعفرؓ بن ابی طالب اور علیؓ بن ابی طالب کی خوش دامن ہونے کا اعزاز حاصل ہوا۔

ہند بنت عوف کا ایک نواسہ عبداللہ بن عباس امت کا سب سے بڑا عالم' فقیہ' مفسر اور محدث بنا اور دوسرا نواسہ خالد بن ولید لشکر اسلام کا عظیم جرنیل بنا۔

ام المومنین حضرت میمونہ بنت حارث الہلالیہ مشہور و معروف خاندان کی چشم و چراغ تھیں۔

* * *

میمونہ بنت حارث کا پہلا نکاح مسعود بن عمرو بن عمیر ثقفی سے ہوا لیکن جلد ہی میاں بیوی میں علیحدگی ہو گئی۔ اس کے بعد ابورھم بن عبدالعزیٰ عامری قریشی سے نکاح ہوا۔ وہ بھی فوت ہو گیا تو میمونہ جوانی میں ہی بیوہ ہو گئی۔ ۷ ہجری میں رسول اللہ ﷺ اپنے صحابہ کرامؓ کے ہمراہ عمرہ ادا کرنے کے لیے مکہ معظمہ تشریف لے گئے۔ میمونہ کے دل میں یہ خیال انگڑائیاں لے رہا تھا کہ کاش مجھے حرم نبوی میں شامل ہونے کی سعادت حاصل ہو جائے۔ یہ خیال اس کے دل و دماغ پر چھایا ہوا تھا۔ اپنی اس دلی رغبت کا تذکرہ اس نے اپنی بہنوں سے بھی کیا۔ اس نے کہا میرے قبیلہ بنو ہلال کی بھی رسول اقدس ﷺ کے ساتھ وہ نسبت قائم ہونی چاہیے جو اس سے پہلے بنو تیم' بنو عدی' بنو امیہ' بنو مخزوم' بنو اسد اور بنو مصطلق قبائل کو حاصل ہو چکی ہے۔ چونکہ دیگر ازواج مطہرات کا تعلق ان قبائل کے ساتھ تھا۔ میمونہ کی بہن لبابہ الکبریٰ نے اپنے خاوند عباس بن عبدالمطلب سے تذکرہ کیا کہ میری بہن میمونہ کی یہ دلی خواہش ہے کہ اس کی شادی رسول اقدس ﷺ سے ہو۔ آپ ان کے چچا ہیں' آپ کو وہ احترام کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ آپ بات کر کے دیکھیں شاید یہ کام بن جائے اور ہماری بہن کے دل کی مراد پوری ہو جائے۔ حضرت عباس بن عبدالمطلب نے اس موضوع پر رسول اقدس ﷺ سے بات کی تو آپ نے جعفر بن ابی طالب کو یہ کام سپرد کیا تاکہ وہ میمونہ سے نکاح کا اہتمام کرے۔ رسول اقدس ﷺ عمرۃ القضاۃ سے فارغ

ہو چکے تھے۔ حضرت میمونہ اونٹ پر سوار تھیں۔ جب ان کی نگاہ چہرۂ نبوت پر پڑی تو بے ساختہ پکار اٹھیں۔

"البعیرُ وَمَا علَیْہِ للّٰہِ وَ رَسُوْلِہٖ"

"اونٹ اور اس پر جو سوار ہے یہ سب اللہ اور اس کے رسول کے لئے وقف ہے"

اس طرح حضرت میمونہ نے اپنے آپ کو رسولِ اقدس ﷺ کے لئے ھبہ کر دیا۔ ان کا یہ انداز دیکھ کر لوگوں میں چہ میگوئیاں بھی ہوئیں۔ لیکن رسولِ اقدس ﷺ نے اس پیشکش کو خنداں پیشانی سے قبول کر لیا آسمان سے یہ حکم نازل ہوا

﴿یٰاَیُّھَا النَّبِیُّ اِنَّآ اَحْلَلْنَا لَکَ اَزْوَاجَکَ الّٰتِیْٓ اٰتَیْتَ اُجُوْرَھُنَّ وَمَا مَلَکَتْ یَمِیْنُکَ مِمَّآ اَفَآءَ اللّٰہُ عَلَیْکَ وَ بَنٰتِ عَمِّکَ وَ بَنٰتِ عَمّٰتِکَ وَ بَنٰتِ خَالِکَ وَ بَنٰتِ خٰلٰتِکَ الّٰتِیْ ھَاجَرْنَ مَعَکَ وَامْرَاَۃً مُّؤْمِنَۃً اِنْ وَّھَبَتْ نَفْسَھَا لِلنَّبِیِّ اِنْ اَرَادَ النَّبِیُّ اَنْ یَّسْتَنْکِحَھَا خَالِصَۃً لَّکَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِیْنَ قَدْ عَلِمْنَا مَا فَرَضْنَا عَلَیْھِمْ فِیْٓ اَزْوَاجِھِمْ وَمَا مَلَکَتْ اَیْمَانُھُمْ لِکَیْلَا یَکُوْنَ عَلَیْکَ حَرَجٌ وَکَانَ اللّٰہُ غَفُوْرًا رَّحِیْمًا﴾

(الأحزاب: ۵۰)

"اے نبیؐ بے شک ہم نے حلال کر دی ہیں تمہارے لئے تمہاری وہ بیویاں جن کے مہر تم نے ادا کر دیئے ہوں۔ اور وہ لونڈیاں جو تمہاری ملکیت میں آئیں اسی مالِ غنیمت میں جو عطا کیا ہے اللہ نے تمہیں اور (حلال کر دی ہیں) تمہاری چچا زاد، پھوپھی زاد اور خالہ زاد (بہنیں) جنہوں نے ہجرت کی ہے تمہارے ساتھ اور کوئی مومن عورت اگر ھبہ کرے اپنے نفس کو نبیؐ کے لئے اگر نبیؐ بھی چاہے۔ تو (حلال ہے) اس سے نکاح کرنا (یہ رعایت) خالصتاً تمہارے لئے ہے دوسرے مومنوں کے لئے نہیں ہمیں خوب معلوم ہے کہ کیا فرض کیا ہے ہم نے مومنوں کے لئے ان کی بیویوں اور لونڈیوں کے بارے میں (تمہیں ان حدود سے مستثنیٰ کر دیا

ہے) تاکہ نہ رہے تم پر کوئی تنگی اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔"

عمرۃ القضاۃ کی ادائیگی کے لئے رسول اقدس ﷺ نے تین دن مکہ معظمہ میں قیام کیا۔ چوتھے دن صبح کے وقت حویطب بن عبد العزیٰ چند مشرکین کو ساتھ لے کر آیا۔ انہوں نے رسول اقدس ﷺ سے کہا آپ نے عمرہ ادا کر لیا ہے اب آپ یہاں سے چلے جائیں کیونکہ معاہدے کے مطابق مکہ میں آپ کے قیام کا وقت پورا ہو چکا ہے۔ آپ نے فرمایا کچھ دن ہمیں اور یہاں رہنے دو۔ میں یہ چاہتا ہوں کہ میمونہ سے شادی کا اہتمام مکہ میں ہی ہو اور آپ لوگ بھی شادی کے کھانے میں شریک ہوں۔ اس نے کہا ہمیں کھانے کی کوئی طلب نہیں بس آپ یہاں سے چلے جائیں۔

نبی اکرم ﷺ وہاں سے چلے اور مکہ سے دس میل دور سرف مقام پر پڑاؤ کیا اور یہیں شادی کا اہتمام کیا گیا۔ نبی اکرم ﷺ کا غلام ابو رافع حضرت میمونہ بنت حارث کو اونٹ پر بٹھا کر سرف مقام پر لے آیا تھا۔ یہاں سہاگ رات میں رسول اقدس ﷺ نے ان کا نام میمونہ رکھا ورنہ پہلے ان کا نام برہ تھا۔ رسول اقدس ﷺ نے یہ شادی عمرے کا احرام کھولنے کے بعد کی تھی جیسا کہ ابوداؤد میں حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سے یہ روایت مذکور ہے

«عَنْ مَيْمُونَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ تَزَوَّجَنِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَنَحْنُ حَلَالَانِ بِسَرِفٍ»

"میمونہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے فرماتی ہیں کہ میرے ساتھ رسول اللہ ﷺ نے جب شادی کی اس وقت ہم دونوں احرام کھول کر حلال ہو چکے تھے۔"

حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا ازواج مطہرات کی فہرست میں سب سے آخر میں شامل ہونے والی تھیں۔ ان کے بعد آپ نے کسی بھی خاتون سے شادی نہیں کی۔ شادی کے وقت حضرت میمونہؓ کی عمر چھتیس سال تھی۔ مدینہ منورہ پہنچ کر حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کو مسجد نبوی کے ساتھ متصل بنایا گیا حجرہ تفویض کر دیا

گیا۔اس میں رہائش پذیر ہوئیں۔ دیگر ازواج مطہرات نے انہیں خوش آمدید کہا اور ان کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آئیں۔

حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا نماز مسجد نبوی میں پڑھا کرتی تھیں کیونکہ انہوں نے رسول اقدس ﷺ کی زبان مبارک سے یہ فرمان سن لیا تھا

«صَلَاةٌ فِيْ مَسْجِدِيْ هٰذَا أَفْضَلُ مِنْ أَلْفِ صَلَاةٍ فِيْمَا سِوَاهُ إِلَّا الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ»

"میری اس مسجد میں نماز دوسری مساجد کی نسبت ایک ہزار درجہ افضل ہے سوائے مسجد حرام کے۔"

کیونکہ مسجد حرام مکہ معظمہ میں ایک نماز کا ثواب ایک لاکھ نمازوں کے برابر ملتا ہے۔

رسول اقدس ﷺ جس بیماری میں اس دنیائے فانی سے رخصت ہوئے اس بیماری کا آغاز اس وقت ہوا جب آپ حضرت میمونہؓ کے حجرے میں تشریف فرما تھے۔حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں

«أَوَّلُ مَا اشْتَكَى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ بَيْتِ مَيْمُوْنَةَ فَاسْتَأْذَنَ أَزْوَاجَهُ أَنْ يُمَرَّضَ فِيْ بَيْتِيْ فَأَذِنَّ لَهُ»

"رسول اللہ ﷺ کو بیماری کی شکایت میمونہ کے گھر میں ہوئی۔آپ نے اپنی ازواج مطہرات سے میرے گھر میں بیماری کے دن گزارنے کی اجازت طلب کی۔سب نے بخوشی آپ کو اجازت دے دی۔"

جب رسول اقدس ﷺ اس دنیائے فانی سے رخصت ہوئے تو آپ اپنی ازواج مطہرات سے خوش تھے۔آپ کی پاکیزہ روح جب آپ کے قفس عنصری سے محو پرواز ہوئی اس وقت آپ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرے میں ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ کی گود میں سر رکھے ہوئے تھے۔اسی حجرے میں آپ کو دفن کیا گیا۔

جب رسولِ اقدس ﷺ نے وفات پائی تو اس وقت آپ کی نو بیویاں بقید حیات تھیں۔ جن کے نام اس شعر میں مذکور ہیں۔

تُوُفِّیَ رَسُوْلُ اللّٰہِ عَنْ تِسْعِ نِسْوَۃٍ اِلَیْھِنَّ تُعْزَی الْمُکَرَّمَاتُ وَ تُنْسَبُ
فَعَائِشَۃٌ وَمَیْمُوْنَۃٌ وَ صَفِیَّۃٌ وَ جُوَیْرِیَۃٌ مَعَ سَوْدَۃٍ ثُمَّ زَیْنَبُ
کَذَا رَمْلَۃٌ مَعَ ھِنْدٍ اَیْضًا وَ حَفْصَۃٌ ثَلَاثٌ وَ سِتٌّ نَظْمُھُنَّ مُھَذَّبُ

رسول اللہ ﷺ نو بیویاں سوگوار چھوڑ کر فوت ہوئے۔ عائشہ' میمونہ' صفیہ' جویریہ' سودہ' زینب' رملہ' ہند' حفصہ یہ تین اور چھ پوری نو ہیں جن کا نظم بڑا شائستہ تھا۔

* * *

مدینہ منورہ میں جس سال مختلف علاقوں سے رسولِ اقدس ﷺ کے پاس وفود آئے ان میں ایک وفد حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے قبیلے بنو ھلال کا بھی تھا۔ بنو ھلال کے وفد میں زیاد بن عبداللہ بن مالک عامری بھی تھا۔ یہ جب اپنی خالہ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے گھر آیا اس وقت رسول اقدس ﷺ وہاں تشریف فرما نہ تھے۔ جب آپ گھر تشریف لائے اور ایک اجنبی کو وہاں بیٹھے دیکھا تو آپ کی طبیعت پر ناگوار تاثرات ظاہر ہوئے۔ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا نے دیکھتے ہی جلدی سے کہا یا رسول اللہ ﷺ یہ میری بہن کا بیٹا ہے۔ بنو ھلال کے وفد میں شریک ہے۔ مجھے ملنے یہاں چلا آیا۔ آپ نے یہ بات سن کر خوشی کا اظہار کیا اور اس کے لیے برکت و رحمت کی دعا کی۔

حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا تقویٰ اور صلہ رحمی کے اعتبار سے ممتاز مقام پر فائز تھیں۔ جب یہ فوت ہوئیں تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے تعزیتی کلمات کہتے ہوئے ارشاد فرمایا: «ذَھَبَتْ وَاللّٰہِ مَیْمُوْنَۃُ اَمَا اِنَّھَا کَانَتْ مِنْ اَتْقَانَا لِلّٰہِ وَ اَوْصَلِنَا لِلرَّحِمِ» بخدا میمونہ اس دنیا سے چلی گئی وہ ہم سب سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والی اور ہم سے زیادہ صلہ رحمی کرنے والی تھی۔

* * *

ام المومنین حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کا حافظہ بہت تیز تھا۔ احادیث رسول ﷺ کو زبانی یاد کر لیا کرتی تھیں۔ ازواج مطہرات میں سب سے زیادہ روایات حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہیں۔ ان سے دو ہزار دو سو دس (۲۲۱۰) احادیث مروی ہیں۔ اس کے بعد حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کا نمبر ہے ان سے ۳۷۸ احادیث مروی ہیں۔ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سے ۷۶ احادیث مروی ہیں۔ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سے حضرت عبداللہ بن عباس' عبداللہ بن شداد' عبید بن سباق' یزید بن اصم' عبدالرحمان سائب الھلالی' عبیداللہ خولانی' سلیمان بن یسار' عطاء بن یسار نے روایت کیا۔

بخاری شریف میں یہ روایت منقول ہے

((عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنْ مَيْمُوْنَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سُئِلَ عَنْ فَارَةٍ سَقَطَتْ فِيْ سَمْنٍ فَقَالَ: اَلْقُوْهَا وَ مَا حَوْلَهَا فَاطْرَحُوْهُ وَكُلُوْا سَمْنَكُمْ))

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سے اس چوہیا کے بارے میں پوچھا گیا جو گھی میں گر جائے۔ آپ نے فرمایا:

"اسے اور اس کے ارد گرد کے گھی کو باہر پھینک دو اور باقی اپنا گھی کھاؤ۔"

مسند ابو یعلیٰ' مسلم شریف' ابوداؤد اور نسائی میں یہ روایت منقول ہے

((عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنْ مَيْمُوْنَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ: اَصْبَحَ النَّبِيُّ خَاثِرًا ثُمَّ اَمْسٰى وَ هُوَ كَذٰلِكَ ثُمَّ اَصْبَحَ وَ هُوَ كَذٰلِكَ قَالَتْ: فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَالِيْ اَرَاكَ خَاثِرًا؟

قَالَ: اِنَّ جِبْرِيْلَ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَعَدَنِيْ اَنْ يَاْتِيَنِيْ وَمَا اَخْلَفَنِيْ قَالَ: فَنَظَرُوْا فَاِذَا جَرْوُ كَلْبٍ تَحْتَ نَضَدٍ لَهُمْ فَاَمَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِذٰلِكَ الْمَكَانِ فَغُسِلَ بِالْمَاءِ وَجَاءَ جِبْرِيْلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ

فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَدْتَنِي اَنْ تَاتِيَنِي وَ مَا اَخْلَفْتَنِي فَقَالَ لَهُ جِبْرِيْلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ اَوَ مَا عَلِمْتَ اَنْ لَا نَدْخُلَ بَيْتًا فِيْهِ كَلْبٌ وَلَا صُوْرَةٌ۔

حضرت عبداللہ بن عباس نبی اکرم ﷺ کی بیوی حضرت میمونہ سے روایت کرتے ہیں انھوں نے فرمایا: نبی اکرم ﷺ ایک روز صبح کے وقت کبیدہ خاطر دکھائی دیے۔ شام کو بھی وہ اسی حالت میں تھے۔ پھر دوسری صبح کو بھی آپ کی یہی کیفیت تھی۔ میں نے عرض کی یارسول اللہ کیا وجہ ہے کہ میں آپ کو کبیدہ خاطر دیکھ رہی ہوں؟ آپ نے فرمایا جبریل علیہ السلام نے میرے پاس آنے کا وعدہ کیا تھا پہلے اس نے کبھی وعدے کی خلاف ورزی نہیں کی تھی۔ حضرت عباسؓ کہتے ہیں کہ اہل خانہ نے دیکھا کہ چارپائی کے نیچے کتے کا ایک بچہ بیٹھا ہوا ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے اس جگہ کو پانی سے دھونے کا حکم دیا۔ بعد ازاں جبریل علیہ السلام تشریف لے آئے۔ نبی اکرم ﷺ نے اس سے کہا: آپ نے میرے پاس آنے کا وعدہ کیا تھا لیکن نہیں آئے پہلے آپ نے کبھی وعدہ خلافی نہیں کی تھی۔ جبریل علیہ السلام نے کہا: "کیا آپ کو یہ معلوم نہیں کہ ہم اس گھر میں نہیں آتے جس میں تصویر یا کتا ہو"

حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا بعض اوقات قرض لے لیا کرتی تھیں۔ اہل خانہ سے کسی نے کہا آپ قرض نہ لیا کریں۔ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا نے اس کی بات پر ناپسندیدگی کا اظہار کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: میں نے اپنے نبی' سرتاج اور خلیل کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے "کوئی مسلمان جب قرض لیتا ہے اور اسے اللہ پر بھروسہ ہوتا ہے کہ وہ اسے ادا کر دے گا' اللہ تعالیٰ اپنے غیبی خزانے سے اس کی ادائگی کا اہتمام کر دیتے ہیں۔"

❋ ❋ ❋

ام المؤمنین حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا امیر معاویہؓ کے دور حکومت میں ۵۱ ہجری کو مکہ معظمہ میں تشریف لے گئیں۔ وہاں جاکر طبیعت ناساز ہوگئی آپ نے اپنے عزیزوں سے کہا مجھے یہاں سے کہیں اور لے چلو تو انھیں اسی مقام سرف میں لے گئے جہاں ان کی شادی ہوئی تھی۔ وہاں پہنچ کر بالکل اسی مقام پر دم دیئے جہاں شادی کی پہلی رات گزاری تھی۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے نماز جنازہ پڑھائی اور بڑے اعزاز و اکرام سے انھیں دفن کیا گیا۔

اللہ ان سے راضی اور یہ اپنے اللہ سے راضی

***

ام المؤمنین حضرت میمونہ بنت حارث الھلالیہ رضی اللہ عنہا کے مفصل حالات زندگی معلوم کرنے کے لیے درج ذیل کتابوں کا مطالعہ کریں۔

۱ - مسند امام احمد	۳۲۹/۶
۲ - طبقات ابن سعد	۱۳۲/۸
۳ - مستدرک حاکم	۳۰/٤-۳۳
٤ - الاستیعاب	۳۹۱/٤-۳۹۵
۵ - اسد الغابة	۲۷۲/٦
٦ - العبر	۸/۱
۷ - مجمع الزوائد	۲٤۹/٦
۸ - تھذیب التھذیب	٤۵۳/۱۲
۹ - الاصابة	۳۹۷/٤
۱۰ - کنزالعمال	۷۰۸/۱۳
۱۱ - شذرات الذھب	۲۱۹/۱
۱۲ - الاسماء المبھمة	٤۱۲
۱۳ - اعلام النسآء	۱۳۸/۵

۱۴ – تفسیر القرطبی ۱۶۸/۱۴

۱۵ – الفتوحات الربانیة ۳۵/۲

۱۶ – الکامل لابن اثیر ۲۲۷/۲

۱۷ – تاریخ الطبری ۱۴۳/۲

۱۸ – شفاء الغرام ۱۲۱/۱

۱۹ – مختصر تاریخ دمشق ۲۷۲/۲

۲۰ – اخبار مکہ ۲۲۳/۲

۲۱ – جمهرة انساب العرب ۲۷۴/۱

۲۲ – درالسحابة ۳۲۹

حضرت فاطمہ بنت اسد رضی اللہ عنہا

"میں نے اس کے کفن میں اپنی قمیص اس لئے شامل کی تاکہ اسے جنت کا لباس پہنایا جائے۔" (فرمان رسول ﷺ)

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی والدہ ماجدہ' حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کی خوش دامن' نوجوانان جنت کے سردار حضرت حسنؓ و حضرت حسینؓ کی دادی' جلیل القدر جرنیل صحابی حضرت جعفر طیار کی والدہ' جو جنگ موتہ میں امیر لشکر بنائے گئے اور اسی جنگ میں جام شہادت نوش کیا' ابتدائی کٹھن حالات میں رسولِ اقدس ﷺ پر جاں نچھاور کرنے والی ایک عظیم خاتون جس نے ماں جیسا پیار دیا اور ایسے کمال اور قابلِ رشک انداز میں آپ کی حفاظت کا فریضہ سرانجام دیا جیسے انسان کا دل اس کے سینے میں محفوظ ہوتا ہے۔ جسے مدینہ منورہ کی جانب ہجرت کرنے کی سعادت حاصل ہوئی' جس کا نسب نامہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ہاشم میں جاکر مل جاتا ہے' جس نے حضرت آمنہ کی وفات کے بعد رسولِ اقدس ﷺ کو ماں جیسا پیار دیا' جس کے بارے میں رسولِ اقدس ﷺ یہ دعا کیا کرتے تھے

"الٰہی میری ماں فاطمہ بنت اسد کو بخش دے۔"

جس نے پہلے ہی مرحلے پر اسلام قبول کرنے کی سعادت حاصل کی' جب قریش مکہ نے نو آموزانِ اسلام کو ظلم و ستم کی چکی میں پیسنا شروع کیا تو اس نے اپنے بیٹے جعفر طیار اور اس کی بیوی اسماء بنت عمیس کو حبشہ کی طرف ہجرت کے لئے اپنے دل پر پتھر رکھ کر رخصت کیا۔ جس نے شعب ابی طالب میں تین سال کا عرصہ انتہائی صبر و شکر کے ساتھ گذارا۔ جس کے گھر رسولِ اقدس ﷺ اکثر و بیشتر تشریف لایا کرتے تھے۔ جس کے کفن میں رسولِ اقدس ﷺ نے اپنی قمیص بھی شامل کر دی تھی' تاکہ اسے جنت کا لباس پہنا دیا جائے۔ جس کی قبر میں رسولِ اقدس ﷺ نے خود اتر کر جائزہ لیا اور اپنے ہاتھوں سے دفن کیا۔ جس کی آمد پر رسولِ اقدس ﷺ احتراماً اٹھ

کر اور چند قدم آگے بڑھ کر استقبال کیا کرتے تھے- آیئے اس خاتون جنت کے حالاتِ زندگی کو اپنے لئے مشعل راہ بنائیں-

* * *

حضرت فاطمہ بنت اسد بن ہاشم بن عبد مناف بن قصی ہاشمی خاندان کی چشم و چراغ تھی' اس کی شادی ابو طالب بن عبدالمطلب سے ہوئی جس سے علی المرتضیٰ' جعفر طیار اور عقیل پیدا ہوئے- جب رسولِ اقدس ﷺ کو اللہ رب العزت نے یہ حکم دیا

﴿وَ أَنذِرْ عَشِيرَتَكَ الأَقْرَبِينَ﴾

"اور اپنے قریبی رشتہ داروں کو ڈراؤ-"

آپ نے جب اپنے رشتہ داروں کو اسلام کی دعوت پیش کی تو حضرت فاطمہ بنت اسد رضی اللہ عنہا نے فوراً اسے قبول کرتے ہوئے دائرہ اسلام میں داخل ہونے کی سعادت حاصل کی- جب نبی اقدس ﷺ کے دادا عبدالمطلب نے وفات پائی اور آپ کی کفالت ابو طالب کے سپرد ہوئی تو حضرت فاطمہ بنت اسد رضی اللہ عنہا نے انتہائی شفقت و محبت کے ساتھ آپ کی نگہداشت کا فریضہ سر انجام دیا- اسی لئے رسولِ اقدس ﷺ انہیں اماں جان کہہ کر پکارا کرتے تھے- ابو طالب کو بھی رسولِ اقدس ﷺ کے ساتھ انتہا درجے کا پیار تھا- ان کی ہمیشہ یہ کوشش ہوتی کہ سارے بچے حضرت محمد ﷺ کے ساتھ مل کر کھانا کھائیں- کیونکہ جب بچے آپؐ کے ساتھ مل کر کھانا کھاتے تو سبھی سیر ہو جاتے- اکیلے کھاتے تو ان میں بعض بھوکے رہ جاتے- اس لئے ابو طالب اپنے لاڈلے بھتیجے کو اکثر یہ کہا کرتے تھے بیٹا تم بڑی برکتوں والے ہو- عام بچے میلے کچیلے کپڑے پراگندہ صورت بنائے رکھتے جب کہ رسولِ اقدس ﷺ بچپن میں بھی صاف ستھرا لباس زیب تن کرتے اور بالوں کو تیل لگا کر نہایت سلیقے اور مہذب طریقے سے رہتے- ہر کوئی رشک بھری نگاہوں سے آپ کی طرف دیکھتا-

حضرت فاطمہ بنت اسد رضی اللہ عنہا نے بچپن' لڑکپن اور جوانی تک رسول

اللہ ﷺ کی خدمت، نگہداشت اور شفقت میں کوئی کسر باقی اٹھا نہ رکھی۔ بچپن میں جب آپ ابو طالب کے ہمراہ ایک تجارتی سفر میں سرزمین شام کی طرف گئے تو حیرت انگیز واقعات دیکھنے میں آئے جن کا تذکرہ ابو طالب نے واپسی پر اپنی اہلیہ فاطمہ بنت اسد سے کیا تو وہ بہت متاثر ہوئی۔

حضرت خدیجۃ الکبریٰ کا مال تجارت لے کر جب آپ شام تشریف لے گئے تو خدیجہ کا غلام میسرہ بھی آپ کے ساتھ تھا۔ اس نے واپس آکر آپ کے حسن اخلاق، مال تجارت میں حوصلہ افزاء منافع، راستے میں بدلیوں کا آپ پر سایہ فگن ہونا، راہب کی پیش گوئی، جب یہ ساری داستان خدیجۃ الکبریٰ کے سامنے بیان کی تو وہ بہت زیادہ متاثر ہوئی۔ یہ تاثرات دن بدن بڑھتے چلے گئے یہاں تک کہ اس نے شادی کی پیش کش کر دی جب کہ سرداران قریش کی ہر پیش کش کو اس نے ٹھکرا دیا تھا۔

جب رسول اقدس ﷺ نے قریش مکہ کے سامنے اسلام کی دعوت پیش کی، تمام معبودان باطلہ کا انکار کرتے ہوئے ایک سچے اللہ کی پرستش کا نظریہ ان کے سامنے بیان کیا تو وہ تلملا اٹھے۔ انہوں نے شدید مزاحمت کا اسلوب اختیار کرتے ہوئے اس تحریک کو کچل دینے کا مصمم ارادہ کر لیا۔ اس دور میں کوئی ظلم ایسا نہ ہوگا جو دائرہ اسلام میں داخل ہونے والوں پر ڈھایا نہ گیا ہو۔ کوئی ستم ایسا نہ ہوگا کہ نوآموزان اسلام کو اس کی چکی میں پیسا نہ گیا ہو۔ کوئی تدبیر ایسی نہ ہوگی جو مسلمانوں کو صفحۂ ہستی سے مٹانے کے لئے اختیار نہ کی گئی ہو۔ اس نازک ترین دور میں آپ کے چچا ابو طالب نے اپنے پیارے اور لاڈلے بھتیجے کے ساتھ شفقت، محبت اور پیار کا حق ادا کر دیا۔ ایسا دامن میں لیا کہ کسی دشمن کو آپ تک پہنچنے کی جرأت نہ ہو سکی۔

حضرت فاطمہ بنت اسد رضی اللہ عنہا نے ان کٹھن حالات میں اپنے سرتاج کی معاونت کرتے ہوئے رسول اقدس ﷺ کے ساتھ ایسا مشفقانہ سلوک کیا جیسے کوئی ماں اپنے بیٹے سے کیا کرتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ رسول اقدس ﷺ غایت درجہ ان کا

احترام کیا کرتے تھے۔ مکہ معظمہ کے ناگفتہ بہ حالات کو دیکھتے ہوئے جب رسول اقدس ﷺ نے فرزندان اسلام کو حبشہ ہجرت کر جانے کا حکم دیا تو ان مہاجرین کے قافلے کا امیر حضرت جعفر طیار بن ابی طالب کو بنایا گیا۔ جب حضرت فاطمہ بنت اسد رضی اللہ عنہا نے اپنے لاڈلے بیٹے حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کو سفر ہجرت پر روانہ ہونے کے لئے رخصت کیا تو یہ منظر دیدنی تھا۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو اپنے اس بیٹے کے ساتھ بہت پیار تھا کیونکہ یہ رسول اللہ ﷺ کا ہم شکل تھا اور بلا کا ذہین تھا۔ فصاحت و بلاغت تو اسے ورثے میں ملی تھی۔ گفتگو کا بادشاہ تھا۔ جب کسی سے ہم کلام ہوتا تو مخاطب اس کے انداز تکلم کو دیکھ کر انگشت بدنداں رہ جاتا۔ یہی وجہ ہے کہ جب حبشہ کے حکمران نجاشی کے دربار میں حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ نے فصیحانہ انداز میں ترجمانی کے فرائض سرانجام دیئے تو نجاشی متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکا۔

* * *

قریش مکہ نے ظلم کی انتہا کرتے ہوئے بنو ہاشم کو شعب ابی طالب میں محصور کر کے مکمل بائیکاٹ کر دیا۔ یہ بائیکاٹ مسلسل تین سال تک جاری رہا۔ یہ عرصہ اقتصادی اعتبار سے مسلمانوں کے لئے بہت کٹھن تھا۔ بھوک سے بچے بلبلانے لگتے تو بڑوں کی بے بسی دیکھی نہ جاتی تھی۔ درختوں کے پتے گھاس کھا کر اور گیلے چمڑے کو چوس کر آتش شکم کو ٹھنڈا کیا جاتا۔ یہ دور حضرت فاطمہ بنت اسد رضی اللہ عنہا نے انتہائی صبر و تحمل سے گزارا اور ان کے پایہ استقلال میں ذرہ برابر بھی جنبش نہ آئی۔ بعثت کے دسویں سال شعب ابی طالب کی سخت ترین قید سے رہائی ملی۔ تو اس سال رسول اقدس ﷺ کی رفیقہ حیات حضرت خدیجۃ الکبریٰ داعی اجل کو لبیک کہتے ہوئے داغ مفارقت دے گئیں۔ آپ نے ان کی جدائی کو بہت زیادہ محسوس کیا۔ پھر تھوڑے ہی عرصے بعد آپ کے چچا ابو طالب داغ مفارقت دے گئے تو آپ نے ان کی جدائی کا اور زیادہ غم محسوس کیا۔ یہ سال "عام الحزن" یعنی غم واندوہ کا سال قرار دیا گیا۔ ان دونوں شخصیات کے دنیا سے کوچ کر جانے کے بعد قریش مسلمانوں پر مزید

زیادہ سختیاں کرنے لگے۔ جب ظلم و ستم کی انتہا ہو گئی تو اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے نبی حضرت محمد ﷺ کو مدینہ منورہ ہجرت کر کے چلے جانے کا حکم صادر فرمادیا۔ مدینہ منورہ کی طرف ہجرت اختیار کرنے والوں میں حضرت فاطمہ بنت اسد رضی اللہ عنہا بھی تھیں۔

جب رسول اللہ ﷺ نے اپنی لاڈلی بیٹی کا نکاح حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کیا تو ایک گھر میں دو فاطمہ جمع ہو گئیں۔ خوش دامن بھی فاطمہ اور بہو بھی فاطمہ۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک روز رسول اللہ ﷺ نے مجھے ایک نفیس، عمدہ اور قیمتی بڑے سائز کی چادر عنایت کی اور ارشاد فرمایا یہ فواطم میں برابر برابر تقسیم کر دو۔ فواطم فاطمہ کی جمع ہے۔ اس وقت آپ کے گھرانے میں چار خواتین فاطمہ نام کی تھیں۔

(۱)　فاطمہ بنت اسد

(۲)　فاطمہ بنت محمدؐ

(۳)　فاطمہ بنت حمزہؓ

(۴)　فاطمہ بنت شیبہ۔ یہ حضرت علیؓ کے بھائی عقیل بن ابی طالب کی بیوی تھیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے تعمیل ارشاد کرتے ہوئے اس چادر کے چار حصے کئے اور چاروں خواتین کو ایک ایک حصہ دے دیا۔

* * *

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت فاطمہ بنت اسد رضی اللہ عنہا کی وفات کا رسولِ اقدس ﷺ کو پتہ چلا، آپ اسی وقت ان کے گھر پہنچے اور میت کے پاس بیٹھ کر افسردہ انداز میں فرمانے لگے

"اماں جان! اللہ آپ کو اپنے سایہ رحمت میں جگہ دے۔ میری والدہ کے بعد کتنی مرتبہ آپ خود بھوکی رہیں لیکن مجھے خوب کھانے کو دیا۔ پہننے کو

لباس دیا' کھانے کے لئے عمدہ چیزیں مہیا کیں اور خود ان سے اپنا ہاتھ روکے رکھا۔ یقیناً آپ کا یہ عمل اللہ تعالیٰ کی رضا اور آخرت کی کامیابی حاصل کرنے کے لئے تھا۔"

جب قبر تیار ہو گئی تو رسول اللہ ﷺ پہلے خود اس قبر میں اترے' اس کا جائزہ لیا' خود اس میں لیٹ کر دیکھا۔ اپنے ہاتھوں سے انہیں قبر میں اتارا۔

تاریخ میں پانچ ایسی خوش نصیب شخصیات ہیں جن کی قبروں میں رسول اقدس ﷺ جائزہ لینے کے لئے خود اترے۔ ان کے نام یہ ہیں

(۱) حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا

(۲) حضرت عبداللہ مزنی رضی اللہ عنہ' جو ذوالبجادین کے نام سے مشہور و معروف تھے۔

(۳) حضرت ام رومان رضی اللہ عنہا' جو آپ کی خوش دامن اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی والدہ ماجدہ تھیں۔

(۴) حضرت فاطمہ بنت اسد رضی اللہ عنہا

(۵) اپنے بیٹے کی قبر میں جو حضرت خدیجۃ الکبریٰ کے بطن سے ہوا اور بچپن میں ہی اللہ کو پیارا ہو گیا۔

حضرت فاطمہ بنت اسد رضی اللہ عنہا وہ عظیم المرتبت خاتون ہے جسے رسول اقدس ﷺ نے ان الفاظ میں جنت کی بشارت دی۔ آپ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنی قمیص فاطمہ بنت اسد کے کفن میں اس لئے شامل کی ہے تاکہ اسے جنت کا لباس پہننے کے لئے عطا کیا جائے۔" ((سُبْحَانَ اللّٰهِ وَ بِحَمْدِهٖ سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيْمِ))

اللہ ان سے راضی اور یہ اپنے اللہ سے راضی

***

حضرت فاطمہ بنت اسد رضی اللہ عنہا کے مفصل حالات زندگی معلوم کرنے کے لئے درج ذیل کتابوں کا مطالعہ کیجئے۔

١- جامع الاصول من الاثر ٢١٠/٩
٢- مجمع الزوائد ٦٥٧/٩
٣- الاستيعاب ٣٧٠/٤
٤- وفاء الوفاء ٨٩٨/٣
٥- السيرة الحلبية ٦٧٣/٢
٦- النجوم الظاهرة ١١٩/١
٧- سير أعلام النبلاء ١١٨/٢
٨- البداية والنهاية ٣٢٦/٧
٩- صفة الصفوة ٥٤/٢
١٠- القاموس المحيط
١١- لسان العرب مادة قطم
١٢- طبقات ابن سعد ٢٢٢/٨
١٣- عيون الأثر ٥١/١
١٤- تاريخ اسلام ذهبی ٦٢١/٣

حضرت فاطمۃ الزھراء رضی اللہ عنہا

* نبی اکرم ﷺ نے اپنی بیٹی فاطمہؓ سے کہا:

"کیا تجھے یہ پسند ہے کہ تم خواتین اہل جنت کی سردار بنو"

* رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"ایک روز فرشتہ نازل ہوا تو اس نے مجھے خوشخبری سنائی کہ فاطمہؓ خواتین اہل جنت کی سردار ہوگی" (فرمان رسول ﷺ)

* حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

"فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کا حلیہ رسولِ اللہ ﷺ سے ملتا جلتا تھا۔ فاطمہؓ کی گفتگو' لب و لہجہ' اور نشست و برخاست کا طریقہ بالکل آنحضرت ﷺ جیسا تھا اور رفتار بھی آپ کے ساتھ ملتی تھی"

اولادِ آدم کے سردار' سید المرسلین ' حبیب کبریا حضرت محمد ﷺ کی سب سے چھوٹی اور لاڈلی بیٹی فاطمہ بتول رضی اللہ عنہا- حیدر کرار علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی رفیقہ حیات' جنتی نوجوانوں کے سردار حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؓ کی والدہ' ام المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ کی آنکھوں کا نور اور دل کی ٹھنڈک' پاکیزہ گھر کی خوشبو' جسے شعور کی آنکھ کھولتے ہی پاکیزہ گھریلو ماحول میسر آیا- جسے سرزمین عرب کے دستور کے مطابق کسی دایہ کے دودھ پلانے کی بجائے ان کی والدہ ام المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ نے خود اپنا دودھ پلایا- جس نے اپنی عظیم والدہ اور تینوں بہنوں زینب' رقیہ اور ام کلثوم کے ساتھ پہلے مرحلے میں ہی اسلام قبول کرنے کی سعادت حاصل کی' جس نے اپنے عظیم ماں باپ کی محبت' شفقت اور رحمت و رأفت کے سائے میں پرورش پائی- جس کے دل میں غیرت' حمیت اور خودداری کے احساسات فزوں تر تھے- جس نے اپنے عظیم باپ کی محبت کا حق ادا کرتے ہوئے بچپن میں سرداران قریش کے ظلم و ستم کا بڑی جرأت' شجاعت' ہمت اور متانت سے سامنا کیا- جس نے اس وقت اپنے عظیم باپ کے مبارک جسم کو اپنے ہاتھوں سے دھونے کی سعادت حاصل کی جب کہ ایک بدبخت' ناعاقبت اندیش' ذلیل ترین شخص عقبہ بن ابی معیط نے رسول اقدس ﷺ کی پیٹھ پر گوبر اور خون سے لتھڑی ہوئی جانور کی اوجھڑی رکھ دی جب کہ آپ رب العالمین کے سامنے سجدہ ریز تھے- فاطمہ بتولؓ کو پتہ چلا' جذبات غم میں مبتلا دوڑی آئیں' اوجھڑی اٹھا کر دور پھینکی- اپنے پیارے ابا جان کے جسم کو اپنے معصوم ہاتھوں سے دھویا- جس نے اپنے والدین کے ہمراہ شعب ابی طالب میں بھوک' پیاس اور اقتصادی بائیکاٹ کی المناک سختیاں انتہائی صبر و

حوصلے سے برداشت کیں لیکن مسلسل بھوک پیاس کی وجہ سے ان کا جسم بہت لاغر ہو گیا۔ اس دور ابتلاء کے اثرات آخری دم تک رہے۔ جس نے شاہ امم سلطان مدینہ ﷺ سے گھریلو کام کاج میں ہاتھ بٹانے کے لئے خادم مانگا تو فرمایا میں تمہیں اس سے بہتر چیز عطا کرتا ہوں رات سونے سے پہلے ۳۳ بار سبحان اللہ ۳۳ بار الحمد للہ اور ۳۴ بار اللہ اکبر پڑھ لیا کرو۔ جس کے بارے میں ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے ارشاد فرمایا کہ میں نے فاطمہؓ سے بڑھ کر صداقت کی خوگر خاتون کوئی اور نہ دیکھی۔ جس نے غزوہ احد میں مہاجر و انصار خواتین اسلام کے ساتھ شانہ بشانہ زخمی مجاہدین کو مرہم پٹی کرنے اور پانی پلانے کی خدمت سرانجام دیں۔ جس نے غزوہ احد میں شاہ امم سلطان مدینہ ﷺ کو زخمی حالت میں دیکھا تو تڑپ اٹھیں' اپنے ہاتھ سے چہرہ مبارک سے خون صاف کرنے کی سعادت حاصل کی۔ جس کی آمد پر رسول اقدس ﷺ انتہائی مسرت کا اظہار فرمایا کرتے تھے۔ جسے سید المرسلین رحمتہ للعالمین ﷺ نے زندگی میں جنت کی بشارت دی۔ صابرہ' عابدہ' زاہدہ' صادقہ' حامدہ' شاکرہ' عالمہ' فاضلہ' صالحہ' سید المرسلین کی پھوٹی اور لاڈلی بیٹی حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کی پاکیزہ' معطر اور قابل رشک زندگی کا تذکرہ خواتین اسلام کی راہنمائی کے لئے پیش خدمت ہے۔

* * *

شاہ امم' سلطان مدینہ ﷺ کی چار بیٹیاں تھیں۔ زینبؓ' رقیہؓ' ام کلثومؓ اور فاطمۃ الزہراؓ۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا بعثت سے پانچ سال پہلے ام القریٰ مکہ معظمہ میں پیدا ہوئیں جب کہ قریش بیت اللہ کی نئے سرے سے تعمیر میں مصروف تھے۔ ان کی ولادت پر رسول اقدس ﷺ اور ام المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ نے بڑی مسرت کا اظہار کیا۔ اس وقت سرزمین عرب میں یہ رواج تھا کہ نومولود کو کسی مناسب دایہ کی گود میں دے دیا کرتے تھے لیکن فاطمۃ الزہراؓ کے ساتھ والدہ کی بے پناہ محبت کی بنا پر انہیں کسی بھی دایہ کے سپرد نہ کیا گیا بلکہ والدہ نے خود اپنی گود

میں رکھا اور اپنا دودھ پلا کر پرورش کی۔ ابھی پانچ سال کی عمر ہوئی تھی کہ اللہ سبحانہ و تعالٰی نے انہی کے باپ امام المتقین رحمۃ للعالمین کے سر پر نبوت کا تاج رکھتے ہوئے انہیں سید المرسلین اور خاتم النبیین کا اعزاز عطا کیا۔ مقام نبوت پر سرفراز ہونے سے پہلے آپ کی صداقت و امانت کا گھر گھر چرچا تھا' ہر کوئی عزت و احترام اور محبت سے بلاتا۔ اہم ترین فیصلے آپ سے کرائے جاتے' امانتیں آپ کے پاس رکھی جاتیں' تجارت کے میدان میں ایسی کامیابیاں حاصل کیں کہ بڑے بڑے تاجر ورطۂ حیرت میں ڈال دیئے۔ مکہ معظمہ کی متمول خاتون خدیجۃ الکبریٰ سے رشتۂ ازدواج میں منسلک ہوئے تو حاسدین قریش انگشت بدنداں رہ گئے۔ ہر کوئی آپ کے واری اور صدقے جاتا۔ لیکن جونہی نبوت کا اعلان کیا تو مکہ معظمہ میں ایک ہنگامہ برپا ہو گیا۔ ہر طرف سے اعتراضات کی بوچھاڑ ہونے لگی۔ اعلان نبوت سے دستبردار کرنے کے لئے ہر طرح کے ہتھکنڈے استعمال کئے گئے۔ آپ کے راستے میں کانٹے بچھائے گئے۔ حالتِ نماز میں آپ پر کوڑا کرکٹ پھینکا گیا۔ آپ کو قتل کرنے کے منصوبے بنائے گئے' آپ کا اقتصادی بائیکاٹ کیا گیا۔ ان مصائب کی گھڑیوں میں فاطمۃ الزہراء کے بچپن کے دن تھے لیکن اس کے باوجود حیرت انگیز انداز میں انتہائی صبر و تحمل کا مظاہرہ کیا۔ رسولِ اقدس ﷺ کے دفاع میں انتہائی جرأت کا مظاہرہ کرتے ہوئے ابوجہل' عتبہ اور شیبہ جیسے سردارانِ قریش کے بالمقابل آکر اپنے ابا جان کے لئے ڈھال بن جاتیں۔

***

ایک روز رسول اکرم ﷺ حرم مکہ میں تشریف لائے۔ آپ کے ہمراہ چند صحابہ کرامؓ بھی تھے۔ آپ نے نماز پڑھنا شروع کر دی' صحابہ کرام وہاں بیٹھ گئے۔ کفار نے کسی بت کے نام پر اونٹ ذبح کیا تھا۔ اس کی گوبر اور خون آلود اوجھڑی وہاں پڑی تھی۔ ابوجہل نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ آج یہ اوجھڑی لا کر کون محمد کی پیٹھ پر رکھے گا۔ ناہنجار' کمینہ صفت' عقبہ بن ابی معیط شیطانی انداز میں کندھے مٹکاتے

ہوئے کہنے لگا آج یہ کام میں سر انجام دوں گا۔ وہ اٹھا گوبر اور خون میں لت پت اوجھڑی اٹھائی' رسول اقدس ﷺ جب سجدے کی حالت میں تھے' ان کی پیٹھ پر رکھ دی۔ یہ منظر دیکھ کر ابوجہل اور اس کے ساتھی کھلکھلا کر ہنسنے لگے۔ ان شیاطین کی ہنسی ضبط ہی نہیں ہو رہی تھی۔ قہقہے لگاتے ہوئے لوٹ پوٹ ہو رہے تھے۔ جب حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کو اس اندوہناک واقعے کا علم ہوا تو دوڑتی ہوئی آئیں۔ اوجھڑی اٹھا کر دور پھینکی اور اپنے معصوم ہاتھوں سے اپنے ابا جان کے بدن کو دھویا اور جوش محبت و احترام میں ان شیاطین کو خوب سنائیں۔ جب رسول اقدس ﷺ نماز سے فارغ ہوئے تو اللہ تعالیٰ کے حضور یہ التجا کی:

"الٰہی ابوجہل بن ہشام' شیبہ بن ربیعہ' عقبہ بن ابی معیط اور امیہ بن خلف کو اپنے شکنجے میں جکڑ لے۔"

یہ شیاطین غزوۂ بدر میں موت کے گھاٹ اتار دیئے گئے لیکن عقبہ بن ابی معیط کو قیدی بنا کر شاہ امم سلطان مدینہ ﷺ کی خدمت میں پیش کیا گیا۔ آپ نے اسے قتل کرنے کا حکم صادر فرمایا' اس نے کانپتے ہوئے پوچھا:

میرے بچوں کا انجام کیا ہوگا؟

فرمایا: جہنم

پوچھا: کیا مجھے قریشی ہونے کے باوجود قتل کر دیا جائے گا؟

فرمایا: ہاں

پھر آپ نے صحابہ کرام کی طرف نگاہ اٹھاتے ہوئے ارشاد فرمایا: کیا تمہیں معلوم ہے کہ اس نابکار کا جرم کیا ہے؟ اس نے ایک مرتبہ میری گردن پر پاؤں رکھ کر پورے زور سے دبایا' جب کہ میں حرم مکہ میں سجدے کی حالت میں تھا۔ مجھے یوں محسوس ہوا کہ میری آنکھیں ابھی باہر آ جائیں گی۔ دوسری مرتبہ سجدے ہی کی حالت میں اس بدبخت نے میری کمر پر خون اور گوبر سے لتھڑی ہوئی اونٹ کی اوجھڑی رکھ دی' جسے فاطمہ بیٹی نے آ کر اٹھایا اور میرے جسم کو پانی سے صاف کیا۔

ایک روز ابو جہل حرم میں بیٹھا اپنے ساتھیوں سے مشورہ کر رہا تھا کہ نبوت کا دعویٰ کرنے' ایک اللہ کو معبود برحق ثابت کرنے' ہمارے خداؤں کو بے اختیار قرار دینے کے جرم میں محمد ﷺ پر مشترکہ طور پر حملہ کر کے اس کا کام تمام کر دیا جائے۔ حضرت فاطمۃ الزہراءؓ کا اس طرف سے گذر ہوا تو انہیں گھناؤنے منصوبے کا علم ہوا۔ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں روتی ہوئی حاضر ہوئیں۔ آنسو بہاتے ہوئے عرض کیا ابا جان ابو جہل اور اس کے ساتھی آپ کو قتل کرنے کا منصوبہ بنا رہے ہیں۔ انہوں نے لات' مناۃ' عزیٰ' اور نائلہ کی قسمیں کھائی ہیں کہ جب آپ باہر نکلیں گے تو فوراً آپ پر مشترکہ حملہ کر دیا جائے۔ معصومانہ جذبات کا اظہار کرتے ہوئے عرض کی اباجان اب کیا ہو گا؟ یہ اپنے اس گھناؤنے ارادے سے باز نہیں آئیں گے۔ رسول اقدس ﷺ نے اپنی بیٹی کو دلاسہ دیتے ہوئے کہا بیٹا گھبراؤ نہیں اللہ تعالیٰ تیرے باپ کا محافظ ہے۔ اس کے بعد وضو کر کے گھر سے باہر نکلے' حرم میں تشریف لے گئے۔ ابو جہل اور اس کے ساتھیوں کے پاس سے گذرے تو انہوں نے سر اٹھائے اوپر دیکھا' پھر اپنے سروں کو نیچے جھکا لیا۔ (تمہارے چہرے خاک آلود ہوں) کہتے ہوئے آپ نے مٹی کی مٹھی پکڑ کر ان کی طرف اچھال دی۔ آپ نے تسلی سے نماز پڑھی۔ وہ اس قدر مرعوب ہوئے کہ کسی کو اپنی جگہ سے اٹھنے کی ہمت ہوئی اور نہ ہی بات کرنے کی کوئی جرأت۔ خوف و ہراس نے ان کی زبانیں گنگ کر رکھی تھیں۔

ایک دن حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کا ابو جہل بن ہشام کے پاس سے گذر ہوا۔ اس خبیث نے انہیں ایک زور دار طمانچہ رسید کر دیا۔ آپ نے قریش کے سردار ابو سفیان کے پاس ابو جہل کے ناروا سلوک کی شکایت کی۔ وہ غصے میں اٹھا' حضرت فاطمۃ الزہراءؓ کو اپنے ہمراہ لیا' ابو جہل کے پاس آیا اور فاطمہؓ سے کہا بیٹا تم بھی اس بدبخت کو اسی طرح طمانچہ رسید کرو جیسے اس نے تمہارے طمانچہ مارا تھا۔ حضرت فاطمہؓ نے ایک زور دار تھپڑ اس کے منہ پر مارا اور پھر یہ واقعہ رسول اقدس ﷺ کو سنایا۔ یہ بات سن کر سید المرسلین ﷺ ابو سفیان کے رویے سے بہت خوش

ہوئے اور اس کے لئے ہدایت کی دعا کی جس کے نتیجے میں اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے اسے فتح مکہ میں دین اسلام قبول کرنے کی سعادت عطا کی۔

رسول اقدس ﷺ کو نبوت کا دعویٰ کیے ہوئے سات سال کا عرصہ بیت چکا تھا' قریش مکہ نے اس پیغام کو دبانے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگایا' فرزندان اسلام کو ہر طرح کے ظلم و ستم کا نشانہ بنایا گیا' تپتی ہوئی صحرائی ریت پر برہنہ بدن گھسیٹا گیا۔ دہکتے ہوئے انگاروں پر لٹایا گیا۔ لوہے کی گرم سلاخوں سے جسم جلائے گئے۔ جو ہو سکتا تھا وہ کر گزرے لیکن اسلام کا دامن پکڑنے والوں میں دن بدن اضافہ ہی ہوتا گیا۔

جب حمزہ بن عبدالمطلبؓ اور عمر بن خطابؓ نے اسلام قبول کرنے کا اعلان کیا تو مکہ معظمہ میں ایک ہنگامہ بپا ہو گیا۔ ہر طرف سے سرداران قریش پر دباؤ ڈالا گیا کہ کچھ کرو ورنہ اقتدار کی گیند تمہارے ہاتھ سے نکل جائے گی' تمہارا رعب و دبدبہ خاک میں مل جائے گا۔ ابو جہل نے اس تازہ ترین صورت حال پر غور و خوض کے لئے روسائے مکہ کو اکٹھا کیا اور ان سے پوچھا اب کیا کیا جائے؟ ہمارے آباء و اجداد کے دین کے خلاف اٹھنے والی اس نئی تحریک کا سدباب کس طرح کیا جائے؟ یہ تحریک دن بدن بڑھتی جا رہی ہے' اس کو کس طرح روکا جا سکتا ہے؟

اس مجلس میں ایک فاجر و فاسق' شر پسند اور شیطان کا دست راست نضر بن حارث بھی بیٹھا ہوا تھا' وہ بڑا چالاک اور شاطر تھا۔ اس نے کہا: محمد (ﷺ) اور ان کے جاں نثاروں کا اور ان کی اخلاقی اور اقتصادی مدد کرنے والے بنو ہاشم اور بنو عبدالمطلب کا سوشل بائیکاٹ کر دیا جائے' ان سے لین دین' خرید و فروخت اور رشتہ ناطہ بالکل ختم کر دیں۔ انہیں شعب ابی طالب میں محصور کر دیا جائے اور اس چیز کی کڑی نگرانی کی جائے کہ باہر سے خورد و نوش کی کوئی چیز ان تک پہنچنے نہ پائے۔ اس طرح یہ لوگ بھوکے پیاسے تڑپ تڑپ کر خود ہی مر کھپ جائیں گے۔ اس طرح یہ نئی تحریک خود بخود دم توڑ جائے گی۔ یہ انوکھی تجویز سن کر حاضرین نے تائید میں نعرے بلند کیے۔

اس طرح مسلمانوں اور ان کی اخلاقی مدد کرنے والے بنو ہاشم اور بنو عبدالمطلب کو ابو طالب کی وسیع و عریض حویلی میں بند کر دیا گیا۔

یہ محاصرہ دو چار دن نہیں بلکہ پورے تین سال تک جاری رہا۔ بچوں کی چیخ و پکار، عورتوں کی سسکیاں اور بوڑھوں کی بے بسی بھی ان پتھر دل کافروں کو پگھلا نہ سکی۔ ظلم و ستم کا یہ دور انتہائی صبر آزما تھا لیکن یہ دیکھ کر تاریخ کا ہر طالب علم انگشت بدنداں رہ جاتا ہے کہ کوئی فرد بھی ان سخت ترین تکلیف دہ حالات سے دلبرداشتہ ہو کر اسلام سے دستبردار نہیں ہوا۔ اسلام کی حقانیت اور رسول اللہ ﷺ کی ذات اقدس کی مقناطیسیت کا یہ بہت بڑا اعزاز ہے کہ اس کٹھالی سے نو آموزان اسلام کندن بن کر نکلے۔ اس حصار میں ناز و نعم میں پلی ہوئی مکہ معظمہ کی متمول ترین خاتون ام المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ اور ان کی نور چشم حضرت فاطمۃ الزہراؓ بھی شریک تھیں۔ ان کی اس وقت عمر صرف بارہ سال تھی۔ اس عمر میں مسلسل بھوک اور پیاس نے جسم کو لاغر کر دیا جس کے اثرات ساری عمر برقرار رہے۔

الٰہی: چشم فلک نے یہ دور بھی دیکھا کہ تیری سرزمین پر تیرے نام کو بلند کرنے والوں، تجھ سے بے پناہ محبت کرنے والوں، تیری منظور نظر ہستیوں کو یوں تڑپایا گیا جیسے ان کا کوئی والی وارث نہ ہو۔ اس میں کیا حکمت کا راز پوشیدہ ہے تو ہی اسے خوب جانتا ہے۔ ہمارے جیسے کوتاہ نظر اس کی کیا توجیہہ کر سکتے ہیں۔ شاید محبت کرنے والوں کا تڑپنا، سسکنا، بلکنا، پیچ و تاب کھانا محبوب کو مرغوب ہوا کرتا ہے اور شاید محبوب برحق سے لو لگانے والوں کو بھی یوں تڑپائے جانے سے روحانی لذت، مٹھاس اور دلی تسکین نصیب ہوتی ہوگی۔ یہ اندازہ تو اہل دل ہی لگا سکتے ہیں۔ اہل دنیا ان روحانی دلفریب کیفیتوں کا احساس نہیں کر سکتے۔ جسم کو دنیاوی لذتوں سے محروم رکھنا روحانی تقویت کا باعث بنتا ہے، بھوک اور پیاس برداشت کرنے سے دلی کثافتیں دور ہوتی ہیں، شدت غم میں آنسو بہانا دل کے غسل کا باعث بنتا ہے، نالہ نیم شبی اور آہ سحر گاہی سے تاریک دل نور آشنا ہو جاتا ہے، غموں سے نڈھال، بے بسی کی

تصویر بن کر جب کبھی کوئی دربار الٰہی میں سجدہ ریز ہو کر سسکیاں لیتا ہے' بلکتا ہے اور آنسو بہاتا ہے تو یہ ادائے محبت مالک کون ومکاں کو بہت پسند آتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اپنے چاہنے والوں کو اس قسم کے حالات سے دوچار کیا ورنہ دنیا و آخرت کی نعمتوں پر اہل ایمان کا حق فائق ہے۔

* * *

شعب ابی طالب کے محاصرے کے بعد رسول اقدس ﷺ اور حضرت فاطمہؓ کو صدمہ پہنچا کہ ام المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا تقاضائے الٰہی سے داعی اجل کو لبیک کہتے ہوئے راہی جنت الفردوس ہو گئیں۔ یہ محاصرے کے دوران ہی بیمار ہو گئی تھیں۔ اعلان نبوت کا دسواں سال تھا' حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کی عمر اس وقت تقریباً پندرہ سال تھی۔ حضرت خدیجۃ الکبریٰ اور آپ کے غمگسار چچا ابو طالب کی وفات سے مشرکین مکہ کی ریشہ دوانیوں میں اضافہ ہوا۔ آپ کی لاڈلی بیٹی حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا نے اپنی آنکھوں سے ان ناگفتہ بہ حالات کا مشاہدہ کیا اور ہر تکلیف کو انتہائی صبر و تحمل سے برداشت کیا۔

اسی دور میں رسول اقدس ﷺ طائف کے سفر پر روانہ ہوئے۔ وہاں بھی اہل طائف نے آپ پر پتھر برسائے' جس سے لہولہان ہوئے' نقاہت سے غنودگی کی کیفیت بھی طاری ہوئی۔ اہل طائف کی بدسلوکی پر رسول اقدس ﷺ نے ان کی ہلاکت کی بجائے ہدایت کی دعا کی۔ جب آپ طائف سے مکہ واپس تشریف لائے تو اپنے پیارے ابا جان کو زخمی حالت میں دیکھ کر دونوں لاڈلی بیٹیاں ام کلثوم اور فاطمۃ الزہراء زاروقطار رونے لگیں۔ آپ نے اپنے مبارک ہاتھوں سے ان کے آنسو صاف کیے' تسلی دی اور ارشاد فرمایا: بیٹی گھبراؤ نہیں اللہ سبحانہ وتعالیٰ اپنے دین کی مدد کرے گا' اپنے نبی کو غالب کرے گا' تنگی کے بعد آسانی کے دن آنے والے ہیں۔

انہیں ایام میں مدینہ منورہ میں سفیر اسلام حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کی تبلیغ سے اہل مدینہ کے دل اسلام کی طرف مائل ہونے لگے۔ اہل مدینہ نے

رسول اقدس ﷺ کو مدینہ منورہ آکر آباد ہونے کی التجاء کرتے ہوئے ہر طرح کی مدد کرنے کی پیش کش کی جسے اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی اجازت سے آپ نے قبول فرمایا۔ صحابہ کرامؓ کو مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کر جانے کا حکم صادر فرمایا اور پھر خود بھی حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو ساتھ لے کر ہجرت کے سفر پر روانہ ہو گئے۔ حضرت فاطمۃ الزہراء حضرت ام کلثوم دونوں بیٹیوں کو مکہ معظمہ میں اپنے گھر ہی رہنے دیا۔ ان کی رفاقت ومصاحبت کے لئے ام المومنین حضرت سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا کو بھی وہیں رہنے دیا۔ حضرت خدیجۃ الکبریٰ کی وفات کے بعد رسول اقدس ﷺ نے ان کے ساتھ نکاح کر لیا تھا۔

کچھ عرصہ بعد رسول اقدس ﷺ نے انہیں ہجرت کر کے مدینہ منورہ آنے کا پیغام بھیجا۔ اس طرح حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کو زمرۂ مہاجرین میں شامل ہونے کی سعادت نصیب ہوئی۔ لیکن مشرکین مکہ شرارت سے باز نہ آئے۔ بعض شرپسند عناصر نے راستے میں جاتے ہوئے اس قافلے کو روکنے کی کوشش کی۔ ان میں شیطان صفت قریشی نوجوان حویرث بن نقیذ بھی تھا۔ جس اونٹ پر حضرت فاطمۃ الزہراء اور ام کلثوم رضی اللہ عنہما سوار تھیں' اسے کچوکا دیا تو وہ اچھل پڑا اور دونوں صاحبزادیاں اونٹ سے گریں اور زخمی ہو گئیں۔ یہ منظر دیکھتے ہی حویرث وہاں سے دوڑ گیا۔ اس خبیث نابجار نے رسول اقدس ﷺ کو بھی بہت اذیتیں پہنچائی تھیں۔ فتح مکہ کے دن یہ وہاں سے جان بچانے کے لئے مکہ چھوڑ کر دوڑ گیا لیکن حیدر کرار حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے اس کا تعاقب کر کے پکڑا اور اسے موت کے گھاٹ اتار دیا کیونکہ شاہ امم سلطان مدینہ ﷺ نے جن چھ کافروں کو قتل کرنے کا حکم دیا تھا ان میں سے ایک یہ بدبخت حویرث بن نقیذ بھی تھا۔ اس قافلے نے یہ سفر ایمانی اور روحانی قوت کی بنا پر جاری رکھا اور اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے یہ خواتین جنت مدینہ منورہ پہنچ گئیں۔ رسول اقدس ﷺ نے خود ان کا استقبال کیا اور انہیں زندہ سلامت دیکھ کر بہت خوش ہوئے۔ بالکل سچ ہے کہ جسے اللہ بچانا چاہے دنیا کی کوئی

طاقت اسے مٹا نہیں سکتی- جسے وہ مٹانا چاہے دنیا کی کوئی طاقت اسے بچا نہیں سکتی-

* * *

۲ ہجری کو غزوۂ بدر وقوع پذیر ہوا جس میں حیدر کرار علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے انتہائی بہادری' جرأت و شجاعت کے ساتھ جنگی مہارت کے جوہر دکھلائے- اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے اسلامی لشکر کو فتح و کامرانی عطا فرمائی' ابو جہل اور دیگر بہت سے قریشی سردار موت کے گھاٹ اتار دیئے گئے' بہت سے قیدی بنا کر مدینے لائے گئے- اس جنگ میں کامیابی سے مسلمانوں کے حوصلے بلند ہوئے- مجاہدین اسلام کے گھروں میں خوشی کی لہر دوڑ گئی- حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کی عمر ۱۸ برس ہوئی تو ان کی شادی کے لئے سوچ وچار ہونے لگا- بعض مشہور و معروف شخصیات کی جانب سے پیغام آئے لیکن آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے فیصلے کا منتظر ہوں-

ایک روز حضرت علی رضی اللہ عنہ نگاہیں جھکائے' شرمیلا انداز اپنائے ہوئے آئے- رسول اقدس ﷺ کے رعب و دبدبے کی بنا پر بات کرنے کی ہمت نہیں ہو رہی تھی- آپ نے پوچھا آج کیسے آنا ہوا؟ شرم و حیاء کی بنا پر نگاہیں نیچی' زبان پر تالے لگے ہوئے' بالکل خاموش- آپؐ یہ انداز دیکھ کر سمجھ گئے- پوچھا کیا فاطمہؓ سے نکاح کا ارادہ ہے؟ بالکل آہستہ آواز سے کہا جی ہاں! آپؐ نے ارشاد فرمایا: مجھے بیٹی سے مشورہ کر لینے دو- رسول اقدس ﷺ نے اپنی لاڈلی بیٹی سے دریافت کیا- اس نے یہ بات سن کر نگاہیں جھکا لیں اور آنکھوں سے آنسو ٹپکنے لگے- آپ نے ارشاد فرمایا بیٹا میں نے ایک عالم' فاضل' حلیم الطبع اور سلیم الفطرت نوجوان سے اللہ تعالیٰ کے حکم کی روشنی میں تیری شادی کرنے کا ارادہ کیا ہے- لاڈلی بیٹی نے تسلیم و رضا کا انداز اختیار کرتے ہوئے سر جھکائے رکھا- آپ نے رضامندی کا انداز دیکھ کر حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کہا کیا تمہارے پاس مہر ادا کرنے کے لئے کچھ ہے؟ عرض کی یا رسول اللہ میری زندگی کا لمحہ لمحہ تو آپ کی نگرانی میں گذرا ہے' آپ حقیقت حال

جانتے ہی ہیں' میرے پاس تو کچھ نہیں۔

فرمایا: تمہارے پاس حطمی ڈھال تھی وہ کہاں گئی؟ عرض کی وہ میرے پاس موجود ہے۔

آپؐ نے فرمایا: وہ ڈھال فاطمہؓ کا مہر ہوگی۔ حضرت علی المرتضیٰ نے ڈھال دے کر اپنے غلام کو بازار بھیجا' اس نے چار سو درہم میں اسے فروخت کیا۔ یہ چار سو درہم رسولِ اقدس ﷺ کی خدمت میں پیش کئے۔ آپ نے ارشاد فرمایا اس رقم میں سے استعمال کے لئے خوشبو اور گھریلو ضروریات کی اشیاء خرید لاؤ۔ پھر رسولِ اقدس ﷺ نے اپنے خادم خاص حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے کہا جاؤ ابو بکر' عمر' عثمان' طلحہ' زبیر اور دیگر انصار و مہاجرین رضی اللہ عنہم اجمعین کو بلا لاؤ۔ جب یہ جانثار صحابہ کرامؓ تشریف لے آئے تو رسولِ اقدس ﷺ نے حضرت علی سے کہا اپنے نکاح کا خطبہ تم خود پڑھو۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ شرماتے ہوئے' باادب انداز میں حکم کی تعمیل کرنے کے لئے کھڑے ہوئے۔ اور جھجکتے ہوئے یہ الفاظ ادا کئے

«اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ شُكْرًا لِاَنْعُمِهٖ وَ اَيَادِيْهِ وَ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ شَهَادَةً تَبْلُغُهٗ وَ تُرْضِيْهِ وَ هٰذَا مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ زَوَّجَنِيْ اِبْنَتَهٗ فَاطِمَةَ عَلٰى صِدَاقٍ مَبْلَغُهٗ اَرْبَعُمِائَةِ دِرْهَمٍ فَاسْمَعُوْا مَا يَقُوْلُ وَ اشْهَدُوْا»

"سب تعریفیں اللہ کے لئے ہیں۔ اس کی نعمتوں اور احسانات کا شکر بجا لاتے ہوئے' اور میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود حقیقی نہیں۔ ایسی گواہی جو اس تک پہنچتی ہے اور اس کی رضا کا باعث بنتی ہے۔ یہ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نے اپنی بیٹی فاطمہؓ کی شادی میرے ساتھ کی ہے اور مہر چار سو درہم مقرر کیا ہے۔ اب حاضرین جو آپ ﷺ ارشاد فرمائیں اسے سنو اور گواہ رہنا۔"

پھر رسولِ اقدس ﷺ نے بھی حمد و ثناء کے بعد خطبہ نکاح پڑھا' ایجاب و

قبول کرایا' مہر کا اعلان کیا' حاضرین کو خبر دی کہ مجھے اس نکاح کے لئے اللہ رب العزت نے حکم دیا ہے اور دونوں کے لئے برکت کی دعا کی۔ بعدازاں حاضرین کی خدمت میں کھجوروں کا بھرا ہوا ایک تھال پیش کیا گیا۔ سب نے کھجوریں کھائیں' خوشی کا اظہار کیا اور دلہا دلہن کے لئے خیر و برکت کی دعا کی۔ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ بن عبدالمطلب نے اپنے بھتیجے حضرت علی المرتضیٰ کی شادی کی خوشی میں ولیمے کا اہتمام کیا اور اس موقعے پر اونٹ ذبح کیا۔

* * *

حضرت فاطمہ بتول دختر رسول ﷺ کو نیا گھر بسانے کے لئے گھریلو ضروریات کی اشیاء مہیا کی گئیں۔ ان میں ایک چارپائی' چمڑے کا بنا ہوا ایک تکیہ جس میں کھجور کے پتے بھرے ہوئے تھے' نہانے کے لئے ایک برتن' ایک مشکیزہ' پیالہ اور آٹا پیسنے کے لئے ایک چکی تھی۔ رہائش کے لئے جو گھر میسر آیا' وہ مسجد نبوی سے قدرے دور تھا۔ رسول اقدس ﷺ کی دلی خواہش تھی کہ ان کی رہائش کا اہتمام مسجد نبوی کے قریب کیا جائے۔ حارثہ بن نعمان انصاری رضی اللہ عنہ کو سیدالمرسلین کی دلی خواہش کا پتہ چلا تو آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی یا رسول اللہ ﷺ مسجد نبوی کے قریب میرے بہت سے گھر ہیں۔ جو آپ کو پسند آئے حضرت فاطمہؓ کے لئے قبول فرمائیں۔ مجھے وہ گھر زیادہ عزیز ہو گا جسے آپ قبول فرمائیں گے۔ رسول اقدس ﷺ نے اپنے جاں نثار صحابی کی پیشکش قبول کرتے ہوئے ان میں سے ایک گھر لے کر اپنی لاڈلی بیٹی فاطمہ بتولؓ کو دے دیا اور اس کے لئے برکت کی دعا کی۔ حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا نے اپنے شوہر نامدار حضرت علی المرتضیٰ کے ساتھ اس گھر میں رہائش کا اہتمام کیا تاکہ خدمت کی سعادت حاصل کی جائے۔ گھریلو استعمال کے لئے مشکیزے میں پانی لانا' چکی پیسنا' یہ روزانہ کے معمولات میں شامل تھا۔

ایک روز شاہِ امم سلطان مدینہ ﷺ کی خدمت میں وافر مقدار میں مال

غنیمت آیا جس میں قیمتی سازوسامان کے علاوہ غلام بھی تھے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے گھر آ کر فاطمہ بتولؓ سے کہا آپ اگر ابا جان کے پاس جائیں اور گھریلو کام کاج میں ہاتھ بٹانے کے لئے ایک غلام کا مطالبہ کریں تو میرے خیال میں بہتر رہے گا۔ کیونکہ میں دیکھ رہا ہوں آپ پانی لانے اور چکی چلانے سے بہت زیادہ تھک جاتی ہیں۔ حضرت فاطمہؓ اپنے ابا جان کی خدمت میں حاضر ہوئیں۔ سلام عرض کیا، حال و احوال دریافت کیا اور خاموشی سے آپ کے پاس بیٹھ گئیں، آپ نے بیٹی کے سر پر ہاتھ پھیرا اور پوچھا بیٹا خیریت تو ہے، کیسے آنا ہوا؟ کہا بس ابا جان سلام عرض کرنے کے لئے حاضر ہوئی ہوں۔ فرماتی ہیں کہ مجھے اپنے لئے خادم طلب کرنے کی ہمت ہی نہیں ہوئی۔ بغیر کوئی مطالبہ کئے واپس گھر آ گئیں۔ حضرت علی المرتضیٰ نے پوچھا کیا بنا؟ فرمایا مجھے تو پوچھتے ہوئے حیا آتی ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا چلو دونوں چلتے ہیں۔ آپ کی خدمت میں دونوں میاں بیوی حاضر ہوئے۔ شرماتے ہوئے مدعا پیش کیا۔ آپ نے ارشاد فرمایا بیٹا یہ مال جو تمہیں دکھائی دے رہا ہے، اصحاب صفہ میں تقسیم ہوگا۔ میں تمہیں اس سے بہتر چیز عطا کرتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ رات کو سونے سے پہلے ۳۳ بار سبحان اللہ، ۳۳ بار الحمد للہ اور ۳۴ بار اللہ اکبر کہہ لیا کرو۔ اس سے دن بھر کی تھکاوٹ اتر جایا کرے گی۔

* * *

حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا نے اپنی پوری زندگی صبر، شکر، زہد و تقویٰ کے ساتھ گزاری۔ دنیا کے مال و متاع سے بے رغبتی طبیعت کا حصہ بن گئی۔ دیگر صحابیات کے ساتھ غزوۂ احد میں زخمیوں کی مرہم پٹی اور زخمی مجاہدین کو پانی پلانے کی خدمات سر انجام دیں۔ اس جنگ میں رسول اقدس ﷺ بھی زخمی ہوئے۔ آپ کے زخموں کو پانی سے صاف کیا اور ان پر کپڑا جلا کر راکھ سے پٹی کی، جس سے خون نکلنا بند ہو گیا۔ اس جنگ میں حضرت حمزہ بن عبد المطلب شہید ہوئے تو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے بہت غم کیا۔

حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا نے غزوۂ خندق، غزوۂ خیبر اور فتح مکہ میں بھی خدمات سرانجام دیں۔ فتح مکہ کے دن ابوسفیان بن حرب نے ان سے درخواست کی کہ میرے لیے پناہ حاصل کرنے میں رسول اقدس ﷺ کی خدمت میں سفارش کریں۔ جنگ موتہ میں جب یکے بعد دیگرے لشکر اسلام کے تین جرنیل زید بن حارثہ، جعفر بن ابی طالب اور عبداللہ بن رواحہ شہید ہوئے تو یہ خبر سن کر حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کو بہت صدمہ ہوا۔ حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کی عادات و اطوار رسول اقدس ﷺ کے ساتھ ملتی جلتی تھیں۔ اسی لئے آپ کو اس بیٹی سے زیادہ محبت تھی۔

بخاری شریف میں روایت ہے کہ ایک مرتبہ رسول اقدس ﷺ سے دریافت کیا گیا کہ آپ کو لوگوں میں سے سب سے زیادہ کون پسند ہے؟ آپ نے فرمایا میری بیٹی فاطمہؓ۔ بخاری شریف میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نبی کریم ﷺ کے ساتھ شکل و صورت، گفتگو اور نشست و برخواست میں بہت زیادہ مشابہت رکھتی تھیں۔ جب آتیں تو رسول اقدس ﷺ اٹھ کر ملتے اور انہیں اپنی جگہ بٹھاتے۔ جب نبی اقدس ﷺ ان کے گھر تشریف لے جاتے تو وہ خوش آمدید کہتیں اور ادب بھرے انداز میں آپ کا ماتھا چومتیں۔ رسول اللہ ﷺ حضرت فاطمہؓ کو دیکھ کر خوشی محسوس کرتے اور غمگین دیکھ کر خود بھی افسردہ ہو جاتے۔

ایک دن آپ کو معلوم ہوا کہ دونوں میاں بیوی میں کچھ کشیدگی پیدا ہوئی ہے۔ آپ ان کے گھر تشریف لے گئے۔ جب آپ گئے تو چہرے پر غم کے آثار تھے لیکن جب آپ باہر تشریف لائے تو چہرہ کھلا ہوا تھا۔ صحابہ نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ کیا ماجرا ہے؟ آپ جب فاطمہ بتولؓ کے گھر جا رہے تھے تو آپ غمگین دکھائی دے رہے تھے لیکن جب آپ باہر تشریف لائے تو آپ کا چہرہ کھلا ہوا تھا۔ فرمایا میں نے آج اپنے دو محبوب بچوں کی صلح کرائی ہے۔ ایک موقعے پر حضرت علیؓ نے ابوجہل

کی بیٹی سے شادی کرنے کا ارادہ کیا۔ کسی طرح حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کو اس کی خبر ہوگئی۔ ابا جان کی خدمت میں حاضر ہوئیں، عرض کیا: ابا جان آپ کی قوم سمجھتی ہے کہ آپ اپنی بیٹیوں کے معاملے میں کسی سے ناراض نہیں ہوتے۔ یہ دیکھیں علیؓ ابوجہل کی بیٹی سے شادی رچانا چاہتا ہے۔ یہ خبر سن کر رسولِ اقدس ﷺ بے چین ہوگئے۔ آپ نے ارشاد فرمایا فاطمہ میرے جگر کا ٹکڑا ہے۔ جو بات اسے ناپسند ہے، وہ بات مجھے بھی اچھی نہیں لگتی۔ اللہ کے رسول کی بیٹی اور اللہ کے دشمن کی بیٹی ایک شخص کے نکاح میں اکٹھی نہیں ہوسکتیں۔ یہ فرمان سن کر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنا ارادہ بدل لیا۔ فاطمہ بتولؓ سے کہا میرے رویے سے جو آپ کو تکلیف ہوئی میں معذرت چاہتا ہوں۔ گھر میں خوشیاں دوبارہ لوٹ آئیں۔

ایک روز حضرت علی رضی اللہ عنہ نے محبت بھرے انداز میں رسولِ اقدس ﷺ سے پوچھا یا رسول اللہ ﷺ ہم دونوں میں آپ کو کون زیادہ پیارا ہے؟ آپ نے فرمایا فاطمہ مجھے تجھ سے زیادہ محبوب ہے اور تو مجھے فاطمہؓ سے زیادہ عزیز ہے۔ واہ واہ کیا حکیمانہ جواب ہے۔ اس جواب میں کس قدر محبت، شفقت، لطافت اور نفاست کی آمیزش ہے۔

❋ ❋ ❋

حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کے ہاں پہلے بیٹے کی ولادت شعبان ۳ ہجری کو ہوئی۔ رسول اللہ ﷺ کو اطلاع ملی تو آپ بہت خوش ہوئے۔ نومولود کو دیکھنے کے لیے بیٹی کے گھر تشریف لے گئے۔ اس کا نام آپ نے حسن رکھا اور کان میں اذان دی۔ ساتویں دن عقیقہ کیا۔ سر کے بال اتروائے اور ان بالوں کے وزن کے برابر چاندی کا صدقہ دیا۔ شعبان ۴ ہجری کو دوسرا بیٹا پیدا ہوا، اس کا نام حسین رکھا۔ اس کے کان میں بھی آپ نے خود اذان دی۔ ساتویں دن عقیقہ کیا اور سر منڈایا۔ تیسرا بیٹا محسن پیدا ہوا جو بچپن میں ہی اللہ کو پیارا ہوگیا۔ ان دونوں نواسوں کے ساتھ رسولِ اقدس ﷺ کو بہت پیار تھا۔ آپ نے ارشاد فرمایا یہ دونوں بچے میرے لئے پھول

اور کلیاں ہیں- یہ دونوں نوجوانان جنت کے سردار ہوں گے-

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ایک رات میں نے رسول اقدس ﷺ کو دیکھا کہ آپ چادر میں لپیٹے کوئی چیز اٹھائے جا رہے ہیں- میں نے عرض کی یارسول اللہ یہ کیا ہے؟ آپ نے چادر کا پلو اٹھایا اور فرمایا یہ میرے بیٹے ...... میری بیٹی کے بیٹے .... حسن اور حسین ہیں- مجھے ان سے بہت پیار ہے، جو ان سے پیار کرے گا میں بھی اسے پسند کروں گا-

۵ ہجری کو حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کے ہاں بیٹی نے جنم لیا جس کا نام رسول اقدس ﷺ نے زینب رکھا- ۷ ہجری کو دوسری بیٹی پیدا ہوئی- اس کا نام ام کلثوم رکھا- زینب بنت علیؓ کی شادی عبداللہ بن جعفر بن ابی طالب سے ہوئی اور ام کلثوم کی شادی حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے ہوئی- ان کے ہاں زید اور رقیہ پیدا ہوئے- شادی کے بعد حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ نے مہاجرین و انصار سے کہا مجھے مبارک باد دو- سب نے پوچھا امیر المومنین آپ کو مبارک باد کس بات کی دیں؟ آپ نے فرمایا علی بن ابی طالب کی بیٹی ام کلثوم سے میری شادی ہوئی- اس طرح آل رسولؐ سے میرا تعلق قائم ہو گیا ہے جو میرے لیے بہت بڑا اعزاز ہے- مہاجرین و انصار نے یہ خبر سن کر خوشی کا اظہار کیا اور مبارک باد دی-

* * *

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا گیا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور ان کے اہل بیت کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے؟ فرمایا ان کے اور اہل بیت کے کیا کہنے، ان کی عظمت بے مثال تھی- قرآن حکیم کی اطلاع کے مطابق اللہ سبحانہ وتعالی نے اہل بیت کو ہر قسم کے گناہ، شرک، نافرمانی اور اخلاقی آلائشوں سے پاک کر دیا تھا- اس اہل بیت میں فاطمہ بتول دختر رسول ﷺ کا نام بھی آتا ہے-

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ فجر کی نماز ادا کرنے کے لئے جب گھر سے نکلتے اور فاطمہ رضی اللہ عنہا کے گھر کے پاس سے گذر

ہوتا تو آپ یہ ارشاد فرماتے اَلصَّلٰوۃُ یَا اَھْلَ الْبَیْتِ الصَّلٰوۃُ اے اہل بیت نماز پڑھو۔ پھر قرآن کریم کی یہ آیات پڑھتے۔ ﴿ اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰہُ لِیُذْھِبَ عَنْکُمُ الرِّجْسَ اَھْلَ الْبَیْتِ وَیُطَھِّرَکُمْ تَطْھِیْرًا ﴾ '' اے اہل بیت! اللہ تم سے ہر قسم کی پلیدی ختم کر دینا چاہتا ہے اور تمہیں خوب اچھی طرح پاک صاف کر دینا چاہتا ہے۔''

ابن عبد اللہ نے حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کے فضائل بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ رسول اقدس ﷺ جب بھی کسی جنگ یا سفر سے واپس تشریف لاتے، پہلے مسجد نبوی میں جا کر دو رکعت نماز ادا کرتے، پھر فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کے گھر جاتے اور اس کے بعد ازواج مطہرات کے ہاں تشریف لے جاتے۔ البدایہ والنہایہ میں تحریر ہے کہ ایک خاتون نے حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کے پاس دو روٹیاں اور بھنے ہوئے گوشت کا ایک ٹکڑا بھیجا۔ آپ نے اسے ایک بڑے برتن میں رکھ کر کپڑے سے ڈھانپ دیا اور رسول اقدس ﷺ کو پیغام بھیجا کہ آج کھانا ہمارے ساتھ تناول فرمائیں۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب ابا جان میرے گھر تشریف لائے، میں نے برتن سے کپڑا اٹھایا تو میں یہ دیکھ کر حیران رہ گئی کہ وہ روٹیوں اور بھنے ہوئے گوشت سے بھرا ہوا ہے، میں سمجھ گئی کہ یہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی طرف سے برکت ہے۔ میں نے اللہ تعالیٰ کی تعریف اور رسول اقدس ﷺ پر درود وسلام بھیجا اور بسم اللہ پڑھ کر کھانا آپ کی خدمت میں پیش کیا۔ وافر مقدار میں کھانا دیکھ کر آپ مسکرائے اور پوچھا بیٹا یہ کہاں سے آیا ہے؟

بیٹی نے برجستہ جواب دیا ابا جان یہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہے، اللہ جسے چاہتا ہے بغیر حساب کے رزق عطا کرتا ہے۔ آپ نے مسکراتے ہوئے ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ کا شکر ہے جس نے میری بیٹی کو مریم جیسا جواب دینے کی توفیق عطا فرمائی۔ وہ بھی رزق کے بارے میں پوچھنے والوں کو یہی جواب دیا کرتی تھیں۔ اس کے بعد نبی اکرم ﷺ، حضرت علیؓ، حضرت فاطمہؓ، حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؓ نے مل کر کھانا کھایا۔ پھر یہ کھانا ازواج مطہرات کی خدمت میں پیش کیا گیا۔ انہوں نے بھی سیر ہو کر

کھایا- پھر حضرت فاطمہؓ نے پڑوسیوں میں تقسیم کیا- اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اس میں بہت برکت ڈال دی تھی-

* * *

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جب ﴿ اذا جاء نصر الله والفتح ﴾ آیت نازل ہوئی تو رسول اقدس ﷺ نے اپنی بیٹی فاطمہ بتولؓ کو اپنے پاس بلایا اور اسے یہ بات بتائی کہ مجھے اللہ تعالیٰ کی طرف سے اطلاع دی گئی ہے کہ اب زندگی کا چراغ گل ہونے والا ہے- یہ بات سن کر لاڈلی بیٹی فاطمہؓ نے رونا شروع کر دیا- آپ نے ارشاد فرمایا تم میرے خاندان میں سے سب سے پہلے مجھے ملو گی، تو آپ نے یہ بات سن کر ہنسنا شروع کر دیا- جب نبی اکرم ﷺ کی طبیعت زیادہ خراب ہوئی، غشی کے دورے پڑنے لگے تو فاطمہ بتولؓ نے روتے ہوئے آہیں بھرتے ہوئے کہا: ہائے میرے اباجان، ہائے میرے اباجان کی تکلیف کی گھڑیاں- آپ نے بیٹی کی افسردہ حالت دیکھ کر ارشاد فرمایا بیٹا آج کے بعد آپ کے اباجان کو کوئی تکلیف نہیں ہوگی- شاید میری بیٹی تیرے اباجان آرام دہ منزل کی طرف روانہ ہونے والے ہیں- رسول اقدس ﷺ اللہ تعالیٰ کو پیارے ہو گئے تو فاطمہ بتول دختر رسول اللہ ﷺ زار و قطار رونے لگیں- رسول اللہ ﷺ زندگی کے آخری لمحات میں ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے حجرے میں تھے- ان کی گود میں سر رکھے ہوئے تھے کہ آپ کی پاکیزہ روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی-

علامہ ابن اثیر اپنی کتاب اسد الغابہ میں لکھتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی وفات حسرت آیات کے بعد دختر رسولؐ فاطمہ بتولؓ کو پوری زندگی کبھی ہنستے ہوئے نہیں دیکھا گیا، شدت غم کے اثرات زندگی کے آخری لمحات تک برقرار رہے-

* * *

رسول اقدس ﷺ کی وفات حسرت آیات کے چھ ماہ بعد حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا ۱۱ ہجری ماہ رمضان المبارک میں اللہ تعالیٰ کو پیاری ہو گئیں- اس

وقت ان کی عمر ۲۹ سال تھی۔

﴿ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ﴾

اپنے خاوند حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ، دو پیارے بیٹے حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؓ اور دو لاڈلی بیٹیاں زینبؓ اور ام کلثومؓ کو سوگوار چھوڑا۔ رات کے وقت جنت البقیع میں دفن کیا گیا۔ میت کو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ، اسماء بنت عمیس اور سلمیٰ ام رافع نے غسل دیا اور کفن پہنایا، حضرت علیؓ، حضرت عباسؓ اور حضرت فضل بن عباسؓ نے لحد میں اتارا۔ اس طرح خواتین اہل جنت کی سردار، رسول اقدس ﷺ کی لاڈلی بیٹی اور حسنین کی والدہ ماجدہ جنت الفردوس کے سفر پر روانہ ہو گئیں۔

اللہ ان سے راضی اور وہ اپنے اللہ سے راضی

* * *

حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کے مفصل حالات زندگی معلوم کرنے کے لئے درج ذیل کتابوں کا مطالعہ کریں۔

۱ - مسند امام احمد ۶/ ۲۸۲

۲- طبقات ابن سعد ۸/ ۳۱۹

۳ - حلیۃ الاولیاء ۲/ ۳۹-۴۳

٤- المستدرک حاکم ۳/ ۱۵۱-۱٦۱

۵ - الاستیعاب ٤/ ۳٦۳-۳٦۹

٦ جامع الاصول ۹/ ۱۲۵

۷- اسد الغابۃ ٦/ ۲۲۰-۲۲۷

۸- العبر ۱/ ۱۳

۹ - مجمع الزوائد ۹/ ۲۰۱-۲۱۲

۱۰ - تہذیب التہذیب ۱۲/ ٤٤۰-٤٤۲

۱۱ - الاصابة ٤/ ٣٦٥-٣٦٨
۱۲ - کنز العمال ١٣/ ١٧٣
۱۳ - شذرات الذهب ١/ ١٣٤
١٤ - البداية والنهاية ٦/ ٢٣٢
١٥ - تفسیر قرطبی ١٤/ ٢٤١
١٦ - تهذيب الاسماء واللغات ٢/ ٣٥٢-٣٥٣
١٧ - سير اعلام النبلاء ٣/ ١١٨، ١٣٤
١٨ - عيون الاثر ٢/ ٣٦٤
١٩ - السيرة الحلبية ٣/ ٣٩١
٢٠ - السمط الثمين ١٧١-١٧٣
٢١ - صفة الصفوة ٢/ ٩
٢٢ - فضائل الصحابه امام احمد بن حنبل ٢/ ٧٥٤
٢٣ - شفاء الغرام ٢/ ١٣٧
٢٤ - دلائل النبوة بیہقی ٧/ ١٦٩
٢٥ - در السحابة ٢٧٣
٢٦ - مسند ابی یعلیٰ ١٢/ ١٢٣

حضرت ام رومان رضی اللہ عنہا

''جو کوئی دنیا میں جنت کی حور دیکھنا چاہتا ہے وہ ام رومان رضی اللہ عنہا کو دیکھ لے۔''

(فرمان رسول ﷺ)

سید المرسلین، رحمۃ للعالمین، شفیع المذنبین، خاتم النبیین حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی خوش دامن، خلیفۃ المسلمین سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہا کی زوجہ محترمہ، سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی والدہ ماجدہ، ماہر تیر انداز، تجربہ کار شہسوار، بہادر اور نڈر صحابی حضرت عبد الرحمان بن ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی والدہ ماجدہ، جس کا اصلی نام زینب تھا لیکن کنیت نام پر غالب آ گئی۔ جس نے اپنی بیٹی سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر لگائے گئے بہتان عظیم کو کمال صبر، حوصلے اور تحمل کے ساتھ برداشت کیا، جس نے اپنے جلیل القدر خاوند حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی مبارک زبان سے اسلام کی خوبیاں سنتے ہی دائرہ اسلام میں داخل ہونے کا اعلان کر دیا، جس کی ظاہری و روحانی خوبیاں دیکھتے ہوئے رسول اقدس ﷺ نے اسے جنت الفردوس کی حور قرار دیا، جس کی قبر میں رسول اقدس ﷺ پہلے خود اترے، اچھی طرح جائزہ لینے کے بعد آپ نے دفن کرنے کا حکم صادر فرمایا، اور اس کے لئے مغفرت کی دعا کی، جسے لسان رسالت سے جنت کی بشارت ملی۔ آیئے اس خاتون جنت کے حالات زندگی کو اپنے لئے مشعل راہ بنائیں۔

* * *

جزیرہ عرب کے علاقہ سراۃ میں حضرت ام رومان بنت عامر رضی اللہ عنہا نے پرورش پائی۔ جوان ہوئی تو اپنے ہی قبیلے کے کڑیل جوان عبد اللہ بن حارث بن سخبرۃ ازدی سے شادی ہوئی۔ بیٹا پیدا ہوا جس کا نام طفیل بن عبد اللہ رکھا گیا۔ عبد اللہ بن حارث نے مکہ معظمہ میں مستقل سکونت اختیار کر لی۔ یہاں آباد ہو کر وہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے حلیف بنے۔ تھوڑے ہی عرصے کے بعد یہ فوت ہو گیا۔

بیوی اور بیٹا بے یار و مددگار رہ گئے۔ اس نازک ترین صورت حال کو دیکھتے ہوئے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اس سے شادی کر لی تو ماں بیٹے کی خوشحالی کے دن لوٹ آئے۔ شاداں و فرحاں اپنے گھر کے آنگن میں زندگی کے دن گذرنے لگے۔ عبدالرحمن اور سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے جنم لیا۔ جس سے گھر کی خوشیاں دوبالا ہو گئیں۔ یاد رہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے زمانہ جاہلیت میں قتیلہ بنت عبدالعزیٰ سے شادی کی تھی جس سے عبداللہ اور اسماء پیدا ہوئے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کرنے کے بعد اسماء بنت عمیس سے شادی کی جس سے محمد بن ابی بکرؓ پیدا ہوئے۔ پھر حبیبہ بنت خارجہ سے شادی کی جس سے ایک بیٹی پیدا ہوئی جس کا نام ام کلثوم رکھا گیا۔ جب حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی وفات ہوئی تو حبیبہ بنت خارجہ آپ کے حبالۂ عقد میں تھی۔

حضرت ام رومان رضی اللہ عنہا نے بالکل ابتدائی مرحلے ہی میں اسلام قبول کر لیا تھا۔ جب حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو حلقہ بگوش اسلام ہونے کا شرف حاصل ہوا تو انہوں نے گھر قدم رکھتے ہی اپنی بیوی ام رومان رضی اللہ عنہا کو صورت حال سے آگاہ کرتے ہوئے اسلام کی دعوت دی جو اس نے سنتے ہی اس طرح قبول کی جیسے پہلے ہی وہ یہ سعادت حاصل کرنے کے لئے تیار بیٹھی تھی۔ ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے جب سے ہوش سنبھالا ہے اپنے والدین کو زیور اسلام سے آراستہ ہی دیکھا ہے۔ طبقات ابن سعد نے یہ تبصرہ نقل کیا ہے

((اَسْلَمَتْ اُمُّ رُوْمَانَ بِمَكَّةَ قَدِيْمًا وَبَايَعَتْ وَهَاجَرَتْ))

"ام رومان نے بہت پہلے مکہ معظمہ میں اسلام قبول کر لیا۔ رسول اقدس ﷺ کے دست مبارک پر بیعت کی اور ہجرت کا شرف حاصل کیا"

نو مسلمان اسلام پر سرداران قریش کی جانب سے جب ظلم و ستم کے پہاڑ ڈھائے جاتے، حضرت ام رومان رضی اللہ عنہا یہ اندوہناک و المناک منظر دیکھ کر تلملا

اٹھتی لیکن جب اپنے عظیم شوہر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو دیکھتی کہ وہ فرزندانِ اسلام کے لئے ایثار و قربانی کی قابلِ رشک مثال قائم کر رہے ہیں تو دل کو تسلی ہوتی۔

رسول اللہ ﷺ بھی اپنے جاں نثاروں کو مسلسل صبر و تحمل کی تلقین کرتے۔ اسلام کے لئے سختیاں جھیلنے والوں کو جنت الفردوس کا مژدۂ جانفزا سناتے۔ حضرت بلالؓ کو ڈھارس بندھائی، حضرت خباب بنت ارت رضی اللہ عنہ کو صبر کی تلقین کرتے ہوئے فرمایا ہم سے پہلے محبانِ الٰہی کے اجسادِ اطہر کو آرے سے چیر کر دو ٹکڑے کر دیا جاتا تھا۔ آلِ یاسر پر ڈھائے جانے والے ظلم و ستم کو دیکھتے ہوئے ارشاد فرمایا:

((اِصْبِرُوْا آلَ يَاسِرَ اِنَّ مَوْعِدَكُمُ الْجَنَّةُ))

"اے خاندانِ یاسر صبر کرو بلاشبہ تمہارا ٹھکانہ جنت ہے۔"

حضرت ام رومان رضی اللہ عنہا اس دور میں صبر و تحمل، جرأت و شجاعت اور صدق و صفا کا پیکر بنی رہیں۔ زیادہ وقت اللہ تعالیٰ کی عبادت میں مصروف رہتیں۔ اپنے شوہر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی اسلام کے لئے خدمات کو دیکھ کر دلی اطمینان کا اظہار کرتیں۔ اپنی اولاد عبدالرحمٰن اور عائشہؓ کی تربیت میں منہمک رہتیں تاکہ تاریخ اسلام میں ان کا تذکرہ سنہری باب کی حیثیت اختیار کر جائے۔ سید المرسلین ﷺ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے گھر اکثر تشریف لے جایا کرتے تھے۔ ایک دفعہ آپ نے حضرت ام رومانؓ سے کہا: اے ام رومانؓ عائشہ کو بہتری کی تلقین کرتے رہنا۔ ام المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا ہجرت سے تین سال پہلے راہیِ ملکِ عدم ہو کر جنت الفردوس میں جا بسیں۔ رسول اقدس ﷺ نے دو سال کا عرصہ تجرد گذارنے کے بعد سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ وحی الٰہی کی بنیاد پر نکاح کیا۔

ایک دفعہ آپ نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مخاطب ہوتے

ہوئے ارشاد فرمایا: عائشہ میں نے تجھے مسلسل تین رات خواب میں دیکھا۔ فرشتہ میرے پاس تیری تصویر ریشم کے کپڑے میں لپیٹ کر لایا اور اس نے کہا یہ تیری بیوی ہے۔ جب تیرے چہرے سے پردہ ہٹایا تو ہو بہو تو ہی تھی۔ حضرت عائشہؓ نے یہ بات سن کر خوشی کا اظہار کیا۔ ایک دن حضرت خولہ بنت حکیم رسول اقدس ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کی دو رشتے ہیں اگر ارادہ ہو تو بات چلاؤں۔ آپ نے دریافت کیا رشتہ کون سا ہے؟ اس نے رازدرانہ انداز میں کہا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بیٹی عائشہؓ اور سودہ بنت زمعہؓ آپ نے دونوں رشتے قبول کر لئے اور دونوں کو اپنے حبالہ عقد میں لے لیا۔ اس طرح حضرت ام رومان رضی اللہ عنہا کو سید المرسلین ﷺ کی خوش دامن بننے کا عظیم شرف حاصل ہوا۔

* * *

جب سید المرسلین رحمۃ للعالمین ﷺ کو اللہ رب العالمین کی طرف سے ہجرت کا حکم ہوا تو آپ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے گھر تشریف لائے۔ سفر کے لئے تیاری کا حکم دیا۔ آپ بغیر کسی حیل و حجت کے تیار ہو گئے۔ زاد سفر تیار کیا، گھر میں جو نقدی موجود تھی، وہ ساتھ لے لی۔ بیوی بچے اور باپ کو وہیں اللہ کے سپرد کیا اور رسول اقدس ﷺ کے ساتھ ایک ان دیکھی منزل پر روانہ ہو گئے۔

حضرت ام رومان رضی اللہ عنہا کے لئے یہ بڑے سخت دن تھے۔ خاوند کی جدائی، گھریلو اخراجات کے لئے مالی تنگی کیونکہ جو نقد رقم گھر میں موجود تھی وہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اپنے ساتھ لے گئے تھے۔ حضرت ام رومان رضی اللہ عنہا کے دل میں صرف یہی تمنا موجزن تھی کہ رسول اقدس ﷺ اور صدیق اکبر رضی اللہ عنہ امن وسلامتی سے اپنی منزل پر پہنچ جائیں۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے مدینہ منورہ پہنچنے کے بعد زید بن حارثہ اور ابو رافع کو بھیجا تاکہ اہل خانہ کو لے آئیں۔ حضرت ام رومان رضی اللہ عنہا اور ان کی لاڈلی بیٹی سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ایک اونٹ پر سوار ہوئیں۔ راستے میں اونٹ بھڑک گیا۔ اس نے بے قابو

ہوکر اچھلنا کودنا شروع کر دیا- اس نازک اور خطرناک صورت حال کو دیکھ کر حضرت ام رومان رضی اللہ عنہا بہت زیادہ گھبرا گئیں- اپنی جان کی انہیں اتنی پرواہ نہ تھی- اپنی پیاری بیٹی سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی بلائیں لیتی ہوئیں واہ ابنتاہُ وعروساہ کے الفاظ بار بار با آواز بلند دہرانے لگیں کہ ہائے میری پیاری بیٹی ہائے میری پیاری دلہن- اتنے میں کسی نے آواز دی کہ اونٹ کی مہار چھوڑ دو جب اونٹ کی مہار چھوڑ دی گئی تو وہ سکون سے کھڑا ہو گیا- اس طرح ماں بیٹی پیش آنے والے خطرے سے بچ گئیں-

مدینہ منورہ پہنچ کر اس گھر میں قیام کیا جو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اپنے اہل خانہ کی رہائش کے لئے تیار کرلیا تھا- سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی رخصتی غزوۂ بدر کے بعد ماہ شوال میں ہوئی تھی- اس طرح یہ گھر وحی الٰہی کے نزول کا مرکز بن گیا- حضرت ام رومان رضی اللہ عنہا نے اپنی لاڈلی بیٹی کے ام المؤمنین کا اعزاز حاصل کرنے پر انتہائی مسرت کا اظہار کیا- بیٹی کی خوش نصیبی ہمیشہ والدین کے لئے دلی مسرت وشادمانی کا باعث بنتی ہے- اس سے بڑھ کر اور کیا سرفرازی ہوسکتی ہے کہ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو کاشانہ نبوت کی شمع فروزاں بننے کی سعادت حاصل ہوئی-

* * *

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر جب منافقین نے بہتان عظیم باندھا تو مدینہ منورہ میں ایک ارتعاش پیدا ہوا- مسلمانوں میں ہر طرف سراسیمگی پھیل گئی- سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو جب ام مسطح کے ذریعے معلوم ہوا تو بے اختیار رونے لگی رسول اقدس ﷺ سے اجازت لے کر میکے چلی گئی- اپنی والدہ ام رومان رضی اللہ عنہا کو صورت حال سے آگاہ کیا تو وہ بھی رنج والم کی تصویر بن گئی رسول اقدس ﷺ خود بڑے پریشان تھے- ایک روز آپ سسرال تشریف لائے سیدہ عائشہ صدیقہؓ کو زاروقطار روتے دیکھا تو ارشاد فرمایا عائشہؓ اگر کوئی غلطی ہوگئی ہے تو صدق

دل سے توبہ کرلو، اللہ تعالیٰ معاف کرنے والا مہربان ہے اور اگر کوئی جرم سرزد نہیں ہوا تو غم نہ کرو اللہ یقیناً تجھے بری کردے گا۔ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے والدہ سے کہا اماں جان کوئی جواب دو۔ وہ خاموش! پھر حضرت صدیق اکبرؓ سے مخاطب ہو کر کہنے لگی ابا جان آپ ہی کوئی تسلی بخش جواب دیں۔ وہ بھی خاموش! پھر آپ خود اٹھ کر بیٹھ گئیں، آنسو یک دم خشک ہو گئے، فرمایا:

اگر میں یہ کہوں میں بالکل بے گناہ ہوں . اور میرا اللہ جانتا ہے کہ میں بے گناہ ہوں ..... آپ میری بات کو تسلیم نہیں کریں گے۔ اگر میں جرم کا اعتراف کر لیتی ہوں تو آپ مطمئن ہو جائیں گے لیکن میرا یہ اعتراف خلاف واقعہ ہوگا۔ میں تو آج حضرت یوسف علیہ السلام کے والد کا وہ جواب ہی دوں گی جو اس نے اپنے بیٹوں کے سامنے بے بسی کے عالم میں دیا تھا۔

﴿ فَصَبْرٌ جَمِيلٌ وَاللَّهُ الْمُسْتَعَانُ عَلَى مَا تَصِفُونَ ﴾

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں اس روز اتنی پریشان تھی کہ میرے ذہن میں حضرت یوسف علیہ السلام کے والد حضرت یعقوب علیہ السلام کا نام نہیں آ رہا تھا۔ یہ باتیں ابھی ہو رہی تھیں کہ رسول اللہ ﷺ پر وحی نازل ہونا شروع ہو گئی۔ جب وحی کا سلسلہ ختم ہو گیا تو آپ نے مسکراتے ہوئے کہا عائشہ خوش ہو جاؤ اللہ نے تیری برأت کے لئے وحی نازل کی ہے۔ حضرت ام رومان رضی اللہ عنہا نے جب سنا کہ میری لاڈلی بیٹی کے حق میں آسمان سے وحی نازل ہوئی ہے تو خوشی کی کوئی انتہا نہ رہی۔ کہا بیٹا اٹھو اور اپنے سرتاج کا شکریہ ادا کرو۔ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا تو آج میں اس ذات کا شکریہ ادا کروں گی جس نے میری برأت کا اعلان کیا۔ جو گھر تھوڑی دیر پہلے رنج والم اور غم و اندوہ کا مرکز بنا ہوا تھا وہ مسرت و شادمانی کا گہوارہ بن گیا۔

اس واقعہ کی تفصیل اسی کتاب کے شروع میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے تذکرے میں ملاحظہ کریں۔

حضرت ام رومان رضی اللہ عنہا عبادت گذار شب زندہ دار خاتون تھی۔ اکثر و بیشتر اوقات عبادت میں مصروف رہتی۔ اپنے خاوند کی بھی بڑی خدمت گذار تھی' اللہ اور اس کے رسول علیہ السلام کی رضا حاصل کرنا ہر دم اس کے پیش نظر رہتا۔ نماز بہت دل لگا کر پڑھتی فرماتی ہیں کہ ایک روز میں نماز پڑھ رہی تھی' میرے سرتاج گھر تشریف لائے' مجھے نماز کی حالت میں دیکھ کر ارشاد فرمایا۔

"نماز کے دوران جسم پر سکون رہنا چاہئے۔ جسم کا پر سکون رہنا نماز کی تکمیل کا باعث بنتا ہے۔"

علی بن بلبان مقدسی کی کتاب تحفۃ الصدیق فی فضائل ابی بکر صدیق اور علامہ ذہبی کی کتاب سیر اعلام النبلاء میں مذکور ہے کہ ایک روز حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت ام رومان رضی اللہ عنہا رسول اقدس ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے۔ آپ نے پوچھا کیسے آنا ہوا؟

دونوں نے بیک زبان عرض کی "یارسول اللہ ﷺ عائشہؓ کے لئے دعا کیجئے"

آپ نے یہ دعا کی

«اللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِعَائِشَةَ بِنْتِ اَبِیْ بَكْرٍ مَغْفِرَةً ظَاهِرَةً وَ بَاطِنَةً لَا يُغَادِرُهَا ذَنْبٌ»

"الٰہی عائشہ بنت ابی بکرؓ کو ظاہراور باطناً ایسا بخش دے کہ کوئی گناہ باقی نہ رہے۔"

جب آپ نے دونوں کو بہت زیادہ خوش دیکھا تو ارشاد فرمایا:

"میری یہ دعا ہر اس خوش نصیب کے لئے ہے جس نے میری بعثت کے بعد اسلام قبول کیا اور آج تک وہ اس پر کاربند ہے۔"

نبی اکرم ﷺ حضرت ام رومان رضی اللہ عنہا کا غایت درجہ احترام کیا کرتے تھے۔ حضرت ام رومان رضی اللہ عنہا بھی رسول اقدس ﷺ کی خوشی کو حد درجہ مقدم

رکھتیں۔ نہایت خوشگوار ماحول تھا لیکن ایک روز ایسا ہوا کہ رسول اقدس ﷺ نے حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کی انتہائی خوبصورت انداز میں تعریف کی۔ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے نہ رہا گیا۔ کہنے لگیں کہ آپ خدیجۃ الکبریٰ کا یوں تذکرہ کر رہے ہیں جیسے روئے زمین پر اس کے علاوہ کوئی عورت ہے ہی نہیں۔ آپ کو یہ بات ناگوار گذری۔ غصے سے چہرے کا رنگ سرخ ہو گیا۔ حضرت ام رومان رضی اللہ عنہا کو پتہ چلا تو آپ کی خدمت میں حاضر ہو گئیں اور عرض کی یا رسول اللہ عائشہ ابھی چھوٹی عمر کی ہے آپ اس کی باتوں کو محسوس نہ فرمایا کریں۔ آپ نے ذرا سختی کا لہجہ اختیار کرتے ہوئے عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو مخاطب ہو کر ارشاد فرمایا:

«الست القائلة كأنما ليس على وجه الارض امرأة الا خديجة؟ والله لقد آمنت بي اذ كفر بي قومك و رزقت منها الولد وحرمتموه»

"کیا تو نے یہ نہیں کہا گویا روئے زمین پر خدیجہ کے علاوہ کوئی عورت ہے ہی نہیں؟ بخدا! مجھ پر وہ اس وقت ایمان لائی جب تیری قوم نے میرا انکار کیا اس سے مجھے اولاد کی نعمت میسر آئی جب کہ تم اس سے محروم رہی ہو۔"

حضرت ام رومان رضی اللہ عنہا یہ صورت حال دیکھ کر بالکل خاموش رہیں اور کچھ نہ کہا کیونکہ وہ جانتی تھیں کہ آپ جو بھی بات کرتے ہیں وحی الٰہی کی بنیاد پر کرتے ہیں۔

﴿وما ينطق عن الهوى ان هو الا وحي يوحى﴾

"آپ اپنی خواہش سے کوئی بات نہیں کرتے۔ آپ وحی کی بنیاد پر گفتگو فرماتے ہیں۔"

* * *

حضرت ام رومان رضی اللہ عنہا ۶ ہجری کو وفات پا گئیں۔ ان کی قبر میں رسول

قبر میں بنفس نفیس اترے اور ان کے لئے مغفرت کی دعا کی۔ یاد رہے ام رومان رضی اللہ عنہا کے لئے یہ بہت بڑا اعزاز ہے۔ آپ نے اس موقع پر یہ ارشاد بھی فرمایا:

من سرہ ان ینظر الی امرأۃ من الحور العین فلینظر الی ام رومان

"جو کوئی جنت کی حور کو دیکھنا چاہتا ہے وہ ام رومان کو دیکھ لے۔"

آپ نے اس فرمان میں حضرت ام رومان رضی اللہ عنہا کے لئے جنت کی بشارت کا پیغام دے دیا۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ حضرت ام رومان رضی اللہ عنہا کی قبر پر نور کی بارش برسائے۔ اللہ تعالیٰ نے سچ فرمایا:

﴿ان الذین آمنوا و عملوا الصالحات و اخبتوا الی ربھم اولئک اصحاب الجنۃ ھم فیھا خالدون﴾ (ھود: ۲۳)

☆ ☆ ☆

حضرت ام رومان رضی اللہ عنہا کے مفصل حالات زندگی معلوم کرنے کے لئے درج ذیل کتابوں کا مطالعہ کریں۔

۱- طبقات ابن سعد ۲۷۷/۸

۲- کنز العمال ۱۴۳/۱۲

۳- السیرۃ الحلبیۃ ۲۷۴/۲

۴- انساب الاشراف ۴۳۰/۱

۵- المجتنی ابن الجوزی ۱۰۳

۶- معجم البلدان ۴۷۳/۱

۷- الاستیعاب ۴۳۱/۴

۸- وفاء الوفاء ۸۹۱/۳

۹- تحفۃ الصدیق فی فضائل

ابی بکر صدیق ۳/۹۷

۱۰۔ حیاۃ الصحابۃ ۳/۱۳۷

۱۱۔ البدایۃ والنہایۃ ۳/۱۳۰، ۲۲۱

۱۲۔ تہذیب الاسماء واللغات ۲/۱۸۳

۱۳۔ الاصابۃ ۴/۴۳۳

حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا

"اس ایک کمر بند کے بدلے تجھے جنت میں دو کمر بند عطا کیے جائیں گے۔" (فرمان نبوی)

سیدالمرسلین ﷺ کی مطاہر نسبتی ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی ہمشیرہ، صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی دختر نیک اختر، ام الخیر سلمٰی بنت صخر کی پوتی، ام فروہؓ، قریبہؓ اور ام عامرؓ کی بھتیجی، یہ تینوں عظیم المرتبت صحابیات ہیں اور تینوں سیدنا حضرت ابو قحافہؓ کی بیٹیاں اور سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی ہمشیرگان ہیں۔ حواری رسول اقدسؐ اور لسانِ رسالت سے جنت کی بشارت پانے والے جلیل القدر صحابی حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ کی رفیقۂ حیات، جلیل القدر صحابی حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کی والدہ ماجدہ، سفر ہجرت کی رازدان اور زادِ سفر تیار کر کے لسانِ رسالت سے جنت کی بشارت پانے والی خوش نصیب صحابیہؓ، خود صحابیہ، بھائی صحابی، دادا صحابی، بیٹا صحابی، ہمشیرہ ام المومنین، ہر طرف سے سعادت بھری نسبتوں کا یہ عظیم الشان اعزاز ایسا ہے جس میں حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا منفرد نظر آتی ہیں۔ آیئے اس عظیم المرتبت خاتونِ جنت کا دلپذیر تذکرہ کرتے ہوئے اپنے ایمان کو تازہ کریں۔

* * *

حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا ہجرت سے ستائیس سال پہلے مکہ معظمہ میں پیدا ہوئیں۔ اس وقت حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی عمر صرف اکیس برس تھی۔ ان کی والدہ کا نام قتیلہ [illegible] عزیٰ تھا۔ زمانہ جاہلیت میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اس سے شادی کی جس سے اسماء اور عبداللہ پیدا ہوئے۔ ظہورِ اسلام سے پہلے ہی اسے طلاق دے دی تھی۔ ایک عرصہ تک وہ غیر مسلم ہی رہی لیکن فتح مکہ کے بعد اس نے اسلام قبول کر لیا تھا۔ حضرت اسماءؓ اپنے ابا جان کی وساطت سے دائرہ

اسلام میں داخل ہوئیں۔ دین و دانش، فہم و بصیرت، جرأت، شجاعت، صدق و صفا اور جود و سخا میں یکتائے روزگار تھیں۔ ہمت، جرأت ایسی تھی کہ رات کی تاریکی میں پہاڑ کی غار ثور میں کھانا پہنچاتی تھیں جب کہ سید المرسلین ﷺ اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ وہاں سفر ہجرت کے دوران حفاظتی اقدامات اختیار کرتے ہوئے ٹھہرے ہوئے تھے۔ قریش مکہ نے آپ کو بہت تلاش کیا، پکڑ کر لانے والے کے لئے بھاری انعام کا اعلان کیا لیکن کہیں کوئی سراغ نہ ملا۔ تلاش بسیار کے بعد ابو جہل پھنکارتا ہوا حضرت صدیق اکبر کے گھر آیا۔ دروازے پر دستک دی۔ حضرت اسماءؓ باہر تشریف لائیں

پوچھا: تمہارا والد کہاں ہے؟

کہا: مجھے کیا معلوم؟

اس نے خبث باطن کا بھرپور مظاہرہ کرتے ہوئے ایک زوردار طمانچہ منہ پر رسید کیا جس سے ان کے کان کی ایک بالی نیچے گر گئی۔ لیکن راز کو چھپانے کے لئے یہ ظلم و ستم پورے صبر و تحمل اور کمال استقلال سے برداشت کیا۔

* * *

جب سید المرسلین ﷺ کو اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی جانب سے ہجرت کا حکم ملا تو آپ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے گھر تشریف لائے اور سفر کے لئے تیاری کا حکم دیا۔ زاد سفر تیار کیا گیا، کھانا چمڑے کے ایک تھیلے میں رکھا گیا لیکن اس کا منہ باندھنے کے لئے گھر میں کوئی رسی موجود نہ تھی۔ رازداری کا تقاضا تھا کہ کسی سے مانگی بھی نہ جائے تو حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نے اپنا کمربند دو حصوں میں تقسیم کیا۔ ایک سے تھیلے کا منہ باندھ دیا۔ کمربند کو عربی زبان میں نطاق کہتے ہیں۔ اسی مناسبت سے آپ کا لقب ذات النطاقین مشہور ہو گیا۔ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کا یہ ایثار دیکھ کر رسول اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا:

ان لک بھما نطاقین فی الجنۃ

"یقیناً تیرے لئے اس کے بدلے جنت میں دو کمربند عطا کئے جائیں

سکے۔"

اس ارشاد گرامی میں حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کے لئے جنت کی بشارت سنائی گئی۔ یہ عزت، یہ عظمت اور یہ بلند مقام ------- اللہ اللہ۔

این سعادت بزور بازو نیست

تانہ بخشد خدائے بخشندہ

❊ ❊ ❊

حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کی شادی حواری رسولؐ حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ سے ہوئی۔ یہ حضرت صفیہ بنت عبدالمطلب کے بیٹے تھے۔ جب نکاح ہوا تو ان کے پاس رہنے کے لئے ایک گھر، ایک تلوار اور ایک گھوڑا تھا، گھوڑے کی دیکھ بھال کرنا اور اسے چارہ کھلانا حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کے ذمے تھا۔ حضرت زبیرؓ طبیعت کے بہت تیز اور بڑے غصیلے تھے۔ ایک روز حضرت اسماء رضی اللہ عنہا چارے کی گٹھڑی سر پر اٹھائے پیدل چلی آرہی تھیں۔ رسول اقدس ﷺ نے اسے دیکھتے ہی اپنی اونٹنی بٹھا دی تاکہ یہ سوار ہو جائے لیکن حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نے شرماتے ہوئے اور اپنے خاوند کی غصیلی طبیعت کو پیش نظر رکھتے ہوئے پیدل چلنے کو ہی ترجیح دی۔ گھر آکر حضرت زبیرؓ کو واقعہ سنایا تو انہوں نے کہا کیا کہنے۔ گٹھڑی سر پر اٹھانے سے تو سوار ہونا کہیں بہتر تھا۔

حضرت اسماء رضی اللہ عنہا ہجرت کر کے جب مدینہ منورہ کے قریب وادی قبا میں پہنچیں تو عبداللہ بن زبیرؓ پیدا ہوئے۔ ان کی پیدائش سے مسلمانوں میں خوشی کی لہر دوڑ گئی کیونکہ کافی عرصے سے مسلمانوں میں نرینہ اولاد نہ ہو رہی تھی۔ جس سے کفار نے تمسخرانہ خوشی سے بغلیں بجانا شروع کر دی تھیں۔ گھر گھر یہ باتیں ہو رہی تھیں کہ اب مسلمانوں میں بیٹوں کا پیدا ہونا بند ہو چکا ہے۔ لہٰذا اب یہ از خود ختم ہو جائیں گے۔ جب عبداللہ بن زبیرؓ پیدا ہوئے تو مسلمانوں کے چہرے خوشی سے تمتما اٹھے۔ رسول اقدس ﷺ بھی نومولود کی خبر سن کر بہت خوش ہوئے۔ اسے گود میں

لیا' اہل خانہ کو مبارکباد دی- اپنے دہن مبارک سے اسے گھٹی دی- اس طرح سید المرسلین رحمۃ للعالمین ﷺ کا لعاب مبارک عبداللہ کے بطن میں گیا- یہ ایک ایسی سعادت ہے جس پر جتنا بھی ناز کیا جائے کم ہے-

* * *

سید المرسلین ﷺ اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ جب ہجرت کے سفر پر روانہ ہو گئے تو سیدہ اسماء رضی اللہ عنہا کے دادا حضرت ابو قحافہ ---- جن کی بینائی بڑھاپے کی وجہ سے ختم ہو چکی تھی---- انہیں پتہ چلا کہ میرا ہونہار بیٹا داغ مفارقت دے کر کسی دوسرے شہر آباد ہونے کے لئے چلا گیا ہے تو بہت افسردہ ہوئے- حضرت اسماءؓ سے پوچھا کیا اخراجات کے لئے کچھ دے گئے ہیں؟ فرماتی ہیں کہ گھر میں پانچ یا چھ ہزار دینار تھے جو ابا جان سفر کی اخراجات کے لئے اپنے ساتھ لے گئے تھے لیکن میں نے دادا جان کو تسلی دیتے ہوئے کہا آپ فکر نہ کریں گھر میں اللہ کا دیا سب کچھ ہے' کسی چیز کی کمی نہیں- چونکہ وہ نابینا تھے' میں نے صرف انہیں مطمئن کرنے کے لئے ایک تدبیر اختیار کی- گھر میں ایک گڑھا کھود کر اس میں دینار کے سائز کی ٹھیکریاں بنا کر رکھ دیں اور اوپر ایک کپڑا بچھا دیا- دادا جان کا ہاتھ پکڑ کر اس پر لگایا تو وہ بہت خوش ہوئے کہ میرے بیٹے نے بہت عقلمندی اور ہمدردی کا ثبوت دیا ہے- حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نے یہ طرز عمل محض اپنے بزرگ دادا جان کو مطمئن کرنے کے لئے کیا تھا ورنہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اللہ رب العزت کی ذات اقدس پر کامل بھروسہ کرتے ہوئے گھر کی مکمل پونجی اللہ کی راہ میں صرف کرنے کے لئے اپنے ہمراہ لے لی تھی-

* * *

حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کے فرزند ارجمند حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما جب جوان ہوئے تو علم و فضل' فہم و فراست اور جرأت و شجاعت کے پیکر بنے- حضرت اسماء اپنے بیٹے کے گھر قیام پذیر ہوئیں کیونکہ زبیر بن عوام نے انہیں طلاق

دے دی تھی- حضرت عبداللہ بن زبیرؓ مدینہ منورہ سے مکہ معظمہ منتقل ہو گئے- اماں جان کو بھی اپنے ہمراہ لے گئے- بنو امیہ کی خلافت کو تسلیم نہ کیا بلکہ ان کے مقابلے میں اپنی خلافت کی صدا بلند کی- چونکہ لوگ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کے علم و فضل' جرأت و شجاعت اور عظمت و جلالت کے معترف تھے' اس لئے اکثریت نے ان کی خلافت کو قبول کر لیا لیکن جب عبدالملک بن مروان تخت نشین ہوا تو اس نے بعض صوبوں پر قبضہ کر لیا- حجاج بن یوسف کو اپنا نمائندہ بنا کر حجاز کی طرف بھیجا- اس نے شامی فوجوں کی قیادت کرتے ہوئے مکہ معظمہ کا محاصرہ کر لیا- چاروں طرف سے مکہ معظمہ پر یلغار کر دی- گھمسان کا رن پڑا- لڑائی دوبدو شروع ہو گئی- حضرت عبداللہ بن زبیرؓ اپنی والدہ ماجدہ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کے پاس آئے' سلام عرض کی- وہ بخار میں مبتلا تھیں- حال پوچھا' فرمایا بیٹا بیمار ہوں' عرض کی اماں جان انسان جب فوت ہو جاتا ہے تو اسے آرام میسر آ جاتا ہے- اماں جان نے اپنے لاڈلے بیٹے کی بات پر مسکراتے ہوئے کہا میرے لعل جیتے رہو! کیا میری موت کی تمنا ہے؟ میں ابھی مرنا نہیں چاہتی- میں اب تمہارا انجام دیکھنا چاہتی ہوں- تجھے شہادت نصیب ہوئی تو میں صبر کروں گی- اس معرکے میں اگر تم نے اپنے دشمن کو پچھاڑ دیا تو مجھے خوشی ہو گی-

مکہ معظمہ میں حجاج کی فوج کے ساتھ زوردار معرکہ جاری تھا- حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کے ساتھی پسپائی اختیار کرنے لگے- صورت حال جب زیادہ بگڑ گئی تو اماں جان کی خدمت میں حاضر ہوئے- وہ اس وقت مسجد میں تشریف فرما تھیں- عرض کی اماں جان اب میرے لئے کیا حکم ہے؟ کیا ہتھیار پھینک دوں؟ ارشاد فرمایا بیٹا اگر حق پر ہو تو جان کی پرواہ نہ کرو- اماں جان سے کہا مجھے اندیشہ ہے کہ یہ لوگ مجھے قتل کرنے کے بعد میرے جسم کے ٹکڑے کر دیں گے- فرمایا بیٹا اس سے کیا ہوتا ہے؟ بکری جب ذبح ہو جاتی ہے تو اس کی کھال اترنے سے اس کو کوئی تکلیف نہیں ہوتی- بیٹا قتل کے خوف سے ذلت آمیز صلح کرنا جواں مردوں کو زیب نہیں

دینا- اماں جان کی یہ بات سن کر حضرت عبداللہ بن زبیرؓ پورے جوش و جذبے سے میدان میں اترے اور لڑتے ہوئے آگے بڑھتے گئے- چونکہ مقابلے میں دشمن زور آور اور زیادہ تعداد میں تھا آخر کار میدان جنگ میں جام شہادت نوش کیا- ظالم حجاج بن یوسف نے ان کی لاش کو سولی پر لٹکا دیا- تیسرے دن حضرت اسماء رضی اللہ عنہا اپنے شہید، مظلوم اور عظیم لخت جگر بیٹے کے پاس آئیں- چونکہ دکھائی نہیں دیتا تھا لہٰذا کنیز کے تعاون سے لاشے کو ہاتھ لگایا اور آہ بھرتے ہوئے کہا: کیا میرے لاڈلے سوار کا گھوڑے سے اترنے کا ابھی وقت نہیں آیا؟! انتہائی صبر و استقلال سے اس صدمے کو برداشت کیا-

حجاج نے دیکھا کہ ماں اپنے بیٹے کے لاشے کے پاس کھڑی ہے- قاصد کو بھیجا کہ اسے میرے پاس بلا لاؤ- اس نے جا کر اماں جان کو پیغام دیا کہ آپ کو حجاج بن یوسف بلا رہا ہے- اماں جان نے نفرت بھرے انداز سے کہا جاؤ میں اپنے بیٹے کے قاتل کے پاس نہیں جاؤں گی- قاصد نے جا کر بتا دیا کہ انہوں نے آنے سے صاف انکار کر دیا ہے- حجاج بن یوسف نے دوبارہ پیغام بھیجا کہ اگر نہیں آؤ گی تو میں ایک ایسا جلاد بھیجوں گا جو بالوں سے گھسیٹ کر میرے پاس لے آئے گا- حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نے ظالمانہ پیغام سن کر بھی کمال جرأت اور بے نیازی کا انداز اختیار کرتے ہوئے کہا کہ میں اس ناہنجار، بدبخت، اور شر کینہ شخص کے پاس نہیں جاؤں گی، یہ میرا اٹل فیصلہ ہے- جاؤ اس کو جا کر کہہ دو جو تیر آزمانا چاہتا ہے آزما لے- پیغام رساں نے واپس آ کر حجاج کو صورت حال سے آگاہ کیا- جب اس نے دیکھا کہ اس کی دھمکی بھی کارگر ثابت نہیں ہوئی تو خود حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کے پاس آیا- حجاج نے کہا بوڑھی اماں دیکھ لیا اپنے لاڈلے کا انجام، میں نے آج اس کا کیا حشر کیا ہے؟ اماں جان نے کہا ظالم تو نے اس کی دنیا بگاڑی اور اس نے تیری آخرت بگاڑ دی اور ساتھ ہی یہ فرمایا کہ میں نے ایک روز رسول اقدس ﷺ کی زبان مبارک سے سنا تھا کہ بنو ثقیف میں ایک کذاب اور ظالم پیدا ہو گا تو وہ آج میں نے تیرے روپ میں دیکھ لیا- حجاج یہ بات سن

کر وہاں سے کان لپیٹ کر چلا گیا۔ عبد الملک بن مروان کے حکم نامے کے مطابق چند
دنوں کے بعد حجاج نے لاش سولی سے اتار کر قبرستان میں پھینک دی۔

حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نے وہاں سے لاش کو گھر منگوا کر غسل دیا' کفن
پہنایا نماز جنازہ پڑھی اور میت کو قبر میں دفن کیا۔ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا ایک روز
اپنی کنیز کو ساتھ لے کر بیت اللہ تشریف لائیں۔ معلوم ہوا کہ حجاج منبر پر بیٹھا
خطاب کر رہا ہے۔ آپ جرأت و شجاعت کا انداز اختیار کرتے ہوئے منبر کے پاس جا کر
کھڑی ہو گئیں۔ حجاج نے اماں جان کو سامنے دیکھتے ہی کہا تیرے بیٹے نے اللہ کے گھر
میں الحاد پھیلایا تھا' اس لئے اللہ نے اسے دردناک سزا دی۔ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا
نے برجستہ جواب دیا میرا بیٹا ملحد نہ تھا وہ تو کمال درجے کا عالم' فاضل' عبادت گذار'
امت کا خیر خواہ اور صدق و امانت کا علمبردار تھا۔ تو خود جھوٹا' مکار' اور دغاباز ہے' اللہ
کے قہر سے ڈر' اس کی لاٹھی بڑی بے آواز ہوتی ہے۔ حجاج بن یوسف نے اماں جان
کی بات سنی ان سنی کرتے ہوئے کہا:

> "لوگو! میں اعتراف کرتا ہوں کہ عبد اللہ بن زبیرؓ امت مسلمہ کا ایک
> بہترین فرد تھا' لیکن جب اس کے دل میں اقتدار حاصل کرنے کا شوق پیدا
> ہوا' اس نے امت کا شیرازہ بکھیرتے ہوئے حرم شریف میں فساد برپا کیا تو
> اللہ تعالیٰ نے اسے دردناک سزا سے دوچار کیا"

پھر کہا:

> "لوگو! آپ کو معلوم ہے کہ آدم علیہ السلام عبد اللہ بن زبیرؓ سے زیادہ معزز
> اور برگزیدہ تھے۔ انہیں اللہ تعالیٰ نے جنت کے پر سکون ماحول میں آرام
> سے زندگی بسر کرنے کا حکم دیا لیکن جب انہوں نے ممنوعہ شجر کا پھل کھایا
> تو انہیں جنت سے نکال دیا گیا۔ بلاشبہ جنت حرم کعبہ سے کہیں بہتر مقام
> تھا۔"

پھر گرجدار آواز میں کہا کہ نماز کے لئے تیار ہو جاؤ۔ حضرت عبد اللہ بن عمر

رضی اللہ عنہما بھی سامعین میں موجود تھے۔ وہ اٹھے اور بلند آواز میں کہا:

"اے حجاج اگر میں تجھے یہ کہوں کہ تو بڑا کذاب، مکار، عیار اور ظالم ہے تو میری یہ بات خلاف واقعہ نہیں ہوگی۔ اللہ تعالیٰ کی قسم عبداللہ بن زبیرؓ نے اللہ تعالیٰ کے احکام کے خلاف زندگی بھر کوئی قدم نہیں اٹھایا۔ آج برسر عام میں یہ گواہی دیتا ہوں کہ وہ روزہ دار، عبادت گزار اور شب زندہ دار انسان تھا۔ ہمیشہ اس نے حق کا ساتھ دیا اور حق کا پرچم تھاما۔"

پھر حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کے لاشے کے پاس آئے جو سولی پر الٹا لٹکا ہوا تھا۔ دیکھ کر کانپ اٹھے۔ آنسوؤں کی جھڑی لگ گئی۔ غم میں ڈوبے ہوئے لرزتی آواز میں کہا:

السلام علیک یا ابو خبیبؓ السلام علیک یا ابو خبیب

یاد رہے ابو خبیبؓ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کی کنیت تھی۔ پھر لاشے کو دیکھتے ہوئے فرمایا "اللہ کی قسم میں تجھے روکا کرتا تھا کہ حصول اقتدار کے چکر میں نہ پڑو۔ حصول اقتدار کی کوشش بعض اوقات بڑے بڑوں کی عزت کو خاک میں ملا دیتی ہے۔ اچھا اب اللہ کے حوالے اللہ تعالیٰ تجھے اپنی جوار رحمت میں جگہ دے۔"

دربار حکومت شام سے حجاج بن یوسف کے نام سرکاری پیغام آیا کہ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کی والدہ کے پاس بذات خود جاؤ اور ان سے کہو کہ اگر کوئی مطالبہ ہو تو ارشاد فرمائیں کوئی ضرورت ہو تو بتائیں حکومت اسے پورا کرنے میں خوشی محسوس کرے گی۔ حجاج بن یوسف حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کے گھر پہنچا۔ فرمانروائے حکومت عبدالملک بن مروان کا سرکاری پیغام سنایا۔ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا یہ بات سنتے ہی آگ بگولہ ہو گئیں اور گرجدار آواز میں ارشاد فرمایا: ارے بدبخت نکل جا میرے گھر سے مجھے کسی چیز کی کوئی ضرورت نہیں۔ میں تمہاری پیشکش جوتی کی نوک سے ٹھکراتی ہوں۔ بے غیرت تم میرے زخموں پر نمک پاشی کرنے کے لئے

آنے ہو ذبح ہو جایا یہاں سے اکر جنت میں تیرے وجود کو اس دھرتی پر بوجھ اور منحوس سمجھتی ہوں۔ حجاج مایوس ہو کر نکلا اور سر جھکائے واپس چلا گیا۔

٭٭٭

حضرت اسماء رضی اللہ عنہا پورے انہماک سے عبادت کیا کرتی تھیں۔ حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک روز جب میں گھر آیا تو دیکھا کہ میری بیوی اسماءؓ نماز پڑھ رہی ہے اور بار بار

﴿فمن الله علينا ووقانا عذاب السموم﴾

"تو اللہ نے ہم پر احسان کیا اور ہمیں جھلسا دینے والی ہوا کے عذاب سے بچا لیا"

آیت پڑھ رہی ہے اور زار و قطار رو رہی ہے۔ میں اسے عبادت میں منہمک دیکھ کر بازار چلا گیا۔ کافی دیر بعد جب دوبارہ واپس آیا تو یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ وہ بدستور اسی طرح عبادت میں مصروف ہے۔

حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کا حافظہ بہت تیز تھا۔ جو بات ایک دفعہ سن لیتیں مدتوں یاد رہتی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا حضرت ام سلمہؓ حضرت اسماء بنت یزید بن سکن انصاریہ کی طرح ان سے بہت سی احادیث مروی ہیں۔ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا سے بہت سے صحابہ کرامؓ اور تابعین عظامؒ نے احادیث روایت کی ہیں۔ جن میں عبداللہ بن زبیرؓ عروہ بن زبیرؓ عبداللہ بن عباسؓ فاطمہ بنت منذر بن زبیر اور عبداللہ بن کیسان قابل ذکر ہیں۔ حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا نے سو سال عمر گذار کر ۷۳ ہجری میں وفات پائی۔ اس عمر میں بھی حافظہ اور دانت صحیح سالم تھے۔

اللہ ان سے راضی اور یہ اپنے اللہ سے راضی

٭٭٭

حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما کے مفصل حالات زندگی معلوم کرنے کے لئے درج ذیل کتابوں کا مطالعہ کریں۔

١ - الاستيعاب ٤/٤٢٩

٢ - طبقات ابن سعد ٨/٢٤٩

٣ - سير اعلام النبلاء ٢/٢٨٨

٤ - الرياض النضره ١/١٥٢

٥ - سيرة ابن هشام ١/٤٨٥

٦ - صحيح البخاري ٧/١٨٧، ١٨٠

٧ - دلائل النبوة ٢/٦٧٤

٨ - تهذيب الاسماء واللغات ٢/١٧٣

٩ - تهذيب التهذيب ١٢/٣٩٧

١٠ - صفة الصفوة ٢/٥٨

١١ - السيرة الحلبية ٢/٢١٣، ٢١٤

١٢ - انساب الاشراف ١/٢٦١

١٣ - تاريخ الاسلام ذهبی ١/٣٢٧

١٤ - تاريخ الطبری ٢/١٠

١٥ - العقد الفريد ٤/٤١٩

١٦ - الاستبصار ١٢٢ - ١٢٣

١٧ - زاد المعاد ٥/١٨٧

١٨ - الدر المنثور ٧/٦٣٥

١٩ - شفاء الغرام ١/٤١٥

٢٠ - در السحابه امام شوکانی ٥٤٧

حضرت سمیہ بنت خباط رضی اللہ عنہا

"اے آل یاسر صبر کرو تمہارا ٹھکانہ جنت ہے۔"

(فرمان رسول ﷺ)

واپس سے تین بھائی مکہ معظمہ پہنچے۔ کچھ دیر یہاں ٹھہرے' لوگوں کا طرز معاشرت دیکھا' مکے کی گلیوں کے نشیب و فراز سے لطف اندوز ہوئے۔ ان میں سے ایک کا نام یاسر دوسرے کا حارث اور تیسرے کا مالک تھا۔ حارث اور مالک تو چند دن گذار کر واپس یمن چلے گئے لیکن یاسر کو مکہ معظمہ اتنا پسند آیا کہ اس نے واپس جانے سے انکار کر دیا اور مستقل یہیں سکونت اختیار کر لی۔ اور اس وقت کے دستور کے مطابق ابو حذیفہ بن عبداللہ مخزومی کی ضمانت حاصل کرتے ہوئے اس کے حلیف بن گئے۔ ان کے روز بروز باہمی تعلقات خوشگوار ہوتے گئے۔ ابو حذیفہ کے پاس ایک انتہائی سلیقہ شعار لونڈی تھی جس کا نام سمیہ تھا۔ اس کی شادی یاسر کے ساتھ کر دی گئی۔ میاں بیوی ہنسی خوشی زندگی گذارنے لگے۔ اللہ تعالٰی نے بیٹا عطا کیا جس کا نام عمار رکھا گیا۔ ابو حذیفہ نے محبت' شفقت' ہمدردی اور سخاوت کا مظاہرہ کرتے ہوئے انہیں اپنی غلامی سے آزاد کر دیا تھا۔ اور مرتے دم تک ان کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آتے رہے' انہیں بھرپور مالی امداد بہم پہنچاتے رہے۔ اس جوڑے کو اللہ تعالٰی نے نرینہ اولاد سے نوازتے ہوئے دو اور بیٹے عطا کئے۔ ایک کا نام عبداللہ اور دوسرے کا حریث تھا۔ حریث کو قبل از اسلام کسی نے قتل کر دیا تھا۔ یہاں سے اس خاندان پر مصائب کا آغاز ہوا۔

جن سات افراد نے سب سے پہلے نور اسلام سے اپنے دلوں کو منور کیا ان میں حضرت سمیہ بنت خباط رضی اللہ عنہا کا بھی نام آتا ہے۔ ان کا شمار عظیم المرتبت صحابیات میں ہوتا ہے۔ اسلام کی بہت بڑی خوبی یہ ہے کہ اس میں نسلی' لسانی' علاقائی یا مالی حیثیت کو پیش نظر نہیں رکھا جاتا۔ یہاں شخصی عظمت کو دلی طہارت اور پاکیزگی

کے معیار پر پرکھا جاتا ہے۔ جسے شرعی اصطلاح میں تقویٰ کہتے ہیں' جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِندَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ﴾

"تم میں سے اللہ تعالیٰ کے ہاں زیادہ عزت والا وہ ہے جو زیادہ متقی اور پرہیزگار ہے۔"

اللہ رب العزت نے اپنے اس فرمان میں تقویٰ اور خدا ترسی کو معیارِ فضیلت قرار دیا ہے۔ جلیل القدر جرنیل صحابی حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کی قیادت میں جب لشکر اسلام مصر میں داخل ہوا تو مصر کا حکمران مقوقس خوف زدہ ہو گیا۔ اس نے لڑائی کی بجائے افہام و تفہیم کے لئے امیر لشکر کی طرف اپنا خصوصی نمائندہ وفد بھیجا اور ساتھ ہی اس خواہش کا اظہار کیا کہ لشکر اسلام سے ایک نمائندہ وفد ہمارے ساتھ گفتگو کے لئے بھیجا جائے تاکہ ہم خون خرابے کی بجائے پرامن حل تلاش کر سکیں۔ امیر لشکر حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے دس مجاہدین پر مشتمل ایک وفد شاہِ مصر مقوقس کے دربار میں بھیجا جس کا سربراہ حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کو بنایا گیا اور ارکان وفد کو یہ ہدایات دی گئیں کہ صرف وفد کا سربراہ ہی گفتگو کرے گا باقی تمام خاموشی سے سنیں گے۔

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ کا رنگ بہت سیاہ تھا اور دراز قد تھے۔ ان کا قد تقریباً آٹھ فٹ تھا جب یہ شاہِ مقوقس سے ہمکلام ہونے کے لئے آگے بڑھے تو وہ انہیں دیکھ کر گھبرا گیا اور کہنے لگا اسے میرے سامنے سے ہٹا دو' کسی اور کو گفتگو کے لئے میرے سامنے لاؤ۔ یہ حقارت آمیز انداز دیکھ کر تمام ارکان وفد اٹھ کھڑے ہوئے۔ سب نے بیک زبان ہو کر کہا شاہِ مصر ذرا ہوش سے ہماری بات سنو۔ یہ ہمارا امیر ہے' ہم سب سے زیادہ صاحبِ علم و فضل ہے' ان میں گفتگو کا سلیقہ ہم سے زیادہ ہے' یہ سب سے بڑھ کر دانشمند اور زود فہم ہے۔ ہمارے ہاں انسان کے ظاہری رنگ اور شکل و صورت کو نہیں دیکھا جاتا بلکہ اس کے شخصی کمالات کو دیکھا جاتا ہے۔ ارکانِ وفد کی اپنے سربراہ کے بارے میں وکالت کا یہ انداز دیکھ کر شاہِ مصر نے کہا

ٹھیک ہے اگر تم اسے اپنا سردار مانتے ہو تو مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے۔ لیکن اس نے عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے کہا ذرا نرم لہجے میں بات کرنا ایسا نہ ہو کہ تمہاری زبان تلخ لہجہ اختیار کرے' یہ میرے لئے ناقابل برداشت ہوگا۔ ایک تو تمہارا ظاہر خوفناک ہے اور اوپر سے زبان کی تلخی ساری کسر نکال دے۔ تجھے دیکھ کر میرا دل کانپ رہا ہے۔ حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ نے شاہِ مصر کی گھبراہٹ کا اندازہ لگاتے ہوئے مسکرا کر ارشاد فرمایا ہمارے لشکر میں ایک ہزار ایسے مجاہدین شامل ہیں جن کا رنگ مجھ سے بھی زیادہ کالا ہے۔ یہ بات سن کر اس کے پسینے چھوٹ گئے۔

اسلام ہی تو وہ آفاقی مذہب ہے جس نے ان امتیازات کو خاک میں ملا دیا۔ حجۃ الوداع میں رسولِ اقدس ﷺ کا یہ پیغام پورے عالم انسانیت کے لئے ہے۔

«لَا فَضْلَ لِعَرَبِيٍّ عَلَى عَجَمِيٍّ وَلَا أَبْيَضَ عَلَى أَسْوَدَ إِلَّا بِالتَّقْوَى»

"کسی عربی کو عجمی پر اور کسی گورے کو کالے پر کوئی فضیلت نہیں ہے ہاں مگر معیارِ فضیلت تقویٰ ہے۔"

* * *

جن سات افراد نے سب سے پہلے اسلام کا اعلان کیا وہ یہ ہیں:

(۱) ہادیٔ برحق رسولِ اقدس ﷺ

(۲) حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ

(۳) حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ

(۴) حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا

(۵) حضرت سمیہ بنت خباط رضی اللہ عنہا

(۶) حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ

(۷) حضرت بلال بن ابی رباح رضی اللہ عنہ

قریش مکہ رسولِ اقدس ﷺ پر ان کے چچا ابوطالب کے رعب و دبدبہ کی وجہ سے ہاتھ نہ ڈال سکے اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے قبیلے کی مالی حیثیت اور

افرادی قوت آڑے آئی- لیکن باقی فرزندان اسلام کو قریش مکہ نے طرح طرح کے ظلم و ستم کی چکی میں پیسنے میں کوئی کسر باقی نہ چھوڑی-

* * *

حضرت سمیہ رضی اللہ عنہا' ان کا خاوند یاسر اور بیٹا عمار قریش کے ظلم و ستم کا بار بار نشانہ بنے- ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ کا بازار سے گذر ہوا- دیکھا کہ قریش ان تینوں پر ظلم ڈھا رہے ہیں- ایسی دردناک سزا دے رہے ہیں کہ جس سے دیکھنے والے کے رونگٹے کھڑے ہو جائیں لیکن بے بسی کا یہ عالم ہے کہ انہیں دشمن کے چنگل سے چھڑا نہیں سکتے- آپ نے انہیں دلاسہ دیتے ہوئے ارشاد فرمایا:

«صَبْرًا آلَ يَاسِرَ اِنَّ مَوْعِدَكُمُ الْجَنَّةُ»

"اے آل یاسر صبر کرو تمہارا ٹھکانہ جنت ہے-"

ابوجہل نے حضرت سمیہ رضی اللہ عنہا کو دردناک سزا دی لیکن ان کے پایہ استقلال میں کوئی لغزش نہ آئی- وہ چٹان کی طرح مضبوط رہیں- ابوجہل نے ہر چند انہیں کہا کہ تم اس دین سے کنارہ کشی اختیار کر لو لیکن انہوں نے ابوجہل کی بات ماننے سے صاف انکار کر دیا- اس کم بخت نے دو اونٹ منگوائے' دونوں کو مخالف سمت میں کھڑا کر دیا گیا- حضرت سمیہ کی ایک ٹانگ ایک اونٹ سے اور دوسری ٹانگ دوسرے اونٹ سے باندھ دی گئی- پھر کہا باز آجاؤ اب بھی وقت ہے لیکن حضرت سمیہ نے اسلام کا دامن چھوڑنے سے صاف انکار کر دیا- اس بدبخت نے حکم دیا کہ اونٹوں کو مخالف سمت بھگا دیا جائے اور خود ذلیل انسان نے حضرت سمیہ رضی اللہ عنہا کے دل پر نیزہ دے مارا- حضرت سمیہ رضی اللہ عنہا کے جسم کو دو ٹکڑوں میں چیر دیا گیا- اس طرح انہیں تاریخ اسلام کی پہلی شہید خاتون ہونے کا اعزاز حاصل ہوا- یہ واقعہ ہجرت سے سات سال پہلے کا ہے- حضرت سمیہ رضی اللہ عنہا کے خاوند یاسر بھی دشمنوں کی اذیت ناک سزاؤں کی تاب نہ لاتے ہوئے اللہ کو پیارے ہو گئے- میاں بیوی کی شہادت کے بعد رسول اقدس ﷺ ان کے بیٹے عمار سے بہت پیار کیا کرتے

تھے۔ اسے ابن سمیہ کے نام سے شفقت بھرے انداز میں بلایا کرتے تھے۔ اس خاندان کا آپ اکثر و بیشتر بہت عمدہ انداز میں تذکرہ کیا کرتے تھے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے ایک روز رسول اقدس ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا

«اِذَا اخْتَلَفَ النَّاسُ كَانَ ابْنُ سُمَيَّةَ مَعَ الْحَقِّ»

"جب لوگوں میں اختلاف رونما ہوگا تو ابن سمیہ حق کا ساتھ دے گا۔"

غزوہ بدر میں جب ابو جہل کو قتل کر دیا گیا تو رسول اقدس ﷺ نے حضرت عمار رضی اللہ عنہ کو مخاطب ہو کر ارشاد فرمایا دیکھو تیری والدہ کے قاتل کو اللہ نے واصل جہنم کر دیا ہے۔ مکہ معظمہ میں جب آل یاسر پر ظلم و ستم کے پہاڑ ڈھائے جا رہے تھے تو موقع پا کر عمار رسول اقدس ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ عرض کی یا رسول اللہ ﷺ یہ ظلم کب ختم ہوگا؟ کب ہمیں سکھ کا سانس لینا نصیب ہوگا؟ ظالموں نے تو انتہاء کر دی' آپ نے تسلی دیتے ہوئے یہ دعا کی

"الٰہی اس خاندان کو جہنم کے عذاب سے بچائے رکھنا۔"

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«صَبْرًا آلَ يَاسِرَ فَاِنَّ مَوْعِدَكُمُ الْجَنَّةَ»

"آل یاسر صبر کرو تمہارا ٹھکانہ جنت ہے۔"

اگرچہ دنیا میں اس خاندان نے کوئی سکھ نہیں دیکھا لیکن دکھ سہہ کر جان کی قربانی دے کر اپنی آخرت سنواری۔ ایسے ہی اہل ایمان کے بارے میں اللہ سبحانہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے:

﴿اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ وَ اَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَيَقْتُلُوْنَ وَيُقْتَلُوْنَ وَعْدًا عَلَيْهِ حَقًّا فِي التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِيْلِ وَالْقُرْاٰنِ وَ مَنْ اَوْفٰى بِعَهْدِهٖ مِنَ اللّٰهِ فَاسْتَبْشِرُوْا بِبَيْعِكُمُ الَّذِيْ بَايَعْتُمْ بِهٖ وَ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ﴾ (التوبۃ: ۱۱۱)

"حقیقت یہ ہے کہ اللہ نے مومنوں سے ان کی جانیں اور ان کے مال جنت کے بدلے خرید لیے ہیں۔ وہ اللہ کی راہ میں لڑتے' مارتے اور مرتے ہیں۔ ان سے جنت کا وعدہ اللہ کے ذمے ایک پختہ وعدہ ہے توراۃ' انجیل اور قرآن میں۔ اور کون ہے جو اللہ سے بڑھ کر اپنے عہد کا پورا کرنے والا ہو۔ پس خوشیاں مناؤ اس سودے پر جو تم نے خدا سے چکا لیا ہے یہی سب سے بڑی کامیابی ہے۔"

اللہ تعالیٰ حضرت سمیہ رضی اللہ عنہا کی مرقد پر اپنی رحمت کی برکھا برسائے۔

اللہ ان سے راضی اور وہ اپنے اللہ سے راضی

* * *

حضرت سمیہ رضی اللہ عنہا کے مفصل حالات زندگی معلوم کرنے کے لئے درج کتابوں کا مطالعہ کریں۔

۱ – مجمع الزوائد ۲۹۳/۹
۲ – طبقات ابن سعد ۲۴۹/۳
۳ – تاریخ اسلام للذهبی ۵۷۲/۳
٤ – سیر اعلام النبلا ٤۱۱/۱
٥ – المجتبی لابن جوزی ۱۳۷
٦ – الاستیعاب ۳۲٥/٤
۷ – السیرة الحلبیة ٤۸٤/۱
۸ – مسند امام احمد ۳۸۹/۱
۹ – الاصابة ۳۲۲۷/٤
۱۰ – صفة الصفوة ٦۰/۲
۱۱ – انساب الاشراف ۱٥۸/۱
۱۲ – البدیة والنهایة ٥۹/۳
۱۳ – السیرة الحلبیة ٤۸۳/۱
۱٤ – دلائل النبوة للبیهقی ۲۸۱/۲

حضرت ام حرام بنت ملحان رضی اللہ عنہا

حمیدۃُ البرّ — شہیدۃُ البحر

رسولِ اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا: "میری امت کا پہلا لشکر جو سمندر میں جنگ کرے گا ان پر جنت واجب ہوگی۔ ام حرام رضی اللہ عنہا نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ کیا میری شمولیت ان لوگوں میں ہوگی؟ فرمایا: ہاں تو ان میں شامل ہوگی۔"

(فرمانِ نبوی)

جلیل القدر صحابی حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی خالہ محترمہ' غزوۂ بدر و احد میں شریک ہونے والے عظیم المرتبت صحابی حضرت حرام بن ملحان اور حضرت سلیم بن ملحان کی ہمشیرہ' حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ کی خواہر نسبتی' بدری صحابی حضرت قیس بن عمرو بن قیس رضی اللہ عنہ کی والدہ ماجدہ' بدری صحابی حضرت عمرو بن قیس بن زید کی زوجہ محترمہ' یہ دونوں جلیل القدر صحابی غزوۂ احد میں جام شہادت نوش کر گئے۔ بعد میں ان کی شادی عالی مرتبت جرنیل صحابی حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہوئی۔ جس سے محمد بن عبادہ بن صامت پیدا ہوئے۔ جود و سخا اور ایثار و قربانی کا جذبہ حضرت ام حرام بنت ملحان رضی اللہ عنہا کے دل میں کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا۔ جس کے دل میں شہادت حاصل کرنے کی تمنا ہر وقت موجزن رہتی' جس نے شہادت کا رتبہ حاصل کرنے کے لئے اپنی زندگی کا کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا' جس کا گھر مدینہ منورہ کی ملحقہ آبادی قباء میں تھا' جس میں رسول اقدس ﷺ نے سفر ہجرت میں مدینہ میں داخل ہونے سے پہلے تھوڑی دیر کے لئے آرام بھی کیا تھا۔ جسے لسان رسالت سے جنت کی بشارت ملی' جسے انصاری خواتین میں اسلام قبول کرنے کے اعتبار سے سبقت حاصل کرنے کی سعادت حاصل ہوئی' جس نے واقعہ ہجرت سے پہلے مسلمان ہونے کا اعلان کر دیا' جو رسول اقدس ﷺ کی خدمت کا فریضہ سرانجام دینے کو اپنے لئے بہت بڑی سعادت سمجھتی تھیں۔ آیئے اس خاتون جنت کی حیات طیبہ کو اپنے لئے مشعل راہ بنائیں۔

❊ ❊ ❊

حضرت ام حرام بنت ملحان رضی اللہ عنہا بڑی دانش مند' سلیقہ شعار' متقی پرہیز گار خاتون تھیں- انصاری خواتین میں انہیں ممتاز مقام حاصل تھا- رسول اقدس ﷺ کی یہ رشتے میں خالہ لگتی تھیں- آپ گاہے بگاہے قباء میں واقع ان کے گھر تشریف لے جایا کرتے تھے اور کبھی کبھی وہاں استراحت کے لئے لیٹ بھی جاتے- حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک روز رسول اقدس ﷺ قباء میں ہمارے گھر تشریف لائے- وہاں میں' امی جان اور خالہ جان موجود تھے- آپ نے ارشاد فرمایا اٹھو میں تمہیں نماز پڑھاؤں- مجھے اتنا یاد ہے کہ وہ فرض نماز کا وقت نہیں تھا- آپ نے ہمیں نماز پڑھائی' فارغ ہونے کے بعد اہل خانہ کے حق میں دنیا و آخرت کی بہتری کے لئے دعا مانگی-

حضرت ام حرام رضی اللہ عنہا کا پہلا نکاح عمرو بن قیس بن زید سے ہوا- بیٹا پیدا ہوا جس کا نام قیس رکھا گیا- باپ اور بیٹا دونوں بدری صحابہ میں سے ہیں اور دونوں غزوۂ احد میں دادِ شجاعت دیتے ہوئے جام شہادت نوش کر گئے- اس کے بعد حضرت ام حرام بنت ملحان رضی اللہ عنہا کی شادی جلیل القدر صحابی حضرت عبادہ بن صامت سے ہوئی جو مشہور و معروف جرنیل صحابہ کرام میں سے ہیں- اللہ تعالیٰ نے بیٹا عطا کیا جس کا نام محمد بن عبادہ رکھا گیا- حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ ان تینوں وفود میں شامل تھے جنہوں نے ہجرت سے پہلے مکہ معظمہ جا کر رسول اقدس ﷺ کے دستِ مبارک پر بیعت کی تھی- پہلے وفد میں چھ افراد تھے' دوسرے میں بارہ اور تیسرے میں بہتر (۷۲) افراد تھے-

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کا اپنے اہل خانہ کے ساتھ حسن سلوک مثالی نوعیت کا تھا- پہلے خاوند کی اولاد میں سے عبداللہ بن عمرو کے ساتھ بھی اسی طرح پیار و محبت اور شفقت سے پیش آتے جس طرح انہیں اپنے بیٹے سے پیار تھا- ان کا یہ بیٹا رسول اقدس ﷺ کے ساتھ اس نماز میں بھی شریک تھا جس میں تحویل قبلہ کا حکم نازل ہوا تھا- لہٰذا اسے ایک ہی نماز میں دو قبلوں کی جانب نماز

پڑھنے کی سعادت حاصل ہوئی۔

* * *

حضرت ام حرام بنت ملحان رضی اللہ عنہا سے جلیل القدر صحابہؓ نے روایات نقل کیں جن میں حضرت عبادہ بن صامتؓ، حضرت انس بن مالکؓ، حضرت عمیر بن اسودؓ، حضرت عطاء بن یسارؓ اور حضرت یعلی بن شداد بن اوسؓ قابل ذکر ہیں۔ حضرت ام حرام بنت ملحانؓ کے دل میں رسولِ اقدس ﷺ کی عظمت و محبت کے جذبات حدِ کمال تک پہنچے ہوئے تھے۔ ام حرامؓ اور ام سلیمؓ دونوں بہنیں رسول اقدس ﷺ کی رشتے میں خالہ لگتی تھیں۔ آپ جب بھی ان کے گھر تشریف لاتے تو ان کی خوشی کی کوئی انتہا نہ رہتی۔ آپ کے لئے عمدہ کھانے کا اہتمام کرتیں۔ آرام کے لئے بستر لگا دیتیں۔ آپ بھی ان کے گھر تشریف لا کر دلی خوشی محسوس کرتے۔ آپ سے دریافت کیا گیا یا رسول اللہ ﷺ آپ ام حرام بنت ملحان رضی اللہ عنہا کے گھر اکثر تشریف لے جاتے ہیں۔ اس کی کوئی خاص وجہ ہے؟ آپ نے فرمایا مجھے اس خاندان پر بہت ترس آتا ہے جب سے معرکہ بئر معونہ میں ان کے دو بھائی میری آنکھوں کے سامنے شہید ہوئے ہیں، اس وقت سے میں ان کی دلجوئی اور خبر گیری کے لئے ان کے گھر زیادہ آتا ہوں۔" ویسے بھی خالہ کا درجہ ماں کی مانند ہوتا ہے اس رشتے کے تقدس کا بھی تقاضا ہے کہ آپ وہاں اکثر و بیشتر تشریف لے جائیں۔"

حضرت ام حرام رضی اللہ عنہا کے دل میں ایثار و قربانی کا جذبہ بہت زیادہ پایا جاتا تھا۔ چونکہ انکا تعلق انصار سے تھا انصار کے جذبہ ایثار اور سخاوت کی خوبی کا تذکرہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اپنی کتاب مقدس قرآن حکیم میں بھی کیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے

﴿وَالَّذِيْنَ تَبَوَّءُ الدَّارَ وَالْإِيْمَانَ مِنْ قَبْلِهِمْ يُحِبُّوْنَ مَنْ هَاجَرَ إِلَيْهِمْ وَلَا يَجِدُوْنَ فِيْ صُدُوْرِهِمْ حَاجَةً مِّمَّا أُوْتُوْا وَيُؤْثِرُوْنَ عَلٰى أَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ وَمَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَأُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ﴾ (الحشر: ۹)

"اور وہ لوگ جو ان (مہاجرین) کی آمد سے پہلے ہی ایمان لا کر دارالہجرت میں مقیم تھے۔ یہ ان لوگوں سے محبت کرتے ہیں جو ہجرت کر کے ان کے پاس آئے ہیں اور جو کچھ بھی ان کو دے دیا جائے اس کی کوئی حاجت تک یہ اپنے دلوں میں محسوس نہیں کرتے اور اپنی ذات پر دوسروں کو ترجیح دیتے ہیں۔ خواہ اپنی جگہ خود محتاج ہوں حقیقت یہ ہے کہ جو لوگ اپنے دل کی تنگی سے بچا لئے گئے وہی فلاح پانے والے ہیں۔"

انصار مدینہ نے جس فراخ دلی' سخاوت' ایثار اور ہمدردی کا مہاجرین کے ساتھ سلوک کیا اللہ تعالیٰ کو اتنا پسند آیا کہ ان کے اس بلند کردار کو قیامت تک کے لئے اپنی کتاب میں محفوظ کر دیا۔ اس عظمت میں مردوں کے علاوہ عورتیں بھی برابر کی شریک تھیں۔ چونکہ حضرت ام حرام بنت ملحان رضی اللہ عنہا کا تعلق بھی انصار مدینہ سے تھا اس لئے سخاوت' فیاضی اور فراخ دلی کا وافر حصہ انہیں نصیب ہوا۔ رسول اقدس ﷺ کی رضا و خوشنودی اس خاندان کو حاصل تھی۔ بلاشبہ اس سے بڑھ کر اور کیا سعادت حاصل ہو سکتی ہے جو انہیں میسر آئی۔ جب رسول اقدس ﷺ کا اس دنیا سے کوچ ہوا تو وہ حضرت ام حرام بنت ملحان رضی اللہ عنہا پر خوش تھے کیونکہ انہوں نے خدمت بجا لانے میں کوئی کسر باقی نہ چھوڑی تھی۔

* * *

سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے دور خلافت ۲۸ ہجری میں امیر معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ کو جزیرہ قبرص فتح کرنے کی اجازت ملی۔ وہاں تک پہنچنے کے لئے بحری بیڑا تیار کیا گیا۔ تاریخ اسلام میں یہ پہلا واقعہ ہے جس میں لشکر اسلام نے بحری راستے سے جہادی سفر کیا۔ اس لشکر میں حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کے ہمراہ ان کی بیوی حضرت ام حرام بنت ملحان رضی اللہ عنہا بھی تھیں۔ اس لشکر کے سپہ سالار حضرت امیر معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما تھے اور فاختہ بنت قرظہ رفیقہ حیات امیر معاویہؓ بھی شریک سفر تھی۔ عمیر بن اسود عنسی کا

بیان ہے کہ میں حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کے پاس گیا وہ حمص کے ساحلی علاقے میں رہائش پذیر تھے' ان کی زوجہ محترمہ حضرت ام حرام رضی اللہ عنہا بھی وہاں قیام پذیر تھیں۔ دوران گفتگو انہوں نے ایک حدیث بیان کی کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا

((اَوَّلُ جَیْشٍ مِنْ اُمَّتِیْ یَغْزُوْنَ الْبَحْرَ قَدْ اَوْجَبُوْا))

''میری امت کا پہلا لشکر جو سمندر میں جنگ کرے گا' ان کیلئے جنت واجب ہے۔''

حضرت ام حرام رضی اللہ عنہا نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ کیا میں بھی ان میں شامل ہوں گی فرمایا ہاں تو بھی ان میں شامل ہوگی۔ یہ مژدۂ جانفزا سن کر موصوفہ کے انگ انگ میں خوشی کی لہر دوڑ گئی۔ اس جنگ میں اللہ تعالیٰ نے لشکر اسلام کو فتح نصیب فرمائی۔ بحری جنگ سے فارغ ہو کر جب حضرت ام حرام رضی اللہ عنہا خچر پر سوار ہوئیں تو اس نے بدک کر نیچے گرا دیا۔ جس سے ان کی گردن پر ایسی کاری چوٹ لگی کہ جانبر نہ ہوسکیں۔ اس طرح شہادت کا رتبہ حاصل کرنے میں کامیاب ہوئیں۔ ان کو وہیں قبرص میں دفن کر دیا گیا۔ اس معرکے میں حضرت ابوذر غفاریؓ اور حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہما بھی شامل تھے۔

حضرت ام حرام رضی اللہ عنہا وہ خوش نصیب صحابیہ ہیں جو بحری جنگ میں حصہ لے کر لسان رسالت سے جنت کی بشارت کی مستحق ٹھہریں۔ اسی طرح عظیم المرتبت خاتون جنت نے حمیدۃُ البر کی صورت میں زندگی بسر کی اور شہیدۃُ البحر کی صورت میں اپنے بہترین انجام کو پہنچیں۔

اللہ ان سے راضی اور وہ اپنے اللہ سے راضی

☆☆☆

حضرت ام حرام بنت ملحان رضی اللہ عنہا کے مفصل حالات زندگی معلوم کرنے کے لئے درج ذیل کتابوں کا مطالعہ کریں۔

۱۔ الدرر فی اختصار المغازی والسیر ۲۸۰

۲۔ الاستبصار ۳۶

۳۔ سیر اعلام النبلاء ۳۱۶/۲

۴۔ وفاء الوفاء ۸۸۲/۳

۵۔ شرح مسلم شریف نووی ۵۷/۱۳

۶۔ السیرۃ الحلبیۃ ۳/۳/

۷۔ نسب قریش ۱۲۴

۸۔ دلائل النبوۃ ۴۵۰/۶

۹۔ الاستیعاب ۴۳۴/۴

۱۰۔ تاریخ اسلام ذہبی ۳۱۸/۲

۱۱۔ جامع الاصول ۱۴۹/۹

۱۲۔ البدایۃ والنہایۃ ۲۲۲/۶

۱۳۔ مجمع الزوائد ۲۶۳/۹

۱۴۔ فتوح البلدان ۱۸۲/۱

۱۵۔ صفۃ الصفوۃ ۷۰/۲

۱۶۔ حلیۃ الاولیاء ۶۱/۲

حضرت ام سلیم انصاریہ بنت ملحان رضی اللہ عنہا

رسول اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا "میں جنت میں داخل ہوا تو مجھے پاؤں کے جوتے کی آواز سنائی دی - بتایا گیا کہ یہ غمیصاء بنت ملحانؓ ہے -" (فرمانِ رسول ﷺ)
یاد رہے کہ غمیصاء حضرت ام سلیم انصاریہؓ کا نام ہے - انہیں رمیصاء، سھلہ اور رملہ کے نام سے بھی پکارا جاتا تھا لیکن کنیت نام پر غالب آ گئی -

علم و فضل 'فہم و بصیرت 'جرأت و شجاعت 'صبر و تحمل 'جود و سخا اور مہر و وفا کی پیکر انصاری خواتین میں ممتاز مقام پر فائز 'جلیل القدر صحابی حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی والدہ ماجدہ 'رشتے میں رسول اقدس ﷺ کی خالہ 'عظیم المرتبت صحابی حرام بن ملحان کی بہن جس نے اسلام قبول کرنے کے بعد کمال استقامت کا مظاہرہ کیا۔ جس کے خاوند مالک بن نضر نے ہزار جتن کئے کہ یہ اسلام سے منحرف ہو جائے لیکن اس نے اسلام کا دامن مضبوطی سے تھامے رکھا 'جس نے نامساعد حالات میں اپنے بیٹے حضرت انس بن مالکؓ کو مسلسل کلمہ طیبہ کی تلقین کرتے ہوئے دائرہ اسلام میں داخل ہونے کی ترغیب دی یہاں تک کہ وہ اپنے مشن میں کامیاب ہو گئیں 'جسے خاوند نے جب کہا تم بے دین ہو گئی ہو تو کمال حوصلے سے جواب دیا کہ میں بے دین نہیں ہوئی بلکہ میں نے تو دین اسلام قبول کر کے سعادت ابدی حاصل کی ہے۔

خاوند نے کہا: تو میرے بیٹے کو خراب کر رہی ہے۔

اس نے کہا: اسے خرابی نہیں کہتے بلکہ میں اس کی اصلاح کر رہی ہوں تاکہ میرا بیٹا بھی اسلام قبول کرنے کی سعادت سے محروم نہ رہے۔

جب خاوند ناراض ہو کر ملک شام روانہ ہو گیا 'وہاں اسے کسی نے قتل کر دیا تو ام سلیمؓ نے اپنے بیٹے انس بن مالک کو رسول اقدس ﷺ کی خدمت کے لئے وقف کر دیا۔ جس نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میرے بیٹے کے لئے دعا کریں۔ آپ نے اس کے لئے وافر علم اور وافر مال کی دعا کی۔ جو انصاری خواتین میں غمیصاء 'رمیصاء 'رملہ اور سھلہ کے نام سے پکاری جاتی تھی۔ لیکن ام سلیم کنیت ان ناموں پر غالب آ گئی 'جس نے اپنے پہلے خاوند مالک بن نضر کے فوت ہو جانے کے بعد مالدار 'خوبرو اور

کڑیل جوان ابوطلحہ کی جانب سے نکاح کی پیش کش کو اس شرط پر قبول کیا کہ اگر تم مسلمان ہو جاؤ تو تمہارا اسلام قبول کرنا ہی مہر کے قائم مقام ہو گا۔ ابو طلحہؓ نے یہ شرط مانتے ہوئے اسلام قبول کر لیا۔ حضرت ام سلیم انصاریہ رضی اللہ عنہا کا یہ مہر تاریخ اسلام میں انوکھا اور عالی قدر قرار پایا۔ رشتے میں خالہ ہونے کے ناطے جس کے گھر رسول اقدس ﷺ اکثر تشریف لے جایا کرتے تھے' جس کے لئے رسول اقدس ﷺ نے خاص طور پر برکت کی دعا کی۔ آیئے اس خاتونِ جنت کی حیاتِ طیبہ کا مطالعہ کرتے ہوئے صراطِ مستقیم پر گامزن ہونے کی سعادت حاصل کریں۔

* * *

حضرت ام سلیم انصاریہ رضی اللہ عنہا کا پہلا نکاح مالک بن نضر سے ہوا۔ اس سے انس پیدا ہوئے۔ ام سلیم رضی اللہ عنہا نے جب اسلام قبول کیا تو گھر میں میاں بیوی کے درمیان لڑائی جھگڑا رہنے لگا۔ اس نے ہزار جتن کئے کہ بیوی اسلام چھوڑ کر اپنے آبائی دین میں واپس آ جائے لیکن اس کی کوئی تدبیر یا کوشش کارگر ثابت نہ ہو سکی بلکہ ام سلیمؓ نے اپنے بیٹے انسؓ کو بھی کلمۂ طیبہ پڑھنے کی تلقین شروع کر دی۔ یہ صورتِ حال دیکھ کر مالک بن نضر بہت سٹپٹایا' گھر میں ہنگامہ کھڑا کر دیا کہ تم نے اپنی زندگی تو تباہ کی ہی تھی مزید میرے بیٹے کو بھی اپنے نقشِ قدم پر چلا کر خراب کر رہی ہو۔ خاوند کی یہ بات سن کر حضرت ام سلیم انصاریہ رضی اللہ عنہا نے کمال صبر و تحمل کا مظاہرہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا نہ تو میں نے اپنی زندگی تباہ و برباد کی ہے کیونکہ میں نے اسلام کا دامن تھام کر اپنی دنیا و آخرت کو سنوارا ہے۔ جہاں تک بیٹے کا تعلق ہے نہ میں اسے خراب کر رہی ہوں بلکہ میں اس کا مستقبل تاباں و درخشاں کر رہی ہوں۔ تمہیں معلوم ہی نہیں کہ کون سا خزانہ ہمارے ہاتھ لگا ہے۔ ہمارے سینے نورِ اسلام سے کس طرح جگمگا اٹھے ہیں تجھے اس کا ادراک ہی نہیں' ہماری دنیا بدل گئی' ہمارے نصیب جاگ اٹھے' قسمت سے یہ دولت میرے ہاتھ لگی ہے میں کس طرح اسے چھوڑ دوں؟

مالک بن نضر نے اپنے گھر کی یہ حالت دیکھی' بیوی کے اطوار دیکھے تو غصے سے آگ بگولا ہو کر اپنا گھر چھوڑا اور سرزمین شام کی طرف روانہ ہو گیا' وہاں کسی نے اسے قتل کر دیا۔ حضرت ام سلیمؓ کو جب اس کے عبرت ناک انجام کا پتا چلا تو حسن کم جہاں پاک کا نظریہ اپناتے ہوئے صبر کا گھونٹ پیا اور راستے کا روڑا صاف ہوتے ہی اپنے پیارے بیٹے انس بن مالک کو خدمت رسول علیہ الصلوۃ والسلام کے لئے وقف کر دینے کا ارادہ کر لیا۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے اپنی زندگی کے بہترین دس سال رسولِ اقدس ﷺ کی خدمت کا مقدس فریضہ سر انجام دیتے ہوئے گذارے۔ سفر و حضر میں ساتھ رہے۔ یہ ایک ایسی عظیم سعادت ہے جس میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ منفرد نظر آتے ہیں۔ رسولِ اقدس ﷺ نے ان کے لئے وافر علم اور وافر مال کے لئے دعا کی۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے دعا کو شرف قبولیت بخشا۔ اللہ تعالیٰ نے دونوں چیزیں وافر مقدار میں عطا کیں۔ آپ کے اسی (۸۰) بیٹے اور بیٹیاں ہوئیں۔ بصرہ میں آپ کا عالی شان محل اور دلکش باغات تھے۔ لباس بہت عمدہ اور صاف ستھرا پہنتے' بالوں کو مہندی لگاتے۔ بیٹوں میں اکثر مسندِ علم کے وارث بنے۔ ۱۰۳ سال کی عمر میں وفات پائی اور جنت الفردوس کے دلنشین ماحول میں جا بسے۔

* * *

مدینہ منورہ میں ابو طلحہ بڑے مالدار' خوبرو بیس سالہ کڑیل جوان تھے اور اپنے قبیلے کے سردار تھے۔ مبلغ اسلام حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کی تبلیغ سے متاثر ہو کر لوگ دائرہ اسلام میں داخل ہو رہے تھے' لیکن ابو طلحہ ابھی اس نعمت سے محروم تھے۔ ام سلیم بنت ملحان بیوہ ہو چکی تھیں۔ اس کی سلیقہ شعاری' مہر و وفا' صدق و صفا اور جرأت و شجاعت سے متاثر ہو کر نکاح کا پیغام دیا۔ حضرت ام سلیمؓ نے جواب دیا' میں مسلمان ہوں اور تم کافر۔ یہ کیسے ممکن ہو سکتا ہے؟ ابو طلحہ نے اصرار کیا تو فرمایا' تم کیسے انسان ہو' کبھی زمین سے اگے ہوئے درخت کی پوجا کرنے لگتے ہو اور

کبھی اپنے ہاتھ سے تراشے ہوئے بت کے پجاری بن جاتے ہو۔ کبھی سوچا بھی ہے کہ یہ بے جان چیزیں تمہاری مشکل کشا اور حاجت روا کیسے بن سکتی ہیں؟

ابو طلحہ یہ باتیں سن کر لاجواب ہو گیا۔ اس کی ہر ممکن کوشش تھی کہ کسی طرح اس کے دل کی مراد پوری ہو جائے۔ ابو طلحہ نے اپنے دل کے ہاتھوں مجبور ہو کر ایک روز پھر پیغام بھیجا۔ حضرت ام سلیمؓ نے جواب دیا کہ عام طور پر تمہارے جیسے شخص کا پیغام مسترد تو نہیں کیا جاتا لیکن میری مجبوری یہ ہے کہ میں نے اسلام سے ناطہ جوڑ رکھا ہے اور تم ابھی تک اس نعمت سے محروم ہو۔ ابو طلحہ نے کہا کہ اگر میں اس نعمت سے اپنی جھولی بھر لوں تو پھر؟ ام سلیمؓ نے مسرت بھرے انداز میں کہا اگر اسلام قبول کرنے کی سعادت حاصل کر لو تو میں نہ صرف تمہاری پیشکش کو بخوشی قبول کر لوں گی بلکہ تمہارے اسلام قبول کرنے کو ہی اپنا مہر قرار دے لوں گی۔ ابو طلحہؓ نے سعادت مندی کا ثبوت فراہم کرتے ہوئے اسلام قبول کر لیا۔

ام سلیمؓ نے اپنے بیٹے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے کہا کہ ابو طلحہؓ سے میرے نکاح کا اہتمام کرو۔ مشہور تابعی ثابت بن اسلم البنانی رحمۃ اللہ کہتے ہیں ام سلیم رضی اللہ عنہا کے مہر سے بہتر ہم نے آج تک کوئی ایسا عمدہ انوکھا اور حیرت انگیز حد تک دلنشین مہر کبھی نہیں دیکھا۔ ہر روز روز عید اور ہر شب شب برات کی طرح شب و روز خوشگوار گذرنے لگے۔

پہلا بیٹا ابو عمیر پیدا ہوا۔ ایک روز رسول اقدس ﷺ ام سلیمؓ کے گھر تشریف لائے۔ ابو عمیر کو غمگین دیکھا تو دریافت کیا کیا وجہ ہے؟ ابو عمیر آج بہت افسردہ ہے؟ ام سلیمؓ نے کہا اس کی چڑیا آج فوت ہو گئی ہے' یہ اس کے ساتھ اکثر کھیلا کرتا تھا اور بہت مانوس ہو چکا تھا۔ اس کی جدائی کے غم نے آج اسے افسردہ کر دیا۔ رسول اقدس ﷺ نے محبت و شفقت بھرے انداز میں اس کے سر پر ہاتھ پھیرنا شروع کر دیا اور تسلی دیتے ہوئے بار بار پوچھا؟

یا ابا عمیر ما فعل النغیر؟

اے ابو عمیر! چڑیا نے کیا کیا؟ کہاں گئی میرے لاڈلے بیٹے کی چڑیا؟

کچھ عرصے بعد یہ بیٹا بیمار رہنے لگا۔ ایک رات بخار میں مبتلا تھا' ابو طلحہ مسجد نبوی تشریف لے گئے تو بیٹا اللہ کو پیارا ہو گیا۔ ام سلیم رضی اللہ عنہا نے کمال صبر و تحمل کا مظاہرہ کرتے ہوئے خاموشی اختیار کی۔ کسی کو بھی فوت ہونے کی اطلاع نہ دی اور نہ کسی قسم کا کوئی واویلا کیا۔ ابو طلحہؓ جب واپس گھر آئے تو پوچھا بیٹے کا کیا حال ہے؟ بڑے اطمینان سے جواب دیا کہ پہلے سے زیادہ آرام میں ہے۔ ابو طلحہؓ نے بڑے سکون سے کھانا تناول کیا پھر فریضۂ زوجیت سے شادکام ہوئے۔ رات کا کافی حصہ بیت چکا تھا۔ ام سلیمؓ نے اپنے میاں سے کہا مجھے ایک بات بتاؤ۔

فرمایا: پوچھو کیا پوچھنا چاہتی ہو؟

عرض کی کہ اگر کسی نے امانت رکھی ہو اور وہ اپنی امانت واپس لینے کا مطالبہ کر دے تو کیا اسے امانت واپس لوٹا دینی چاہئے؟

فرمایا: ہاں یہ اس کا حق ہے اگر وہ واپس لینا چاہے تو بخوشی امانت اسے واپس لوٹا دینی چاہئے۔

کہا: میرے ساتھ آؤ۔ وہاں لے گئی جہاں بیٹا محو استراحت تھا۔ چہرے سے چادر کا پلو اٹھایا اور لرزتی ہوئی آواز میں کہا یہ ہمارے پاس اللہ کی امانت تھی جو اس نے واپس لے لی۔

﴿إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ﴾

ابو طلحہؓ یہ اندوہناک منظر دیکھ کر ششدر رہ گئے۔ لرزتے ہوئے لہجے میں کہا تو نے مجھے گھر داخل ہوتے ہی کیوں نہیں بتایا؟ صبح ہوئی تو رسول اقدس ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ نے دیکھتے ہی ارشاد فرمایا: اللہ سبحانہ و تعالیٰ تمہارے رات کے کارنامے سے بہت خوش ہوئے ہیں۔ پھر میاں بیوی کے لئے برکت کی دعا کی۔ اللہ تعالیٰ نے بیٹا عطا کیا' جب بیٹا ہوا تو ابو طلحہؓ اسے گود میں لئے ہوئے رسول اقدس ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ کھجور کو اپنے منہ میں چبا کر اسے گھٹی دی اور

اس کا نام عبداللہ رکھا۔ اس کے لئے رحمت اور برکت کی دعا کی۔ عبداللہ جوان ہوئے شادی ہوئی۔ اس کو اللہ تعالیٰ نے سات بیٹے عطا کئے اور سبھی قرآن حکیم کے حافظ بنے۔

پھر گلستان گلستان بہار آ گئی
اور چمن کا چمن مسکرانے لگا

***

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ والدہ محترمہ کے پاس ایک بکری تھی۔ اس کے دودھ سے انہوں نے گھی تیار کیا۔ چمڑے کے ایک چھوٹے سے برتن میں جمع کیا۔ جب برتن بھر گیا تو اپنی ایک لے پالک بیٹی کے ہاتھ گھی رسول اقدس ﷺ کی خدمت میں بطور تحفہ بھیجا۔ رسول اقدس ﷺ نے اہل خانہ سے کہا گھی نکال لو اور برتن خالی کر کے واپس دے دو۔ حکم کی تعمیل کی گئی بچی نے واپس آ کر برتن دیوار کے ساتھ لگے ہوئے ایک کیل کے ساتھ لٹکا دیا۔ حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا نے دیکھا کہ برتن لٹک رہا ہے اور گھی سے بھرا ہوا ہے بلکہ گھی کے قطرے نیچے گر رہے ہیں۔ بچی سے کہا میں نے تجھے کہا تھا کہ یہ رسول اقدس ﷺ کی خدمت میں پیش کر آؤ اور یہ ابھی تک یہیں پڑا ہوا ہے۔ اس نے کہا اماں جان میں آپ کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے گھی رسول اللہ ﷺ کے گھر پہنچا آئی ہوں اور خالی برتن لا کر میں نے کیل سے لٹکایا ہے۔ یہ بات سن کر انگشت بدنداں رہ گئیں کہ یہ ماجرا کیا ہے؟ برتن خالی لٹکایا گیا اور اب یہ بھرا ہوا ہے۔

یہ منظر دیکھ کر خود رسول اقدس ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں۔ یہ عجیب و غریب واقعہ آپ کی خدمت میں پیش کیا۔ آپ نے فرمایا ہاں بچی آئی تھی ہم نے آپ کا بھیجا ہوا تحفہ قبول کر لیا۔ یہاں سے وہ خالی برتن لے کر گئی تھی۔ ام سلیم رضی اللہ عنہا نے کہا یا رسول اللہ ﷺ مجھے قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کو دین حق دے کر بھیجا ہے وہ برتن گھی سے بھرا ہوا ہے بلکہ گھی کے قطرے نیچے گر رہے ہیں۔

رسولِ اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا- اے ام سلیمؓ حیران کیوں ہو؟ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے یہ کھانا تیرے لئے بھیجا جیسا کہ تو نے اس کے نبیؐ کے کھانے کیلئے گھی کا تحفہ بھیجا- یہ تیرے لئے اللہ تعالیٰ کا تحفہ ہے خود بھی کھاؤ اوروں کو بھی کھلاؤ- حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے گھر آ کر اس گھی کو بڑے برتن میں ڈال دیا اور دو ماہ تک اسے استعمال کیا- خود بھی کھایا اوروں کو بھی کھلایا-

* * *

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ ایک روز ابو طلحہؓ نے گھر آ کر میری اماں جان ام سلیمؓ سے کہا کہ آج میں نے دیکھا رسولِ اقدس ﷺ کی آواز بہت دھیمی تھی- میں نے محسوس کیا ہے کہ آپ کو آج بھوک لگی ہوئی ہے- گھر میں کچھ کھانے کے لئے ہے تو ہم آپ کی مہمان نوازی کی سعادت حاصل کر لیں- اس نے کہا ہاں جو کی چند روٹیاں موجود ہیں اور میں نے اپنے دوپٹے میں لپیٹ کر رکھی ہوئی ہیں- ابو طلحہ یہ سن کر مسجد میں تشریف لے گئے- رسولِ اقدس ﷺ کو کھانے کی دعوت دی آپ نے قبول کرتے ہوئے جتنے بھی افراد آپ کی مجلس میں بیٹھے ہوئے تھے سب کو کہا چلو آج ابو طلحہؓ کی طرف سے کھانے کی دعوت ہے- سبھی اٹھ کھڑے ہوئے- یہ منظر دیکھ کر حضرت ابو طلحہؓ گھبرا گئے- جب گھر پہنچے اور بیوی سے اپنی پریشانی کا اظہار کیا تو ام سلیمؓ نے مسکراتے ہوئے کہا گھبرانے کی کیا ضرورت ہے؟ جو ہمارے پاس ہے ہم آپ کی خدمت میں پیش کر دیں گے- ایسے ہی ہوا- رسولِ اقدس ﷺ نے برکت کی دعا کی اور فرمایا دس افراد کو بلاؤ- وہ اندر آئے اور انہوں نے خوب سیر ہو کر کھانا کھایا- پھر دوسرے دس افراد کو اندر بلانے کا حکم صادر فرمایا- انہوں نے بھی خوب مزے سے کھانا تناول کیا- اس طرح ستر یا اسی افراد نے خوب سیر ہو کر کھانا کھایا- اللہ تعالیٰ نے ایسی برکت دی کہ سب نے کھانا خوب سیر ہو کر تناول کیا لیکن کھانا پھر بھی ختم نہیں ہوا-

* * *

رسولِ اقدس ﷺ کی شادی حضرت زینبؓ بنتِ جحشؓ کے ساتھ ہوئی تو حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا نے کھجور اور گھی کا مالیدہ بنا کر بطورِ تحفہ رسولِ اقدس ﷺ کی خدمت میں بھیجا۔ غزوۂ خیبر سے فراغت کے بعد رسولِ اقدس ﷺ نے جب حضرت صفیہؓ کو اپنے حبالۂ عقد میں لیا تو حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا نے انھیں دلہن کا روپ دیا۔ حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا نے غزوات میں بھرپور حصہ لیا۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ غزوۂ احد میں حضرت عائشہؓ اور میری اماں جان ام سلیم مشکیزے بھر بھر کر لاتیں اور زخمیوں کو پانی پلاتیں۔ حضرت ام سلیم بنت ملحانؓ غزوۂ حنین میں شریک ہوئیں۔ ہاتھ میں خنجر تھام رکھا تھا۔ ابو طلحہؓ نے دیکھا تو رسولِ اقدس ﷺ کو بتایا۔ آپ نے پوچھا آج یہ خنجر کیوں پکڑ رکھا ہے؟ عرض کی یا رسول اللہ ﷺ آج اگر کوئی دشمن میرے سامنے آیا تو اس کا پیٹ چاک کر دوں گی۔ یہ بات سن کر آپ مسکرائے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک روز رسولِ اقدس ﷺ ہمارے گھر تشریف لائے۔ میں، میری امی اور میری خالہ گھر میں موجود تھے۔ آپ نے فرمایا آؤ آج میں تمھیں نماز پڑھاؤں۔ نماز سے فارغ ہو کر آپ نے ہمارے حق میں دنیا و آخرت کی بہتری کے لئے دعائیں کیں۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسولِ اقدس ﷺ اکثر و بیشتر ہمارے گھر تشریف لایا کرتے۔ آپ سے اس کی وجہ دریافت کی گئی تو آپ نے ارشاد فرمایا: ام سلیم کا بھائی حرام بن ملحانؓ جب سے میری آنکھوں کے سامنے شہید ہوا ہے، اس وقت سے مجھے ان پر زیادہ ترس آتا ہے۔

حضرت حرام بن ملحان رضی اللہ عنہ وہ جلیل القدر صحابی ہیں جو غزوۂ بدر اور غزوۂ احد میں شریک ہوئے۔ ۴ ہجری کو بئر معونہ کا معرکہ بپا ہوا تو اس میں شریک ہوئے۔ دشمن نے پیچھے سے تاک کر تیر مارا جو ان کی کمر میں پیوست ہو گیا تو انہوں نے تاریخ اسلام کا یہ مشہور جملہ اپنی زبان سے ادا کیا فزت و رب الکعبۃ "مجھے

رب کعبہ کی قسم میں کامیاب ہو گیا" ان کے بھائی سلیم بن ملحانؓ بھی اسی معرکے میں شہید ہوئے۔

مسلم شریف کتاب الفضائل میں ایک روایت منقول ہے جس میں رسول اقدس ﷺ کے مبارک پسینے کا تذکرہ کیا گیا ہے کہ ایک روز رسول اقدس ﷺ ام سلیم رضی اللہ عنہا کے گھر تشریف لائے۔ وہ گھر میں موجود نہیں تھیں' آپ بستر پر لیٹتے ہی نیند کی آغوش میں چلے گئے۔ گرمی کا موسم تھا آپ کا پسینہ مبارک بہہ کر چمڑے کے ایک ٹکڑے میں جمع ہو رہا تھا۔ حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا گھر تشریف لائیں۔ صورت حال دیکھی خوشی کی کوئی انتہا نہ رہی۔ برتن پکڑ کر آپ کا مبارک پسینہ اس میں ڈالنے لگیں۔ بعد ازاں جب اسے چھوٹی چھوٹی شیشیوں میں ڈال کر محفوظ کر رہی تھیں تو رسول اقدس ﷺ کی آنکھ کھلی ارشاد فرمایا ام سلیم یہ کیا کر رہی ہو؟ عرض کی یا رسول اللہ ﷺ آپ کا مبارک پسینہ شیشیوں میں جمع کر رہی ہوں تا کہ اپنے بچوں کے لئے بطور تبرک رکھ لوں۔ آپ نے یہ سن کر فرمایا ٹھیک ہے! تم درست کام کر رہی ہو۔

جلیل القدر صحابی حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی وفات کا وقت جب قریب آیا تو انہوں نے یہ وصیت کی کہ جس پانی سے مجھے غسل دیا جائے اس میں رسول اقدس ﷺ کے پسینے کے چند قطرے ملا لئے جائیں۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اقدس ﷺ کا کسی راستے سے گذر ہوتا تو لوگ بن دیکھے سمجھ جاتے کہ رسول اقدس ﷺ کا یہاں سے گذر ہوا ہے کیونکہ اس راستے کی فضا میں خوشبو پھیلی ہوئی ہوتی۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب نبی کریم ﷺ نے حجۃ الوداع کے موقع پر منیٰ میں اپنا سر منڈوایا تو حضرت ابو طلحہؓ نے آپ کے بال اپنے پاس محفوظ کر لئے اور واپس مدینہ منورہ حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا کے سپرد کر دیئے۔ انہوں نے بالوں کو تبرک کے طور پر حفاظت سے رکھ لیا۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک روز رسول اقدس ﷺ ہمارے گھر تشریف لائے۔ صحن میں پانی سے بھرا ہوا چمڑے کا برتن لٹک رہا تھا۔ آپ نے اس برتن سے پانی پیا۔ اماں جان نے اتنی جگہ کاٹ کر اپنے پاس محفوظ کرلی جہاں رسول اقدس ﷺ کا دہن مبارک لگا تھا۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک روز رسول اقدس ﷺ ہمارے گھر تشریف لائے تو اماں جان نے آپ کی خدمت میں کھجوریں اور گھی پیش کیا۔ آپ نے فرمایا کھجوریں اور گھی اپنے برتنوں میں ڈالیں کیونکہ میرا آج روزہ ہے۔ پھر آپ نے گھر کے ایک کونے میں نماز ادا کی اور اہل خانہ کے لئے کافی دیر تک دنیا و آخرت کی بھلائی کی دعائیں کیں۔ اماں جان نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ میرے بیٹے انسؓ کے لئے بھی دعا فرمائیں تو آپ نے میرے حق میں دنیا و آخرت کی بہتری کے لئے اتنی دعائیں کیں کہ مجھے یوں محسوس ہوا کہ دنیا اور آخرت میں جو بھی بہتر چیز ہوسکتی ہے وہ آپ نے اللہ سے میرے لئے مانگی۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا میں جنت میں داخل ہوا تو میرے سامنے کسی کے جوتوں کی آواز آرہی تھی۔ میں نے پوچھا تو مجھے بتایا گیا یہ غمیصاء بنت ملحانؓ ہے۔ لسان رسالت سے حضرت ام سلیم انصاریہ رضی اللہ عنہا کو جنت کی بشارت بلاشبہ ان کے لئے سعادت کا باعث ہے۔

اللہ ان سے راضی اور وہ اپنے اللہ سے راضی

٭٭٭

حضرت ام سلیم بنت ملحان انصاریہ رضی اللہ عنہا کے مفصل حالات زندگی معلوم کرنے کے لئے درج ذیل کتابوں کا مطالعہ کریں۔

۱ حلیۃ الاولیاء ۲/۵۷

۲ سیر اعلام النبلاء ۲/۳۰۴

۳- الاستبصار ۳۷

۴- دلائل النبوۃ- للبیہقی ۶/۱۹۴

۵- صفۃ الصفوۃ ۲/۱۹۴

۶- حیاۃ الصحابۃ ۳/۶۳۵

۷- طبقات ابن سعد ۸/۴۲۹

۸- تاریخ الاسلام للذہبی ۱/۳۵۷

۹- وفاء الوفاء ۳/۸۸۱-۸۸۲

۱۰- السیرۃ الحلبیۃ ۷۳

۱۱- الاستیعاب ۴/۴۳۹

۱۲- سیرۃ ابن ہشام ۲/۳۴۰

۱۳- تہذیب الاسماء واللغات ۲/۳۶۳

۱۴- الاصابۃ ۴/۴۴۲

حضرت ام عمارۃ نسیبۃ
بنت
کعب رضی اللہ عنہا

"الٰہی! اس خاندان کو جنت میں میرا رفیق بنادے۔"
(فرمان رسول ﷺ)

عبادت گزار' شب زندہ دار' صبر و تحمل اور جرأت و شجاعت کی پیکر' جذبہ جہاد سے سرشار' میدان کارزار میں' حیرت انگیز کارنامے سرانجام دینے والی مجاہدہ' خاوند کی خدمت گزار' وفادار رفیقہ حیات' اولاد کی شفیق و ہمدرد ماں' قرآن و حدیث کے نورانی علم سے بہرہ ور ایک عالمہ فاضلہ' جس کا بھائی عبداللہ بن کعب رضی اللہ عنہ بدری صحابہ میں سے ہے۔ جس کے دونوں بیٹے شہید ہوئے۔ انصار کے قبیلہ خزرج کی مشہور و معروف شاخ بنو نجار کی معزز خاتون۔ ام عمارہ نسیبہ بنت کعب رضی اللہ عنہا کا ایمان افروز تذکرہ پیش خدمت ہے۔ پڑھئے اور اپنے دلوں کو ایمان کی لذت سے سرشار کیجئے۔

***

مدینہ منورہ سے انصار کے وہ افراد جو حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کی دل پذیر دعوت سے متاثر ہو کر دائرہ اسلام میں داخل ہوئے تھے' رسول اقدس ﷺ کے دست مبارک پر دوسری مرتبہ بیعت کرنے کے لئے ایک مخصوص گھاٹی پر گئے' جہاں رسول اقدس ﷺ بیعت لینے کے لئے تشریف لائے۔ اس خوش نصیب قافلے میں بہتر مرد اور دو عورتیں تھیں۔ ایک ام عمارہ نسیبہ بنت کعب اور دوسری ام منیع اسماء بنت عمرو بن عدی تھیں۔ حضرت ام عمارہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جب مردوں سے بیعت لے لی گئی تو میرے خاوند غزیہ بن عمرو نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ یہ دو خواتین بھی بیعت کے لئے حاضر ہیں۔ ان پر بھی نظر کرم کیجئے۔ آپ نے ارشاد فرمایا ٹھیک ہے ان کی بیعت بھی انہیں شرائط پر قبول ہے جو آپ تمام احباب سے کی گئی ہیں۔ فرق صرف اتنا ہے کہ آپ نے اپنے ہاتھ میرے ہاتھ میں دیئے'

عورتوں سے میں مصافحہ نہیں کرتا- یہ معاہدہ تاریخ میں بیعت عقبہ ثانیہ کے نام سے مشہور ہے-

حضرت ام عمارہ رضی اللہ عنہا بیعت حاصل کرنے کے بعد مدینہ منورہ واپس لوٹیں تو خواتین کی تعلیم و تربیت میں ہمہ تن مصروف ہو گئیں- ام عمارہ کی پہلی شادی زید بن عاصم مازنی سے ہوئی جس سے دو لڑکے حضرت عبداللہؓ اور حضرت حبیبؓ پیدا ہوئے- دونوں کو صحابی ہونے کا شرف حاصل ہوا- دوسری شادی غزیہ بن عمرو مازنی سے ہوئی جس سے ایک لڑکا تمیم اور ایک لڑکی خولہ پیدا ہوئے- یہ پورا گھرانہ اسلام کی برکات سے بہرہ مند ہوا-

* * *

علامہ ذہبیؒ اپنی مشہور کتاب سیر اعلام النبلاء میں رقم طراز ہیں کہ حضرت ام عمارہ رضی اللہ عنہا بیعت عقبہ ثانیہ' غزوۂ احد' صلح حدیبیہ' غزوۂ حنین' جنگ یمامہ میں شریک ہوئیں- غزوۂ احد میں زخمیوں کو پانی پلاتے اور مرہم پٹی کرنے کے علاوہ تلوار کے وہ جوہر دکھلائے کہ دنیا دنگ رہ گئی- رسول اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا "کہ میں اپنے دائیں بائیں جس طرف بھی نظر اٹھا کر دیکھتا ام عمارہ نسیبہ بنت کعبؓ کو میرا دفاع کرتے ہوئے مسلسل لڑتا ہوا پاتا"

حضرت ام عمارہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ غزوۂ احد میں ایک ایسا نازک ترین وقت آیا کہ مجاہدین پسپا ہو کر بکھر گئے- میں اپنے خاوند' دونوں بیٹوں عبداللہ اور حبیب کے ہمراہ رسول اقدس ﷺ کے دفاع کے لئے آپ کے پاس آکھڑی ہوئی- ہم ہر طرف سے حملے کا جواب دینے لگے- میرے ایک ہاتھ میں تلوار اور دوسرے میں ڈھال تھی- اگر دشمن گھوڑوں پر سوار نہ ہوتے تو ہم ان میں سے کسی کو بھی زندہ بچ کر جانے نہ دیتے- ایک گھوڑے پر سوار دشمن نے مجھ پر تلوار کا وار کیا لیکن میں نے اپنی ڈھال پر اس وار کو روک لیا- وہ کچھ نہ کر سکا تو اس نے یکدم گھوڑے کی لگام کھینچی اور پیچھے مڑا تو میں نے موقع غنیمت جانتے ہوئے اس کے گھوڑے کی پیٹھ پر تلوار کا

ایک زوردار وار کیا جس سے اس کے گھوڑے کی پیٹھ کٹ گئی اور وہ اپنے سوار سمیت زمین پر گر پڑا۔ یہ منظر دیکھ کر رسول اللہ ﷺ نے باآواز بلند عبداللہ بن ام عمارہ سے کہا وہ دیکھو' اپنی والدہ کا ہاتھ بٹاؤ۔ وہ جلدی سے میرے پاس آیا' اس نے میری مدد کی اور ہم دونوں نے اس کا کام تمام کر دیا۔

حضرت ام عمارہ رضی اللہ عنہا کے بیٹے حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں غزوۂ احد میں شریک ہوا۔ جب دشمن کی طرف سے زوردار حملہ ہوا' مجاہدین بکھر گئے' میں اپنی والدہ کے ہمراہ رسول اقدس ﷺ کے قریب ہوا۔ آپ پر جس طرف سے بھی کوئی وار ہوتا ہم اسے روکتے۔ رسول اقدس ﷺ نے مجھے آواز دی' میں نے لبیک کہا۔ آپ نے فرمایا دشمن پر وار کرو۔ میں نے سامنے گھوڑے پر سوار ایک مشرک پر پتھر پھینکا جو سیدھا اس کے گھوڑے کی آنکھ پہ جا لگا۔ جس سے گھوڑا اپنے سوار سمیت قلابازیاں کھاتا ہوا زمین پر گر پڑا۔ میں نے اوپر سے ایک اور بھاری پتھر اسے دے مارا جس سے وہ دیکھتے ہی دیکھتے واصل جہنم ہو گیا۔ یہ منظر دیکھ کر رسول اللہ ﷺ کے چہرہ مبارک پر خوشگوار تاثرات نمایاں ہوئے اور ساتھ ہی آپ نے جب یہ دیکھا کہ میری والدہ ام عمارہؓ کے کندھے سے خون بہہ رہا ہے' آپ نے ارشاد فرمایا اپنی والدہ کے کندھے پر مرہم پٹی کرو اور ساتھ ہی یہ ارشاد فرمایا: "تمہارا پورا خاندان بڑا عظیم ہے۔ اللہ تم پر اپنی رحمت کی برکھا برسائے۔" اور ساتھ ہی رسول اقدس ﷺ نے اس خاندان کے لئے یہ دعا کی:

"الٰہی اس خاندان کو جنت میں میرا رفیق بنا دینا۔"

یہ دعا سن کر حضرت ام عمارہ رضی اللہ عنہا اور اس کے بیٹے عبداللہ بن زید کی خوشی کی کوئی انتہا نہ رہی لیکن ساتھ ہی ان کے جوش و جذبے میں بھی بے پناہ اضافہ ہوا اور زیادہ زوردار انداز میں دشمن پر جھپٹنے لگے۔ عبداللہ کی ایک مشرک سے مڈھ بھیڑ ہو گئی۔ اس نابکار نے ایک زوردار وار کر کے ان کے بائیں ہاتھ پر ایک گہرا زخم لگا دیا جس سے خون کا فوارہ پھوٹ نکلا۔ رسول اللہ ﷺ نے دیکھتے ہی ارشاد فرمایا جلدی

زخم پر پٹی باندھو۔ ام عمارہ رضی اللہ عنہا نے دیکھا کہ بیٹے کا ہاتھ بری طرح زخمی ہو چکا ہے' خون تیزی سے بہہ رہا ہے۔ اس نے فوراً اپنے بیٹے کے زخم پر پٹی باندھی اور کہا میرے لاڈلے بیٹے گھبراؤ نہیں۔ اٹھو ہمت کرو اور دشمن پر ٹوٹ پڑو۔ رسول اللہ ﷺ ماں بیٹے کی جرأت و شجاعت کو دیکھ کر مسکرائے اور ارشاد فرمایا:

"اے ام عمارہ! آپ جیسی جرأت بھلا کوئی کہاں سے لائے۔"

حضرت ام عمارہ رضی اللہ عنہا ہاتھ میں برہنہ شمشیر لیے رسول اقدس ﷺ کے پاس کھڑی تھی کہ وہی مشرک دوبارہ سامنے آیا جس نے اس کے بیٹے کو زخمی کیا تھا۔ رسول اقدس ﷺ نے دیکھتے ہی فرمایا: یہی تیرے بیٹے کو زخمی کرنے والا ہے۔ حضرت ام عمارہؓ نے سنتے ہی اس پر ایک ایسا خطرناک وار کیا جس سے اس کی ٹانگ کٹ گئی اور وہ منہ کے بل زمین پر گر پڑا۔ چند مجاہدین نے اسے دبوچ لیا جس سے اس کی موت واقع ہو گئی۔ آپ نے یہ منظر دیکھ کر ارشاد فرمایا: "ام عمارہؓ آپ نے تو کمال کر دیا۔"

فرماتی ہیں کہ رسول اقدس ﷺ اس وقت مسکرا رہے تھے اور ساتھ ہی آپ نے یہ ارشاد فرمایا:

«اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ اَظْفَرَكِ وَ اَقَرَّ عَيْنَكِ مِنْ عَدُوِّكِ وَ اَرَاكِ ثَأْرَكِ بِعَيْنِكِ»

"شکر اس اللہ کا جس نے تجھے کامیابی دی۔ دشمن کی جانب سے تیری آنکھوں کو ٹھنڈا کیا اور تیرا بدلہ تجھے تیری آنکھوں سے دکھلا دیا۔"

«سُبْحَانَ اللّٰهِ وَ بِحَمْدِهٖ سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيْمِ»

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اقدس ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا

«مَا الْتَفَتُّ يَوْمَ اُحُدٍ يَمِيْنًا وَلَا شِمَالًا اِلَّا وَ اَرَاهَا تُقَاتِلُ دُوْنِيْ»

"میں نے غزوۂ احد کے دن جب بھی اپنے دائیں بائیں دیکھا تو اسے

میرے دفاع میں لڑتے ہوئے پایا۔"

غزوۂ احد میں حضرت ام عمارہ رضی اللہ عنہا کے جسم پر تقریباً بارہ زخم لگے جن میں کندھے کا زخم بہت گہرا تھا۔ جس کا علاج تقریباً ایک سال تک ہوتا رہا۔ جب ابن قمیہ نامی ایک کافر نے حضرت ام عمارہ کے کندھے پر تلوار کا وار کیا جو بڑا خطرناک ثابت ہوا۔ آپ بے ہوش ہو گئیں۔ جب ہوش آیا تو سب سے پہلے پوچھا کہ رسول اقدس ﷺ کا کیا حال ہے؟ نہ ہی اپنے بیٹوں کے بارے میں پوچھا اور نہ ہی خاوند کے بارے میں۔ جب اسے یہ بتلایا گیا کہ آپؐ بالکل محفوظ ہیں تو اس نے بے ساختہ اللہ کا شکر ادا کیا۔ حضرت ام عمارہ رضی اللہ عنہا غزوۂ حنین اور فتح مکہ کے علاوہ مسیلمہ کذاب کے خلاف لڑی گئی جنگ یمامہ میں بھی شریک ہوئیں۔ اس جنگ میں لڑائی کے دوران ان کا ایک ہاتھ کٹ گیا۔ اس کے علاوہ جسم پر گیارہ زخم لگے۔ اس کا بیٹا حبیب بن زید انصاری اسی جنگ میں شہید ہوا۔ اس پر مسیلمہ نے خود وار کیا تھا جس سے وہ جام شہادت نوش کر گئے۔

دوسرا بیٹا عبداللہ بن زیدؓ معرکہ حرۃ میں شہید ہوا۔ یہ جنگ ۶۳ ہجری کو مدینہ منورہ کے مشرقی جانب واقع سیاہ پہاڑوں میں لڑی گئی تھی۔ حرۃ دراصل سیاہ پہاڑی کو کہتے ہیں۔ اس قسم کے پہاڑ زیادہ مدینہ منورہ کے قرب و جوار میں واقع ہیں۔ عبداللہ بن زیدؓ وہ عظیم المرتبت مجاہد ہے جس نے مسیلمہ کذاب کو اپنی تلوار سے قتل کیا۔ حضرت حمزہ بن عبدالمطلب کو اپنے نیزے سے شہید کرنے والا وحشی بن حرب بھی مسیلمہ کذاب کے قتل کرنے میں برابر کا شریک ہے۔ غزوۂ احد سے فارغ ہو کر جب مجاہدین رسول اقدس ﷺ کی قیادت میں مدینہ منورہ پہنچے تو آپ نے اعلان کر دیا کہ غزوۂ احد میں شریک ہونے والے مجاہدین تیار ہو جائیں۔ کل صبح مشرکین کے تعاقب کے لئے حمراء الاسد مقام کی طرف روانہ ہوں گے۔ مجاہدین نے صرف ایک رات مدینہ منورہ میں گذاری پھر جہاد پر روانہ ہونے کے لئے تیار ہو گئے۔ حضرت ام عمارہ رضی اللہ عنہا بھی جذبہ جہاد سے سرشار روانگی کے لئے اٹھیں لیکن گہرے زخموں

کی وجہ سے بدن میں اتنی نقاہت ہو چکی تھی کہ کوشش کے باوجود چل نہ سکیں۔ رسولِ اقدس ﷺ نے واپس مدینہ منورہ پہنچتے ہی عبداللہ بن کعب مازنی سے ان کی ہمشیرہ ام عمارہ کی صحت کے بارے میں پوچھا۔ آپ کو یہ بتایا گیا کہ زخم دھیرے دھیرے بھر رہے ہیں تو آپ نے اطمینان کا سانس لیا اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا۔

* * *

حضرت ام عمارہ رضی اللہ عنہا غزوۂ بنو قریظہ میں شریک ہوئیں۔ اس معرکے میں چند دیگر خواتین بھی شریک تھیں۔ ان سب کو رسولِ اقدس ﷺ نے مالِ غنیمت میں سے حصہ دیا۔ حضرت ام عمارہ رضی اللہ عنہا نے صلح حدیبیہ میں شرکت کی سعادت حاصل کی۔ فرماتی ہیں کہ ہم عمرہ ادا کرنے کے لئے رسولِ اقدس ﷺ کی قیادت میں مدینہ منورہ سے روانہ ہوئے۔ مکہ معظمہ کے قریب حدیبیہ مقام پر ہمیں روک لیا گیا۔ قریش نہیں چاہتے تھے کہ مسلمان مکہ معظمہ میں داخل ہوں۔ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو سفیر بنا کر مکہ معظمہ بھیجا گیا۔ ان کی واپسی میں تاخیر ہو گئی۔ خبر یہ اڑا دی گئی کہ انہیں شہید کر دیا گیا ہے۔ رسولِ اقدس ﷺ نے درخت کے سائے میں بیٹھ کر بیعت لینا شروع کر دی۔ آپ نے یہ بھی ارشاد فرمایا:

((اِنَّ اللّٰہَ اَمَرَنِیْ بِالْبَیْعَۃِ))

''اللہ تعالیٰ نے مجھے بیعت لینے کا حکم دیا ہے۔''

جس کے پاس کوئی ہتھیار تھا' اس نے تھام لیا۔ چونکہ یہ سفر عمرہ ادا کرنے کی نیت سے اختیار کیا گیا تھا اس لئے بیشتر افراد کے پاس کوئی ہتھیار نہ تھا۔ فرماتی ہیں کہ میں نے ایک لاٹھی پکڑ لی اور ایک چھری اپنے سر بند میں اڑس لی تاکہ اگر کوئی دشمن میرے قریب آیا تو اس کا کام تمام کر سکوں۔ لیکن لڑائی کی نوبت ہی نہیں آئی۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے بارے میں اڑائی گئی خبر غلط نکلی۔ دشمن سے معاہدۂ امن طے پا گیا جو تاریخ میں صلح حدیبیہ کے نام سے مشہور ہوا۔ اس موقع پر اہل ایمان سے جو بیعت لی گئی اس کا تذکرہ قرآن حکیم میں ان الفاظ میں کیا گیا:

﴿لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ فَاَنْزَلَ السَّكِيْنَةَ عَلَيْهِمْ وَ اَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِيْبًا وَ مَغَانِمَ كَثِيْرَةً يَّاْخُذُوْنَهَا وَ كَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا﴾ (الفتح - ۱۸)

"اللہ مومنوں سے خوش ہو گیا جب وہ درخت کے نیچے تم سے بیعت کر رہے تھے' ان کے دلوں کا حال اس کو معلوم تھا۔ اس لئے اس نے ان پر سکینت نازل فرمائی' ان کو انعام میں قریبی فتح بخشی اور بہت سا مال غنیمت انہیں عطا کر دیا جسے وہ عنقریب حاصل کریں گے۔ اللہ زبردست اور حکیم ہے۔"

غزوۂ خیبر میں بیس خواتین شریک ہوئیں جن میں حضرت ام عمارہ رضی اللہ عنہا بھی تھیں۔ خیبر فتح ہوا' مالِ غنیمت تقسیم کیا گیا تو اس میں سے خواتین کو بھی حصہ دیا گیا۔ حضرت ام عمارہ رضی اللہ عنہا کے حصے میں زیور' عمدہ لباس اور دو دینار آئے۔ حضرت ام عمارہ رضی اللہ عنہا نے غزوہ حنین میں بھی جرأت و شجاعت کا بھرپور مظاہرہ کیا۔ فرماتی ہیں کہ بنو ہوازن کا ایک شخص اونٹ پر سوار میدان میں جھنڈا لہراتا ہوا داخل ہوا۔ میں نے موقع پاتے ہی اونٹ کی پچھلی جانب زوردار وار کیا' جس سے اونٹ لڑکھڑاتا ہوا اپنے سوار سمیت گر پڑا۔ اس کے گرتے ہوئے سوار پر ایسی کاری ضرب لگائی کہ وہ اٹھ نہ سکا۔

حضرت ام عمارہ رضی اللہ عنہا کے بیٹے حبیب بن زید رضی اللہ عنہ کو رسولِ اقدس ﷺ نے مسیلمہ کذاب کے پاس اپنا نمائندہ بنا کر بھیجا تاکہ اسے راہِ راست پر لایا جا سکے۔ اس بدبخت نے سفارتی آداب کو پامال کرتے ہوئے حضرت حبیب بن زیدؓ کو گرفتار کر لیا اور ایک ستون کے ساتھ باندھ دیا اور اس سے پوچھا:

"کیا تم گواہی دیتے ہو کہ محمدؐ اللہ کے رسول ہیں؟ اس نے کہا ہاں میں گواہی دیتا ہوں کہ حضرت محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔"

پھر اس نے پوچھا:

"کیا تم یہ گواہی دیتے ہو کہ میں اللہ کا رسول ہوں۔"

اس نے کہا میں بہرہ ہوں' میں سنتا نہیں۔ مسیلمہ کذاب نے یہ سوال بار بار کیا۔ ہر بار حضرت حبیب بن زیدؓ نے یہی جواب دیا تو اس بدبخت نے ایک ایک عضو کاٹ کر حضرت حبیب بن زید رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا۔ حضرت ام عمارہ رضی اللہ عنہا کو جب بیٹے کی شہادت کی خبر ملی تو کمال صبر و تحمل کا مظاہرہ کیا۔ رسول اقدس ﷺ نے دلاسہ دیتے ہوئے اس خاندان کے لئے خیر و برکت کی دعا کی۔

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنے دورِ خلافت میں جب مسیلمہ کذاب سے نبرد آزما ہونے کے لئے لشکر روانہ کیا تو اس میں حضرت ام عمارہ رضی اللہ عنہا بھی شامل تھیں۔ اس وقت ان کی عمر تقریباً ساٹھ سال تھی اور ان کا بیٹا عبداللہ بن زید بھی ہمراہ تھا۔ اس معرکے میں حضرت ام عمارہ رضی اللہ عنہا کا ایک بازو کٹ گیا۔ اس کے علاوہ تقریباً گیارہ زخم جسم پر لگے۔ مسیلمہ کذاب کو قتل کرنے والوں میں حضرت ام عمارہ رضی اللہ عنہا کا بیٹا عبداللہ بن زید بھی تھا۔ سپہ سالار حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے حضرت ام عمارہ رضی اللہ عنہا کے کٹے ہوئے ہاتھ کا علاج کرنے کے لئے تیل گرم کیا اور جلتے ہوئے تیل میں زخمی بازو کو داغ دیا جس سے خون رک گیا۔ حضرت ام عمارہ رضی اللہ عنہا کو اپنے بازو کے کٹ جانے کا اتنا غم نہیں تھا جتنی خوشی مسیلمہ کذاب کے واصل جہنم ہونے کی تھی۔

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں ایک روز بہت عمدہ چادریں ان کے پاس لائی گئیں۔ ایک چادر بہت ہی عمدہ اور بڑے سائز کی تھی۔ ساتھیوں نے مشورہ دیا کہ یہ چادر عبداللہ بن عمر کی بیوی صفیہ بنت ابی عبید کو دے دی جائے تو آپ نے ارشاد فرمایا: یہ چادر اس خاتون کو دی جائے گی جو صفیہؓ سے کہیں بہتر ہے۔ میں نے اس خاتون کی تعریف رسولِ اقدس ﷺ کی زبان مبارک سے سنی۔ اس کے بعد یہ چادر حضرت ام عمارہ نسیبہ بنت کعب رضی اللہ عنہا کی خدمت میں پیش کر دی گئی۔ ایک روز حضرت ام عمارہ رضی اللہ عنہا نے رسول اقدس ﷺ کی خدمت

میں عرض کی یا رسول اللہ ﷺ قرآن حکیم میں اکثر و بیشتر مردوں کو ہی تذکرہ ہوتا ہے۔ عورتیں بیچاری محروم ہی رہتی ہیں تو یہ آیت نازل ہوئی

﴿إِنَّ الْمُسْلِمِينَ وَالْمُسْلِمَاتِ وَالْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ وَالْقَانِتِينَ وَالْقَانِتَاتِ وَالصَّادِقِينَ وَالصَّادِقَاتِ وَالصَّابِرِينَ وَالصَّابِرَاتِ وَالْخَاشِعِينَ وَالْخَاشِعَاتِ وَالْمُتَصَدِّقِينَ وَالْمُتَصَدِّقَاتِ وَالصَّائِمِينَ وَالصَّائِمَاتِ وَالْحَافِظِينَ فُرُوجَهُمْ وَالْحَافِظَاتِ وَالذَّاكِرِينَ اللَّهَ كَثِيرًا وَالذَّاكِرَاتِ أَعَدَّ اللَّهُ لَهُم مَّغْفِرَةً وَأَجْرًا عَظِيمًا﴾ (الأحزاب - ۳۵)

"بلاشبہ مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں' مومن مرد اور مومن عورتیں' اطاعت گزار مرد اور اطاعت گزار عورتیں' راست باز مرد اور راست باز عورتیں' صابر مرد اور صابر عورتیں' اللہ کے آگے جھکنے والے مرد اور اللہ کے آگے جھکنے والی عورتیں' صدقہ دینے والے مرد اور صدقات دینے والی عورتیں' روزے رکھنے والے مرد اور روزے رکھنے والی عورتیں' اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کرنے والے مرد اور حفاظت کرنے والی عورتیں' اللہ کو کثرت سے یاد کرنے والے مرد اور عورتیں' اللہ نے ان کے لئے مغفرت اور بڑا اجر تیار کر رکھا ہے۔"

حضرت ام عمارہ رضی اللہ عنہا صحابیاتؓ میں اعلیٰ درجے پر فائز تھیں۔ غزوۂ احد میں جب گھمسان کی لڑائی ہو رہی تھی' رسول اقدس ﷺ نے حضرت ام عمارہ رضی اللہ عنہا' ان کے خاوند اور دونوں بیٹوں کی جاں نثاری کا انداز دیکھتے ہوئے یہ ارشاد فرمایا:

((رَحِمَكُمُ اللهُ أَهْلَ الْبَيْتِ))

"اللہ تم پر رحم کرے اے خاندان"

ام عمارہ رضی اللہ عنہا نے عرض کی یا رسول اللہ دعا کیجئے کہ اللہ ہمیں جنت میں

آپ کا ساتھ نصیب فرمادے تو آپ نے یہ دعا کی

«اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهُمْ رُفَقَائِیْ فِی الْجَنَّةِ»

"الٰہی ان سب کو جنت میں میرا رفیق بنا دینا"

اللہ ان سے راضی اور وہ اپنے اللہ سے راضی

* * *

حضرت ام عمارہ نسیبہ بنت کعب رضی اللہ عنہا کے مفصل حالات زندگی معلوم کرنے کے لئے درج ذیل کتابوں کا مطالعہ کیجئے۔

١ – مسند امام احمد	٤٣٩/٦
٢ – طبقات ابن سعد	٤١٠/٨
٣ – الاستبصار	٨٢
٤ – تهذيب الكمال	١٧٠٣
٥ – تهذيب التهذيب	٤٧٤/١٢
٦ – كنز العمال	٦٢٥/١٣
٧ – البداية والنهاية	١٦٦/٣
٨ – السيرة الحلبية	١٧٥/٢
٩ – انساب الاشراف	٢٥٠/١
١٠ – الاصابة	٤٥٧/٤
١١ – صفة الصفوة	٦٣/٢
١٢ – سير اعلام النبلاء	٢٧٩/٢
١٣ – اعلام النساء	١٧٣/٥
١٤ – الاستيعاب	٤٥٦/٤

حضرت الربیع بنتِ معوذ رضی اللہ عنہا

"جن لوگوں نے بیعتِ رضوان میں حصہ لیا وہ جنتی ہیں۔"
(حدیثِ رسول ﷺ)

حضرت الربیع بنت معوذ رضی اللہ عنہا بیعتِ رضوان میں شریک تھیں' لہٰذا خاتونِ جنت قرار پائیں۔

جلیل القدر صحابی معوذ بن عفراء رضی اللہ عنہ کی نور چشم معاذ بن عفراءؓ اور عوف بن عفراءؓ کی بھتیجی حضرت الربیع بنت معوذ بن عفراء رضی اللہ عنہا کے حالات زندگی مومن عورتوں کے لئے مشعل راہ ہیں۔ یاد رہے کہ عفراء کے تینوں بیٹے عظیم المرتبت بدری صحابہ میں سے ہیں جن کے بارے میں اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے یہ ارشاد فرمایا:

«اِعْمَلُوا مَاشِئْتُمْ فَقَدْ وَجَبَتْ لَكُمُ الْجَنَّةُ»

"اے اہل بدر اب جو تمہارے جی میں آئے کرو بلاشبہ جنت تمہارے لئے واجب ہو چکی ہے۔"

میدان بدر میں جب دونوں فوجیں آمنے سامنے ہوئیں تو مشرکین کی جانب سے عتبہ بن ربیعہ' شیبہ بن ربیعہ اور ولید بن عتبہ میدان میں اترے اور مقابلے کے لئے چیلنج کیا۔ لشکر اسلام سے عفراء کے تینوں بیٹے معوذ' معاذ اور عوف مقابلے میں آئے۔ مکی پہلوانوں نے متکبرانہ انداز اختیار کرتے ہوئے کہا ہمارے مقابلے کے لئے یہ طفلان مکتب! جاؤ میاں کسی ایسے جوانمرد کو میدان میں نکالو جو ہماری ضرب سہنے کی ہمت رکھتا ہو۔ تمہارے ابھی کھیلنے کے دن ہیں تم کیا جانو لڑائی کیا ہوتی ہے؟ تلوار کی کاٹ کیسی ہوتی ہے؟ یہ صورت حال دیکھتے ہوئے رسول اقدس ﷺ نے انہیں میدان سے واپس بلا لیا اور ان کے مقابلے کے لئے حضرت حمزہ بن عبدالمطلب' حضرت علی بن ابی طالب اور حضرت عبیدۃ بن حارث رضی اللہ عنہم کو میدان میں اترنے کا حکم دیا۔ تینوں مدنی شہسواروں نے مقابلے میں آتے ہی ایسا زور دار وار کیا کہ مدمقابل تینوں سورماؤں کے پرخچے اڑا دیئے۔ ان کے تکبر کو چشم زدن میں خاک

میں ملا دیا۔ ائمہ کفر اپنے زخم چاٹتے ہوئے واصل جہنم ہو گئے۔

٭٭٭

حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میدان بدر میں میرے پاس عفراء کا بیٹا معوذ آیا اور میرے کان میں سرگوشی کا انداز اختیار کرتے ہوئے کہنے لگا چچا جان ابو جہل کون ہے؟ اور کہاں ہے؟ ابھی میں اس کا جواب نہ دے پایا تھا کہ اس کا بھائی دوڑتا ہوا آیا اس نے بھی مجھ سے یہی سوال کیا۔ میں نے کہا میرے بیٹو تم ابو جہل کو کیوں ڈھونڈ رہے ہو؟ انہوں نے مجھے یہ ایمان افروز جواب دیا۔ چچا جان ہم نے سنا ہے کہ ابو جہل ہمارے پیارے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو گالی دیتا ہے۔ آج ہم نے یہ پختہ ارادہ کیا ہے کہ اس بدبخت کا سر قلم کر دیں گے یا خود جام شہادت نوش کر جائیں گے۔ ابھی یہ باتیں ہو ہی رہی تھیں کہ ابو جہل گھوڑے پر سوار بڑے طمطراق سے چلا آ رہا تھا۔ میں نے کہا بچو یہ ہے تمہارا شکار! یہ بات سنتے ہی تیزی سے اس کی طرف لپکے۔ ایسا خطرناک وار کیا کہ پلک جھپکتے ہی اسے گھوڑے سے نیچے گرا لیا۔ ایسا تابڑ توڑ حملہ کیا کہ اسے اٹھنے کی مہلت ہی نہ دی۔ زندگی کے آخری لمحات میں حسرت بھری نگاہوں سے دیکھتے اس فرعون نے یہ کہا کہ میری گردن کو ذرا نیچے سے کاٹنا تاکہ دیکھنے والے کو یہ کسی سردار کی گردن دکھائی دے۔ کاش میری موت کسی کڑیل جوان کے وار سے ہوتی۔ افسوس نوخیز بچوں نے میرا یہ حشر کر دیا۔ رسول اقدس ﷺ نے عفراء کے بیٹوں معوذ اور معاذ کے لئے رحمت کی دعا کی جن کی تلوار نے ابو جہل کے پرخچے اڑا دیے۔ عفراء کے یہ تینوں بیٹے بیعت عقبہ ثانیہ میں بھی شریک تھے۔

٭٭٭

حضرت معوذ بن عفراء کی بیٹی الربیع کی شادی خانہ آبادی ایاس بن بکیر لیثی سے ہوئی جو مشہور اور کبار مہاجرین میں سے تھے۔ اس شادی کے نتیجے میں محمد بن ایاس پیدا ہوئے۔ حضرت الربیع بنت معوذ عظیم المرتبت خاندان کی چشم و چراغ

تھیں۔ رسول اقدس ﷺ کبھی کبھار ان کے گھر بھی تشریف لے آیا کرتے تھے۔ اگر یہ کوئی تحفہ آپ کی خدمت میں پیش کرتی تو آپ اسے بخوشی قبول کر لیا کرتے تھے۔ یہ ایک ایسا شرف ہے جس پر جتنا بھی فخر کیا جائے کم ہے۔ جس روز اس عظیم المرتبت خاتون کی شادی ہوئی مبارکباد دینے کے لئے رسول اقدس ﷺ ان کے گھر تشریف لائے۔ یہ خود بیان کرتی ہیں کہ میری شادی کے دن رسول اقدس ﷺ ہمارے گھر تشریف لائے۔ پلنگ پر بیٹھ گئے' بچیاں دف بجاتے ہوئے خوشی کے گیت گا رہی تھیں۔ گیت گاتے ہوئے جب انہوں نے یہ کہا:

((وَفِيْنَا نَبِيٌّ يَعْلَمُ مَا فِيْ غَدٍ))

"ہم میں ایک نبی ہے جو کل کی باتیں جانتا ہے۔"

آپ نے ان بچیوں سے شفقت بھرے انداز میں کہا یہ نہ کہو کیونکہ غیب کا علم صرف اللہ تعالیٰ کو ہی ہے' اس کے علاوہ تم اپنا شغل جاری رکھو۔ اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ شادی بیاہ کے موقع پر اگر خاندان کی بچیاں خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کوئی گیت گاتی ہیں یا اس گیت کو پرسوز بنانے کے لئے دف کا سہارا لیتی ہیں تو اس کی شریعت میں اجازت ہے۔ شادی والے گھر میں یبوست کا سماں پیدا کرنا بھی کوئی اچھی بات نہیں اور نہ ہی شریعت نے کوئی اتنی سخت پابندی لگائی ہے جیسا کہ آج کل بعض مذہبی گھرانوں میں کبھی کبھی اس کا مظاہرہ دیکھنے میں آتا ہے۔

* * *

حضرت ربیع بنت معوذ رضی اللہ عنہا رسول اقدس ﷺ کی خدمت میں آپ کا مرغوب کھانا پیش کیا کرتی تھیں۔ فرماتی ہیں کہ ایک مرتبہ میں نے آپ کی خدمت اقدس میں تر کھجوریں پیش کیں جنہیں آپ بڑے شوق سے کھایا کرتے تھے۔ اس روز آپ نے مجھے سونے اور چاندی کے زیورات بطور تحفہ دیئے جو بحرین سے آئے تھے۔ آپ نے ارشاد فرمایا یہ زیورات لے لو انہیں پہن لیا کرو۔

حضرت ربیع بنت معوذ کی یہ خوش نصیبی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے دست

مبارک سے اس خاتونِ جنت کو تحائف عطاء کئے۔ تحائف کا آپس میں تبادلہ یہ رسول اقدس ﷺ کی سنت ہے۔ آپ نے ارشاد فرمایا آپس میں ایک دوسرے کو تحائف دیا کرو اس سے باہمی تعلقات میں خوشگواری پیدا ہوتی ہے۔ حضرت ربیع بنت معوذ رضی اللہ عنہا کی یہ خوش نصیبی ہے کہ نبی اکرم ﷺ بسا اوقات ان کے گھر آتے' وضو کرتے' نماز ادا کرتے' کھانا کھاتے اور قدرے آرام کیا کرتے۔ اس سے کئی شرعی احکامات اس خاتونِ جنت کے علم میں آتے۔ کبار صحابہ کرامؓ اسی وجہ سے ان کی بہت قدر کیا کرتے تھے۔ مشاہدات اور احادیث نبی کا اکثر ان سے مطالبہ کیا کرتے تھے۔

حضرت ربیع بنت معوذ بیان کرتی ہیں کہ رسول اقدس ﷺ ہمارے گھر تشریف لاتے' مجھے پانی لانے کا حکم دیتے' میں اس کا اہتمام کرتی۔ میں آپ کو وضو کراتی۔ پھر اپنا مشاہدہ بیان کرتے ہوئے فرماتی ہیں آپ نے تین مرتبہ اپنے دونوں ہاتھ دھوئے۔ تین مرتبہ اپنا چہرہ دھویا۔ ایک ایک مرتبہ کلی کی اور ناک میں پانی چڑھایا۔ دونوں ہاتھ کہنیوں تک تین تین مرتبہ دھوئے۔ سر کا مسح دو مرتبہ اس طرح کیا کہ پیشانی سے پیچھے گردن کی طرف لے گئے اور واپس لائے۔ اور دونوں کانوں کے اندرونی اور بیرونی جانب انگلیاں پھیریں اور تین مرتبہ اپنے دونوں پاؤں دھوئے۔

* * *

حضرت ابو عبیدہ بن محمد بن عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک روز میں نے حضرت ربیع بنت معوذ رضی اللہ عنہا سے درخواست کی کہ رسول اقدس ﷺ کا چہرہ انور کیسا تھا؟ فرمایا بیٹا یوں سمجھو جیسے آفتاب چمک رہا ہے۔

رسول اقدس ﷺ کے چہرے کو آفتاب سے اس لئے تشبیہ دی کہ یہ خود بھی چمکتا ہے اور کائنات کے کونے کونے میں روشنی بھی بہم پہنچاتا ہے۔ دورِ نبوت میں خواتین اسلام کو یہ اعزاز بھی حاصل رہا ہے کہ میدانِ جنگ میں زخمیوں کی مرہم پٹی کرنے اور پانی پلانے کی خدمات سرانجام دیا کرتی تھیں۔ بخاری شریف میں مذکور ہے حضرت خالد بن ذکوان ربیع بنت معوذ سے روایت کرتے ہیں۔ وہ فرماتی ہیں کہ ہم

رسول اقدس ﷺ کے ہمراہ جنگ میں شریک ہوتیں' مجاہدین کو پانی پلاتیں' مقتولین اور زخمیوں کو میدان سے اٹھا کر مدینہ پہنچاتیں' ان کی مرہم پٹی کرتیں۔ ۶ ہجری کو پیش آنے والے تاریخی واقعے بیعت رضوان میں حضرت ربیع رضی اللہ عنہا شریک تھیں۔ اس طرح انہیں لسان رسالت سے خاتون جنت ہونے کا اعزاز حاصل ہوا۔ یہ وہ تمغہ امتیاز ہے جس کے مقابلے میں دنیا کے جملہ امتیازات ہیچ نظر آتے ہیں۔

* * *

حضرت ربیع رضی اللہ عنہا بہادر' نڈر' زود فہم اور حاضر جواب تھیں۔ ایک روز مدینہ منورہ میں ابو ربیعہ مخزومی کی بیوی ام عیاش عطر بیچتے ہوئے ان کے گھر آ پہنچی۔ دوران گفتگو اس نے کہا تم تو ہمارے سردار کے قاتل کی بیٹی ہو' میں تو تمہیں عطر نہیں دوں گی۔ انہوں نے اسے غضبناک ہو کر کہا دفع ہو جاؤ یہاں سے میں تیرے عطر کو بدبو سے بھی زیادہ بدتر سمجھتی ہوں۔ چلو اٹھو میری نظروں سے' دور ہو جاؤ کم بخت کہیں کی۔

حضرت ربیع رضی اللہ عنہا اور ان کے خاوند ایاس بن بکیرؓ کے باہمی تعلقات کشیدہ ہو گئے۔ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کا دور خلافت تھا۔ ایک روز انہوں نے اپنے خاوند سے کہا میرے پاس جو کچھ ہے وہ لے لو اور اپنی زوجیت سے فارغ کر دو۔ میں تمہارے گھر نہیں رہنا چاہتی۔ اس نے بیوی کی طرف سے یہ مطالبہ سن کر کہا ٹھیک ہے' مجھے منظور ہے۔ وہ سب کچھ اٹھا کر لے گیا اور گھر میں بستر کی چادر تک نہیں چھوڑی۔ جب یہ شکایت حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے پاس لگائی گئی تو آپ نے ارشاد فرمایا:

> "چونکہ مفارقت کے لئے یہ اجازت دے دی گئی تھی کہ جو کچھ بیوی کی ملکیت میں سے خاوند لینا چاہے اسے اختیار ہے۔ لہٰذا وہ گھر کا سارا اثاثہ لے جانے میں حق بجانب ہے اب اس سے کچھ بھی واپس نہیں لیا جا سکتا۔"

عظیم المرتبت شخصیات کی زندگی میں بعض اوقات ایسے نازک مرحلے بھی آ

جایا کرتے ہیں جن کا عام حالات میں وہم و گمان بھی نہیں ہوتا- آزادی نسواں کا ڈھنڈورا پیٹنے والوں کو اسلام کا یہ حکم اپنے پیش نظر رکھنا چاہئے کہ اگر کوئی خاتون اپنے خاوند سے اس قدر اکتا چکی ہے کہ وہ اس کے ساتھ زندگی بسر نہیں کرنا چاہتی تو اسے عدالت یا باہمی مفاہمت کے ذریعے علیحدگی اختیار کرنے کا پورا حق ہے- اسے شرعی اصطلاح میں خلع کہتے ہیں- جس طرح طلاق کا حق مرد کو دیا گیا ہے اس طرح خلع کی گنجائش عورت کے لئے رکھ دی گئی ہے- یہ دونوں صورتیں عائلی زندگی میں پیش آنے والی تلخیوں کو ختم کرنے کی ایک مستحسن تدبیر ہے- طلاق کو حلال امور میں اگرچہ ناپسندیدہ قرار دیا گیا ہے لیکن اگر یہ استثنائی صورت نہ ہوتی تو گھریلو ناچاقی کی صورت میں میاں بیوی کی زندگی اجیرن ہو جاتی- لہٰذا اس قسم کے احکامات بھی انسانی زندگی کے لئے رحمت کا باعث ہیں- اللہ تعالیٰ کا کوئی حکم بھی اس کی رحمت سے خالی نہیں-

حضرت ربیع رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ ﷺ سے اکیس احادیث روایت کی ہیں- ان سے بہت سے مشہور و معروف تابعین نے روایات کی ہیں- جن میں عائشہ بنت انس بن مالک رضی اللہ عنہا' سلیمان بن یسار' خالد بن ذکوان' عبداللہ بن محمد بن عقیل' ابو عبیدۃ محمد بن عمار بن یاسر قابل ذکر ہیں-

حضرت ربیع بنت معوذ رضی اللہ عنہا نے طویل زندگی گذارنے کے بعد ۴۵ ہجری کو حضرت امیر معاویہ بن سفیان رضی اللہ عنہ کے دور حکومت میں وفات پائی-

اللہ ان سے راضی اور وہ اپنے اللہ سے راضی

* * *

حضرت ربیع بنت معوذ رضی اللہ عنہا کے مفصل حالات زندگی معلوم کرنے کے لئے درج ذیل کتابوں کا مطالعہ کریں-

١- تفسیر ابن کثیر ٤/٢٠٢

٢- صحیح البخاری کتاب المغازی غزوة الحدیبیة

٣- صحیح المسلم ٧/١٦٩

٤ – تهذيب الاسماء واللغات ٢/٣٤٣

٥ – الاعلام زركلى ٣/٣٩

٦ – دلائل النبوة ٧/١١٦

٧ – تهذيب التهذيب ابن حجر ١٢/٤١٨

٨ – الاستيعاب ٤/٣٠٢

٩ – سيراعلام النبلاء ٣/١٩٨

١٠ – الاصابة ٤/٢٩٤

١١ – طبقات ابن سعد ٨/٣٠٠

١٢ – الاستبصار ٦٧

١٣ – سنن ابى دائود ١/٢٠

١٤ – البداية والنهاية ٣/١١٦

١٥ – السيرة الحلبية ٢/٤٢٣

١٦ – عيون الاثر ١/٢١٥

حضرت فریعہ بنت مالک رضی اللہ عنہا

"جن لوگوں نے بیعت رضوان میں حصہ لیا وہ جنتی ہیں"

(حدیث رسول ﷺ)

حضرت فریعہ بنت مالک انصاری رضی اللہ عنہا بیعت رضوان میں شریک تھیں' لہٰذا خاتونِ جنت قرار پائیں۔

جلیل القدر صحابی حضرت مالک بن سنان بن عبید انصاری خدری رضی اللہ عنہ کی بیٹی جس کے بارے میں رسولِ اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«مَنْ أَرَادَ أَنْ يَنْظُرَ إِلَى رَجُلٍ مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ فَلْيَنْظُرْ إِلَى هَذَا»

"جو کوئی کسی جنتی شخص کو دیکھنا چاہتا ہے' وہ اسے دیکھ لے۔"

مفتی مدینہ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کی بہن جو عالم' فاضل' محدث' مجاہد' جرنیل اور حکمران صحابی تھے' جن سے ایک ہزار ایک سو ستر احادیث مروی ہیں۔ماں کی جانب سے جرنیل صحابی حضرت قتادہ بن نعمان انصاری رضی اللہ عنہ کی بہن جو غزوہ بدر اور غزوہ احد میں شریک ہوئے' لڑائی کے دوران ان کی آنکھ زخمی ہو کر باہر نکل گئی۔رسولِ اقدس ﷺ نے یہ صورتِ حال دیکھتے ہی اپنے دستِ مبارک سے آنکھ کو اندر دھکیلا جو دوبارہ اپنی اصلی جگہ پر پیوست ہو گئی اور بینائی پہلے سے بھی زیادہ تیز ہو گئی۔آیئے اس خاتونِ جنت کے حالاتِ زندگی کو اپنے لئے مشعل راہ بنائیں۔

* * *

حضرت فریعہ رضی اللہ عنہا کے والد حضرت مالک بن سنان بن عبید انصاری خزرجی خدری وہ جلیل القدر' عظیم الشان اور بلند مرتبہ صحابی ہیں جن کے بارے میں رسولِ اقدس ﷺ نے یہ ارشاد فرمایا:

"جو کوئی جنتی شخص دیکھنا چاہتا ہے وہ مالک بن سنان کو دیکھ لے۔"

یہ غزوۂ بدر میں تو شریک نہ ہو سکے لیکن احد میں رسولِ اقدس ﷺ کا دفاع کرتے ہوئے جامِ شہادت نوش کیا۔جب یہ غزوۂ احد میں شرکت کے لئے تشریف

لائے تو ان کے ہمراہ حضرت سعد یعنی ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ وہ ابھی چھوٹے بچے تھے۔ اس لئے رسولِ اقدس ﷺ نے انہیں جہاد میں شرکت کی اجازت نہ دی۔ وہ فورِ غم سے آنسو بہانے لگے تو ان کی بہن حضرت فریعہ بنت مالک رضی اللہ عنہا نے اپنے بھائی کو پیار سے بغل میں لیا اور اس کے آنسو اپنے آنچل سے صاف کئے اور اسے مزید انتظار کرنے اور صبر کا دامن تھامنے کی تلقین کی۔ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بڑے ہو کر مفتی مدینہ کی مسند پر جلوہ افروز ہوئے اور میدانِ علم و فضل میں روشن ستارے کی طرح جگمگائے۔

حضرت مالک بن سنان رضی اللہ عنہ ہتھیار تھام کر غزوۂ احد میں شریک ہونے کے لئے نکلے۔ رسولِ اقدس ﷺ سے ملے اور نہایت فاضلانہ انداز میں گفتگو کرتے ہوئے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ آج ہم مشرکین سے نبرد آزما ہونے کے لئے نکلے ہیں۔ آج یا تو اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے مدِ مقابل پر غلبہ عطا کرے گا اور یا ہمیں شہادت کا بلند مرتبہ نصیب کرے گا۔ یہ دونوں صورتیں ہمارے لئے بہتر ہیں۔ ہر دو صورت کامیابی ہی ہمارا مقدر بنے گی۔ جب لڑائی پورے جوبن پر تھی' ہر طرف سے تیروں کی بوچھاڑ ہو رہی تھی تو حضرت مالک بن سنان رضی اللہ عنہ نے پورے جوش و جذبے سے رسولِ اقدس ﷺ کے قریب رہتے ہوئے دفاعی انداز اختیار کئے رکھا حتیٰ کہ اس مقدس فریضے کو سر انجام دیتے ہوئے اپنی جان اللہ کی راہ میں قربان کر دی۔ اس مرحلے پر چشمِ فلک نے یہ منظر بھی دیکھا کہ حبیبِ کبریا' شافعِ روزِ جزا' شمس الضحیٰ' بدر الدجیٰ یعنی محمد مصطفیٰ ﷺ کا چہرۂ مبارک زخمی ہو گیا۔ پاکیزہ خون چہرۂ مبارک پر بہہ رہا تھا کہ حضرت مالک بن سنان رضی اللہ عنہ نے موقع غنیمت جانتے ہوئے وہ خون اپنے منہ سے چوس کر نگل لیا۔ اس طرح نبی اقدس ﷺ کا پاکیزہ خون حضرت مالک بن سنان رضی اللہ عنہ کے خون میں شامل ہو گیا۔ جب غزوۂ احد سے فارغ ہو کر رسولِ اقدس ﷺ واپس مدینہ منورہ پہنچے تو حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ انہیں دیکھتے ہی ارشاد فرمایا:

تم سعد بن مالک ہو؟

اس نے کہا۔ جی ہاں یا رسول اللہ ﷺ میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں۔

سعد حضرت ابو سعید خدری کا نام تھا۔ یہ حوصلہ افزائی اور محبت و شفقت بھرا انداز دیکھ کر حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ اور زیادہ آپ کے قریب ہوئے۔ نبی اقدس ﷺ نے دلاسہ دیتے ہوئے صبر کی تلقین کی اور ارشاد فرمایا تمہارے باپ کی شہادت تمہارے لئے اجر و ثواب کا باعث ہوگی۔ گھبرانا نہیں' صبر سے کام لینا۔ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے گھر آکر اپنی بہن حضرت فریعہ بنت مالک رضی اللہ عنہا کو والد محترم کی شہادت کی خبر دیتے ہوئے رسول اقدس ﷺ کے ارشادات کا تذکرہ کیا تو عظیم بیٹی نے کمال حوصلے کا انداز اختیار کرتے ہوئے رسولِ اقدس ﷺ کے ارشاداتِ عالیہ پر عمل کرنے کو اپنے لئے باعث سعادت و افتخار سمجھا اور اللہ تعالیٰ کے فیصلے پر سر تسلیم خم کر دیا اور اس بات پر خوشی کا اظہار کیا کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے رسول اقدس ﷺ کو محفوظ و مامون رکھا ہے۔ جب حضرت مالک بن سنان رضی اللہ عنہ شہید ہوئے تو اہل خانہ کے نان و نفقہ کے لئے گھر میں کوئی چیز نہ تھی۔ لیکن بچوں نے کمال صبر کا مظاہرہ کیا۔ رسولِ اقدس ﷺ کی نصیحت کو پلے باندھا اور کسی کے آگے دستِ سوال دراز نہ کیا۔ چونکہ انہوں نے آپ کا یہ فرمان سن رکھا تھا

"وَمَنْ يَسْتَغْنِ يُغْنِهِ اللّٰهُ وَمَنْ يَسْتَعْفِفْ يُعِفَّهُ اللّٰهُ وَمَنْ يَتَصَبَّرْ يُصَبِّرْهُ اللّٰهُ"

"جو استغنا برتے اللہ اس کو غنی کر دیتا ہے جو پاکدامنی کا خواہاں ہو اللہ اسے پاکیزہ کر دیتا ہے اور جو اپنے اوپر ضبط کرے اللہ اسے صبر کی توفیق دے دیتا ہے۔"

رسول اقدس ﷺ کی اس نصیحت پر عمل کرنے کی بنا پر ایسی برکت ہوئی کہ یہ گھرانہ خوشحال ہو گیا۔ دولت ان پر بارش کی طرح برسنے لگی۔

حضرت فریعہ بنت مالک رضی اللہ عنہا کی شادی سہل بن رافع بن بشیر خزرجی سے ہوئی۔ طویل مدت اس کی رفاقت میں گذری۔ مدینہ منورہ کے قریب انہیں کے ایک غلام نے قتل کر دیا۔ یہ سانحہ حضرت فریعہ رضی اللہ عنہا کے لئے انتہائی غم کا باعث بنا۔ خاوند کے قتل ہو جانے کے بعد انہوں نے سوچا کہ میں اپنے میکے چلی جاؤں لیکن جانے سے پہلے انہوں نے رسولِ اقدس ﷺ سے مسئلہ دریافت کیا کہ کیا دریں حالات میں اپنے سسرال کا گھر چھوڑ کر والدین کے گھر منتقل ہو سکتی ہوں؟

رسولِ اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«اُمْكُثِي فِي بَيْتِكِ حَتَّى يَبْلُغَ الْكِتَابُ أَجَلَهُ»

"اپنے گھر میں رہو تاوقتیکہ عدت پوری ہو جائے۔"

یاد رہے جس عورت کا خاوند فوت ہو جائے اس کی عدت چار ماہ دس دن ہے۔

حضرت فریعہ بنت مالک رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ میں نے رسولِ اقدس ﷺ کا حکم سن کر چار ماہ دس دن اپنے گھر میں گذارے اور اس کے بعد اسلام کی سربلندی کے لئے بھرپور زندگی بسر کی۔ حضرت فریعہ رضی اللہ عنہا نے بیعت رضوان میں بھی شرکت کی سعادت حاصل کی۔ اس طرح انہیں شجری صحابہؓ میں شامل ہونے کا اعزاز حاصل ہوا۔ جن کے بارے میں رسولِ اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«لَا يَدْخُلُ النَّارَ مَنْ بَايَعَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ»

"جنہوں نے درخت کے نیچے بیعت کی ان میں سے کوئی بھی جہنم میں داخل نہیں ہوگا۔"

یعنی وہ سب جنتی ہیں۔ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں ایک خاتون کا خاوند فوت ہو گیا۔ اس خاتون کے لئے عدت کا مسئلہ زیرِ غور آیا تو انہوں نے حضرت فریعہ رضی اللہ عنہا کو دربارِ خلافت میں طلب کر کے پوچھا کہ جب آپ پر یہ وقت آیا تھا تو رسولِ اقدس ﷺ نے عدت کے بارے میں کیا حکم صادر فرمایا تھا؟ انہوں نے بتایا چار ماہ دس دن عدت مقرر کی گئی تھی۔ حضرت عثمان رضی اللہ

عنہ نے یہی حکم جاری کیا کہ جس خاتون کا خاوند فوت ہو جائے چار ماہ دس دن عدت گذارے۔

حضرت فریعہ رضی اللہ عنہا کا حافظہ بڑا تیز تھا۔ رسول اقدس ﷺ کا جو فرمان ایک دفعہ سن لیتیں وہ اسی وقت انہیں یاد ہو جاتا۔ بعض روایات کے سلسلے میں کبار صحابہ کرامؓ نے حضرت فریعہ رضی اللہ عنہا کی طرف رجوع کیا۔ خاص طور پر بیوہ عورت کی عدت کے سلسلے میں حضرت فریعہ بنت مالک رضی اللہ عنہا کو مرجعِ خلائق ہونے کا اعزاز حاصل ہے۔ مدینہ' حجاز' شام' عراق' مصر کے علماء و فقہاء نے حضرت فریعہ بنت مالک رضی اللہ عنہا کے بیان کے مطابق فتویٰ صادر کیا ہے۔ حافظ ابن قیمؒ اپنی مشہور و معروف کتاب زاد المعاد میں رقمطراز ہیں کہ مشہور تابعی محمد بن سیرینؒ کا بیان ہے کہ ایک عورت کا خاوند فوت ہو گیا۔ عورت بیمار تھی۔ رشتہ داروں نے اسے والدین کے گھر منتقل کر دیا۔ اہل علم کو جب اس واقعہ کا پتہ چلا تو سب نے یہی کہا کہ اس عورت کو خاوند کے گھر منتقل کیا جائے۔ وہیں یہ عدت کے دن گذارے۔ لہٰذا ہم نے اسے خاوند کے گھر منتقل کر دیا۔ یہ فتویٰ حضرت فریعہ بنت مالک رضی اللہ عنہا کے واقعے کی بنیاد پر صادر کیا گیا۔

حضرت فریعہ بنت مالک رضی اللہ عنہا ان عظیم المرتبت صحابیاتؓ میں سے ہیں جنہیں رسول اقدس ﷺ نے جنت کی بشارت دی۔ یہ وہ اعزاز ہے جس پر جتنی بھی مسرت' شادمانی و افتخار کا اظہار کیا جائے کم ہے۔ یہ خوش نصیب خاتون ان ایک ہزار چار سو قدسی نفوس صحابہ کرام کے قافلے میں شریک تھیں جو رسول اقدس ﷺ کی قیادت میں ۶ ہجری کو عمرہ ادا کرنے کے لئے مدینہ منورہ روانہ ہوا تھا لیکن حدیبیہ کے مقام پر اسے روک لیا گیا۔ وہاں درخت کے نیچے تمام صحابہ کرامؓ سے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کا بدلہ لینے کے لئے بیعت لی گئی تھی۔ کیونکہ انہیں نمائندہ بنا کر رسول اقدس ﷺ نے مکہ معظمہ بھیجا تھا۔ ان کے بارے میں افواہ پھیلا دی گئی تھی کہ انہیں مشرکین مکہ نے شہید کر دیا ہے۔ ان تمام بیعت کرنے والوں کے جذبہ و

ایثار کی ادا اللہ تعالیٰ کو اتنی پسند آئی کہ سب کے جنتی ہونے کا اعلان کر دیا گیا۔ بلاشبہ یہ عظیم سعادت اس کو ملتی ہے جس کے نصیب جاگ اٹھیں۔ چونکہ حضرت فریعہ بنت مالک رضی اللہ عنہا اس قافلے میں شریک تھیں لہٰذا وہ خاتون جنت قرار پائی۔

اللہ ان سے راضی اور وہ اپنے اللہ سے راضی

* * *

حضرت فریعہ بنت مالک انصاری رضی اللہ عنہا کے مفصل حالات زندگی معلوم کرنے کے لئے درج ذیل کتابوں کا مطالعہ کریں

١ – الاستیعاب ٣٧٥/٤

٢ – تهذيب الاسماء واللغات ٣٥٤/٢

٣ – الاستبصار ١٢٨

٤ – تهذيب التهذيب ٤٤٥/١٢

٥ – ابو داؤد كتاب الطلاق

٦ – ترمذی كتاب الطلاق

٧ – طبقات ابن سعد ٣٦٧/٨

٨ – الاصابه ٣٣/٢

٩ – موطا امام مالك ٥٩١/٢

حضرت ام ہشام

بنت

حارثہ بن نعمان رضی اللہ عنہما

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا "جنہوں نے بیعت رضوان میں حصہ لیا ان میں سے کوئی بھی جہنم میں داخل نہ ہوگا۔" (فرمان رسول ﷺ)

حضرت ام ہشام بنت حارثہ بیعت رضوان میں شریک تھی، لہٰذا خاتونِ جنت قرار پائی۔

مہر و وفا' جود و سخا اور صدق و صفا کی خوگر' علم و فضل' دین و دانش' فہم و بصیرت اور تقویٰ و طہارت کے اعلیٰ مقام پر فائز' جسے مدینہ منورہ میں رسولِ اقدس ﷺ کے پڑوسی ہونے کی سعادت حاصل ہوئی- جسے جلیل القدر صحابی حضرت حارثہ بن نعمان رضی اللہ عنہ کی دختر نیک اختر ہونے کا شرف حاصل ہے- جسے بیعت رضوان میں شریک ہونے کا اعزاز حاصل ہوا- جس کے عظیم باپ نے اپنے کئی مکانات رسولِ اقدس ﷺ کے لئے وقف کر دیئے' جسے خراج تحسین پیش کرتے ہوئے رسولِ اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"حارثہ بن نعمانؓ نے ہمیں اپنے اتنے گھر خالی کر دیئے کہ اب مجھے کوئی نیا گھر لیتے ہوئے ہچکچاہٹ محسوس ہوتی ہے-"

ایسی عظیم المرتبت خاتون جسے لسانِ رسالت سے جنت کی بشارت ملی تو اس کے بھاگ جاگ اٹھے- آیئے اس خاتونِ جنت کی قابلِ رشک زندگی کا مطالعہ کرتے ہوئے اپنے ویران دلوں میں بہار لانے کی کوشش کریں-

* * *

حضرت ام ہشام رضی اللہ عنہا کے والد کا نام حارثہ بن نعمانؓ ہے جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں علم و فضل اور مال و دولت کے اعتبار سے بلند مقام پر فائز تھے- جب رسولِ اقدس ﷺ مکہ معظمہ سے ہجرت کر کے مدینہ منورہ تشریف لائے اور حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کو میزبانی کا شرف حاصل ہوا تو پڑوس ہی میں حضرت حارثہ بن نعمان رضی اللہ عنہ کی بھی رہائش تھی- ان کی دختر نیک اختر حضرت ام ہشام رضی اللہ عنہا کو بارہا دفعہ کھانا تیار کر کے رسولِ اقدس ﷺ کی خدمت میں

پیش کرنے کا اتفاق ہوا۔ تقریباً نو ماہ تک رسول اقدس ﷺ حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے گھر جلوہ افروز رہے۔ جب بھی رسول اقدس ﷺ کو نئے رشتہ ازدواج میں منسلک ہونے کی بنا پر نئے گھر کی ضرورت محسوس ہوئی تو حضرت حارثہ بن نعمان رضی اللہ عنہ اپنا گھر رسول اللہ ﷺ کی خدمت اقدس میں پیش کر کے خود دوسرے گھر میں منتقل ہو جاتے ان کی اس خدمت گذاری سے متاثر ہو کر رسول اقدس ﷺ نے خراج تحسین پیش کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

«لَقَدِ اسْتَحْيَيْتُ مِنْ حَارِثَةَ بْنِ نُعْمَانَ مِمَّا يَتَحَوَّلُ لَنَا مِنْ مَنَازِلِهِ»

"مجھے تو اب حارثہ بن نعمانؓ سے شرم محسوس ہونے لگی کہ وہ ہمارے لئے اس قدر اپنے گھروں کو بدلتے ہیں۔"

علامہ یاقوت حموی اپنی معروف کتاب معجم البلدان میں لکھتے ہیں کہ حارثہ بن نعمان رضی اللہ عنہ وہ پہلے صحابی ہیں جس نے رسول اقدس ﷺ کی خدمت میں اپنے بیشتر گھر پیش کرنے کی سعادت حاصل کی۔ حضرت حارثہ بن نعمان رضی اللہ عنہ اپنی والدہ محترمہ کے نہایت درجہ فرماں بردار تھے۔ اس عمل کی وجہ سے اللہ تعالی نے انہیں بلند مقام پر فائز کیا تھا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«دَخَلْتُ الْجَنَّةَ فَسَمِعْتُ قِرَاءَةً فَقُلْتُ مَنْ هٰذَا؟ قِيْلَ حَارِثَةُ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "كَذَاكُمُ الْبِرُّ" وَكَانَ بَرًّا بِأُمِّهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ»

"میں جنت میں داخل ہوا تو تلاوت کی آواز سنی میں نے پوچھا یہ کون ہے؟ مجھے بتایا گیا یہ حارثہ بن نعمانؓ ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا، یہ بلند مقام تمہیں اس لئے ملا کہ تم اپنی والدہ کے فرمانبردار ہو۔"

حضرت حارثہ بن نعمان رضی اللہ عنہ کو دو مرتبہ حضرت جبریل علیہ السلام کو دیکھنے کی سعادت حاصل ہوئی۔ وہ خود بیان کرتے ہیں کہ میں نے جبریل علیہ

اسلام کو دو مرتبہ بچشم خود دیکھا-ایک دفعہ جنت البقیع میں جب رسول اقدس ﷺ بنو قریظہ سے نبرد آزما ہونے کے لئے نکلے-اس وقت جبریل علیہ السلام دحیہ کلبیؓ کی شکل میں تھے-ایک دفعہ غزوۂ حنین میں جب کہ حضرت جبریل علیہ السلام رسولِ اقدس ﷺ کے ساتھ محو گفتگو تھے- میں وہاں جب سے خاموشی سے گزرا تو جبریل علیہ السلام نے پوچھا یا محمد ﷺ یہ کون ہے؟

آپ نے فرمایا: یہ حارثہ بن نعمان رضی اللہ عنہ ہے-تو جبریل علیہ السلام نے کہا: یہ ان سو خوش نصیب افراد میں سے ہے جن کو جنتی رزق سے شادکام ہونے کا اعلان اللہ رب العزت نے کیا-اگر یہ آج مجھے سلام کہتے ہیں ان کے سلام کا جواب دیتا-اس عظیم المرتبت صحابی کو غزوۂ بدر میں شریک ہونے کی سعادت بھی حاصل ہوئی- حضرت ام ہشام رضی اللہ عنہا نجیب الطرفین تھی-ان کی والدہ ماجدہ حضرت ام خالد بنت خالد بن یعیش قبیلہ بنو مالک میں سے تھی-اسے رسول اقدس ﷺ کی بیعت کرنے کی سعادت حاصل ہوئی-اس کی شادی حارثہ بن نعمان رضی اللہ عنہ سے ہوئی-جس سے عبداللہ' عبدالرحمٰن' سودہ' عمرۃ' اور ام ہشام پیدا ہوئے اور گھر کے آنگن میں چہل پہل ہو گئی-ان سب بیٹے بیٹیوں نے اسلام قبول کرنے کی سعادت حاصل کی-رسولِ اقدس ﷺ کی خدمت گزاری میں اس خاندان نے تاریخی کارنامے سرانجام دیئے- حضرت ام ہشام رضی اللہ عنہا کو کئی مرتبہ رسولِ اقدس ﷺ کے گھر جانے کی سعادت حاصل ہوئی اور ازواج مطہرات کو بہت قریب سے دیکھنے کا سنہری موقع میسر آیا- ازواج مطہرات کے اخلاقِ کریمانہ سے فیض یاب ہونے کی سعادت حاصل ہوئی-

رسولِ اقدس ﷺ عیدین اور جمعہ کے روزہ سورہ "ق" کی تلاوت کیا کرتے تھے-حضرت ام ہشام رضی اللہ عنہا نے یہ سورہ آپ ﷺ کی زبان مبارک سے سن کر زبانی یاد کر لی تھی- حضرت ام ہشام رضی اللہ عنہا کا حافظہ بہت تیز تھا-کئی ایک احادیث بھی ان کو زبانی یاد تھیں-ان سے ان کی بہن عمرۃ' محمد بن عبدالرحمٰن بن اسعد

بن زرارہؓ یحییٰ بن عبداللہ، حبیب بن عبدالرحمان نے روایت کیا ہے۔

* * *

۶ ہجری کو رسول اقدس ﷺ نے عمرہ ادا کرنے کے لئے مکہ معظمہ روانگی کا اعلان کیا تو اس سفر میں ایک ہزار چار سو صحابہ کرامؓ و صحابیاتؓ آپ کے ہمراہ جانے کے لئے تیار ہو گئے۔ قدسیوں کا یہ قافلہ عمرہ کی سعادت حاصل کرنے کے لئے روانہ ہو گیا۔ لیکن قریش مکہ نے حدیبیہ مقام پر انہیں روک لیا۔ مکہ معظمہ میں داخل ہونے پر پابندی لگا دی گئی۔ رسول اقدس ﷺ نے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو قریش سے گفتگو کرنے کے لئے مکہ معظمہ بھیجا۔ قریش نے انہیں کافی مدت تک اپنے پاس روک لیا اور افواہ پھیلا دی گئی کہ عثمان بن عفانؓ کو قتل کر دیا گیا ہے۔ یہ خبر جب رسول اقدس ﷺ تک پہنچی تو آپ بہت ہی افسردہ ہوئے اور ارشاد فرمایا کہ اب بدلہ لئے بغیر ہم یہاں سے واپس نہیں جائیں گے۔ ایک درخت کے نیچے آپ فروکش ہو گئے اور تمام مسلمانوں سے قریش کے ساتھ مقابلہ کرنے کا عہد لیا گیا جو تاریخ میں بیعت رضوان کے نام سے مشہور ہوا۔ بیعت کرنے والوں کے لئے اللہ تعالیٰ نے اپنی رضا کا اعلان کرتے ہوئے ان کے لئے فتح کی نوید سنائی۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے

﴿لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ فَاَنْزَلَ السَّكِيْنَةَ عَلَيْهِمْ وَاَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِيْبًا﴾

(سورہ الفتح-۱۸)

تاریخ میں ان صحابہ کرامؓ کو جنہوں نے بیعت رضوان میں حصہ لیا "شجری صحابہ" کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ مشرکین کے پاس زیادہ عرصہ نہیں رہے۔ انہیں آزاد کر دیا گیا اور قریش نے اپنی طرف سے سہیل بن عمرو کو نمائندہ بنا کر حدیبیہ مقام پر بھیجا جہاں رسول اقدس ﷺ صحابہ کرامؓ کے ساتھ خیمہ زن تھے۔ یہاں چند شرائط کی بنیاد پر صلح کی گئی جو تاریخ میں صلح

حدیبیہ کے نام سے مشہور ہے۔

صلح حدیبیہ میں قریش کی جانب سے ابو یزید سہیل بن عمرو بن عبدالشمس کو نمائندہ بنا کر بھیجا گیا تھا۔ یہ قریش کا سردار تھا۔ فتح مکہ میں اس نے اسلام قبول کیا۔ اسلام قبول کرنے کے بعد نماز، روزہ اور صدقہ خیرات میں بہت زیادہ دلچسپی لینے لگے۔ قرآن حکیم کی تلاوت کرتے ہوئے زار و قطار رونے لگتے۔ جب رسول اللہ ﷺ کا اس دنیائے فانی سے کوچ ہوا تو مکہ معظمہ میں ارتعاش پیدا ہوا۔ لوگ دھڑا دھڑ مرتد ہونے لگے۔ یہ صورت حال دیکھتے ہوئے حضرت سہیل بن عمرو کھڑے ہوئے۔ گرجدار آواز میں قریش سے مخاطب ہو کر کہنے لگے

"قریشو! کچھ حیا کرو۔ سب سے آخر میں تم دائرہ اسلام میں داخل ہوئے اور سب سے پہلے اس مضبوط دائرے سے نکل رہے ہو۔ یاد رکھو اسلام غالب ہو کر رہے گا۔ اس کی ضوفشانی پوری دنیا پر اسی طرح محیط ہو گی جس طرح سورج اور چاند کی روشنی پوری دنیا کو اپنے احاطے میں لئے ہوئے ہے۔ رک جاؤ قریشیو' باز آ جاؤ۔ ورنہ تم گھر کے رہو گے نہ گھاٹ کے۔ تمہاری دنیا بھی برباد ہو جائے گی اور آخرت بھی۔ سہیل بن عمرو جنگ یرموک میں شریک ہوئے اور اسی میں جام شہادت نوش کیا۔

بیعت رضوان میں شریک تمام صحابہ کرامؓ کے لئے رسول اقدس ﷺ نے جنت کی بشارت دیتے ہوئے ارشاد فرمایا:

((لَا يَدْخُلُ النَّارَ مِمَّنْ بَايَعَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ))

"جنہوں نے درخت کے نیچے بیعت کرنے کی سعادت حاصل کی' ان میں سے کوئی بھی جہنم میں داخل نہیں ہو گا۔"

یعنی وہ سب جنتی ہیں۔ یہ عظیم سعادت ایک ہزار چار سو صحابہ کرامؓ کو حاصل ہوئی جن میں حضرت ام ہشام بنت حارثہؓ بھی شامل ہیں۔ ان قدسی نفوس حضرات کے قافلے میں ایک بدبخت منافق جد بن قیس بھی شامل تھا۔ اس کے پاس ایک نہایت قیمتی سرخ رنگ کا اونٹ بھی تھا۔ بخاری شریف کی درج ذیل روایت کی

روشنی میں اسے اس پاکیزہ نفوس قافلے سے الگ کر دیا گیا۔ حدیث کے الفاظ یہ ہیں

«لَيَدْخُلَنَّ الْجَنَّةَ مَنْ بَايَعَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ إِلَّا صَاحِبَ الْجَمَلِ الْأَحْمَرِ»

"جنت میں ہر وہ شخص ضرور داخل ہو گا جس نے درخت کے نیچے بیعت کی مگر سرخ اونٹ والا ان میں شامل نہیں ہو گا۔"

حضرت ام ہشام رضی اللہ عنہا ان خوش نصیب صحابیاتؓ میں سے ہیں جنہیں لسانِ رسالت سے جنت کی بشارت ملی۔ یہ وہ عظیم سعادت ہے جس کی نظیر اس کائنات میں پیش نہیں کی جا سکتی۔ دنیا میں جسے جنت کی بشارت مل جائے اس کے نصیب کے کیا کہنے۔ حضرت ام ہشام رضی اللہ عنہا دنیا سے کوچ کرتے ہوئے راہیٔ ملکِ عدم ہوئیں تو یہ عظیم سعادت و دولت ان کے دامن میں تھی۔

اللہ ان سے راضی اور وہ اپنے اللہ سے راضی

* * *

حضرت ام ہشام بنت حارثہ رضی اللہ عنہا کے مفصل حالاتِ زندگی معلوم کرنے کے لئے درج ذیل کتابوں کا مطالعہ کریں۔

۱ – تفسیر ابن کثیر ۴/۲۰۲
۲ – جامع الاصول ۱۰/۱۱۳
۳ – صحیح البخاری ۵/۱۵۷
۴ – عیون الاثر ۲/۱۵۵
۵ – تہذیب الاسماء واللغات ۱/۲۳۹
۶ – الاصابۃ ۴/۴۸۰
۷ – تہذیب التہذیب ۱۲/۴۸۲
۸ – طبقات ابن سعد ۳/۴۸۷
۹ – سیر اعلام النبلاء ۲/۳۸۰
۱۰ – مجمع الزوائد ۹/۳۱۴
۱۱ – معجم البلدان ۵/۸۶

حضرت ام سلمہ اسماء
بنت
یزید بن سکن الانصاریہ رضی اللہ عنہا

"جنہوں نے بیعت رضوان میں حصہ لیا' وہ سب جنتی ہیں۔ ان میں سے کوئی بھی جہنم میں داخل نہیں ہوگا۔" (فرمان رسول ﷺ)

"حضرت اسماء بنت یزید بن سکن رضی اللہ عنہا نے بیعت رضوان کی سعادت حاصل کی"

صبر و تحمل' ایمان و توکل' تقویٰ و خشیت اور عقل و دانش کی پیکر' ہمت و شجاعت اور فصاحت و بلاغت میں ممتاز مقام پر فائز' انصاری خواتین میں حضرت اسماء بنت یزید بن سکنؓ خطیبۃ النساء کے نام سے مشہور و معروف تھیں۔ جس نے جنگ یرموک میں لاٹھی کے ساتھ نو رومی فوجیوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ ان کی گفتگو بڑی نپی تلی ہوتی' سننے والا متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکتا۔ کلام میں جادو سا اثر ہوتا۔ جملے ایسے جیسے موتیوں کی لڑی' گفتگو کی مٹھاس ایسی جیسے مصری کی ڈلی' ایک دفعہ رسولِ اقدس ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر عرض کیا۔ یا رسول اللہ ﷺ میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں' آج میں عورتوں کی نمائندہ بن کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئی ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو مرد و زن کی طرف نبی بنا کر بھیجا ہے۔ ہم عورتوں کو بھی آپ پر ایمان لانے اور آپ کی پیروی اختیار کرنے کی سعادت حاصل ہوئی ہے۔ ہم اپنے گھروں میں پابند اپنے خاندوں کی خدمت گذاری میں محو رہتی ہیں۔ ان کے دل کو بہلانا' اولاد کی پرورش کرنا اور گھر کی دیکھ بھال ہمارے فرائض میں شامل ہے۔ مرد حضرات جمعہ' جماعت' جنازہ اور جہاد میں شریک ہو کر ہم سے زیادہ فضائل حاصل کر لیتے ہیں۔ جب وہ جہاد کے سفر پر روانہ ہوتے ہیں ہم ان کے مال کی حفاظت کرتی ہیں۔ یا رسول اللہ ﷺ کیا اجر و ثواب میں ہم ان کے برابر شریک نہیں؟ اس انداز گفتگو سے متاثر ہو کر رسولِ اقدس ﷺ نے صحابہ کرامؓ کی طرف دیکھا اور مسکراتے ہوئے ارشاد فرمایا:

"کیا تم نے آج سے پہلے دین کے بارے میں اس خاتون سے بہتر سوال کرتے ہوئے کسی کو سنا ہے؟"

سب نے بیک زبان ہو کر کہا یا رسول اللہ ﷺ بخدا اس خاتون نے تو کمال کر دیا۔ نبی اکرمؐ نے حضرت اسماء بنت یزید بن سکن رضی اللہ عنہا کی طرف متوجہ ہو کر ارشاد فرمایا:

"ان خواتین کو جا کر میرا یہ پیغام سنا دو جن کی نمائندہ بن کر تم یہاں آئی ہو تمہارا اپنے خاوندوں کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آنا' ان کی خوشی کو پیش نظر رکھنا' اور ان کے نقش قدم پر چلنا اللہ تعالیٰ کو اس قدر پسند ہے کہ وہ ایسی بلند مرتبہ خواتین کو وہی اجر و ثواب دیتا ہے جس کا ذکر اس نے مردوں کے لئے کیا ہے۔"

حضرت اسماء رضی اللہ عنہا یہ فرمان رسول ﷺ سن کر خوشی سے جھوم اٹھیں اور وفور مسرت سے لا الہ الا اللہ اور اللہ اکبر کہتی ہوئیں خواتین کو یہ خوشیوں بھرا پیغام سنانے کے لئے چلی گئیں۔

حضرت اسماء رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ایک روز میں اپنی سہیلیوں کے ساتھ بیٹھی ہوئی تھی۔ رسول اقدس ﷺ کا وہاں سے گذر ہوا تو آپ نے ہمیں مخاطب ہو کر ارشاد فرمایا: "محسنین کی ناشکری سے بچے رہنا۔"

میں اپنی سہیلیوں میں قدرے جرأت مند اور بے باک تھی۔ میں نے جھٹ یہ سوال کر دیا "یا رسول اللہ ﷺ محسنین کی ناشکری کی ذرا تفصیل بتا دیجئے؟" آپ نے ارشاد فرمایا:

"ایک خاتون اپنے ماں باپ کے پاس ہوتی ہے۔ پھر اس کی شادی ہو جاتی ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ اسے اولاد کی نعمت سے سرفراز کر دیتا ہے۔ کبھی کبھار وہ خاتون ناراض ہو کر اپنے خاوند کو یہ کہتی ہے میں نے تو تیرے گھر میں کبھی سکھ دیکھا ہی نہیں۔ یہ بات کہنا خاوند کی صریحاً ناشکری ہے۔ اس سے ہر مسلم خاتون کو بچ کر رہنا چاہئے۔"

خاوند کا درجہ بیان کرتے ہوئے رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

"لَوْ اَمَرْتُ اَحَدًا اَنْ یَسْجُدَ لِاَحَدٍ لَاَمَرْتُ الْمَرْاَةَ اَنْ تَسْجُدَ لِزَوْجِهَا"

"اگر میں کسی کو یہ حکم دیتا کہ وہ کسی کو سجدہ کرے تو عورت کو حکم دیتا کہ وہ اپنے خاوند کو سجدہ کرے۔"

* * *

حضرت عمرو بن قتادہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انصاری خواتین میں سب سے پہلے ام سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ' کبشہ بنت رافع' ام سلمہ اسماء بنت یزید بن سکنؓ اور حواء بنت یزید بن سکنؓ نے رسول اقدس ﷺ کے دست مبارک پر بیعت کی۔ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا اکثر و بیشتر اس اعزاز پر فخر کا اظہار کیا کرتی تھیں۔ کیونکہ رسول اقدس ﷺ کے دست مبارک پر بیعت کرنا کوئی معمولی نوعیت کا مقام نہیں۔ یہ ایسا بلند مرتبہ ہے جو بڑے نصیب والے کو ملتا ہے۔ جسے یہ مقام میسر آ جائے وہ بھلا اس پر ناز کیوں نہ کرے۔ وہ جتنا بھی اس پر فخر کرے اسے اس کا حق پہنچتا ہے۔

حضرت اسماء رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا شادی کے موقع پر میں نے بناؤ سنگھار کیا۔ جب رسول اقدس ﷺ تشریف لائے تو میں نے ان کی خدمت میں دودھ کا گلاس پیش کیا۔ آپ نے تھوڑا سا دودھ پینے کے بعد گلاس عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی طرف بڑھا دیا۔ اس نے شرمیلے انداز میں سر کو جھکا لیا۔ میں نے تنک کر کہا:

"نبی اقدس ﷺ کے دست مبارک سے دودھ کا گلاس پکڑ لو۔ یہ سنہری موقعے روز روز نہیں آتے"

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے شرماتے ہوئے لرزتے ہاتھوں سے گلاس پکڑا اور دودھ پینا شروع کر دیا۔ رسول اقدس ﷺ نے مسکراتے ہوئے ارشاد فرمایا اپنی سہیلی کو بھی کچھ دودھ دے دو۔ یہ دیگر خواتین بھی موجود ہیں

انہیں بھی دودھ پیش کرو- خواتین نے ہنستے ہوئے بیک زبان ہو کر کہا نہ تہ ہمیں دودھ پینے کی آرزو نہیں- آپ نے ارشاد فرمایا:

«لَا تَجْمَعْنَ جُوْعًا وَ كَذِبًا»

"دیکھنا بھوک اور جھوٹ کو اکٹھا نہ کرنا-"

* * *

حضرت ام سلمہ اسماء رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ایک روز رسول اقدس ﷺ مغرب کے وقت ہمارے گھر تشریف لائے- ہمارے گھر کے صحن میں بنی ہوئی مسجد میں مغرب کی نماز ادا کی- اس کے بعد میں نے آپ کی خدمت میں شوربا اور کچھ چپاتیاں رکھ دیں اور عرض کی یا رسول اللہ ﷺ تناول فرمائیں- مجھے قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے' میں یہ منظر دیکھ کر حیران رہ گئی کہ کھانے والے تقریباً چالیس افراد تھے اور کھانا تھوڑا سا شوربا' چمڑے کے صرف ایک پیالے میں تھا- سب نے سیر ہو کر کھانا کھایا لیکن ختم نہیں ہوا- گھر والوں نے بھی خوب سیر ہو کر کھانا تناول کیا-

حضرت اسماء رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں چمڑے کا وہ پیالہ میں نے صاف کر کے اپنے پاس رکھ لیا- جب کوئی بیمار ہوتا' اس میں پانی ڈال کر اسے پلایا جاتا' مریض شفا یاب ہو جاتا اور کبھی ہم برکت کے حصول کے لئے بھی اس پیالے میں پانی پیتے- سبحان اللہ وبحمدہ سبحان اللہ العظیم-

«اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَ عَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ وَ بَارِكْ وَسَلِّمْ»

* * *

حضرت اسماء بنت یزید بن سکن رضی اللہ عنہا نے غزوہ خندق کے دوران ایک پرات میں کھجور اور گھی کا بنا ہوا مرغوب کھانا رسول اقدس ﷺ کی خدمت میں بھیجا- اس وقت آپ ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس موجود تھے- حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے ضرورت کے مطابق اس میں سے لے لیا- اس کے بعد آپ

نے غزوۂ خندق میں شریک مجاہدین کو کھانے کی عام دعوت دی سب کھا چکے لیکن کھانا جوں کا توں باقی رہا۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما نے جب کھانے کی دعوت دی وہاں بھی یہی منظر سامنے آیا۔ ایک دفعہ حضرت ام سلیم بنت ملحان رضی اللہ عنہا نے رسولِ اقدس ﷺ کی خدمت میں کھانا پیش کیا تو برکت و رحمت کا ظہور اسی طرح ہوا۔

* * *

حضرت اسماء بنت یزید بن سکن رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسولِ اقدس ﷺ کی زندگی میں مجھے طلاق دے دی گئی۔ مجھ سے پہلے مطلقہ عورت کے لئے کوئی عدت مقرر نہ تھی۔ جب مجھے طلاق دی گئی تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کر دی۔

﴿وَالْمُطَلَّقٰتُ يَتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ ثَلٰثَةَ قُرُوْءٍ﴾ (البقرة - ۲۲۸)

حضرت ام سلمہ اسماء رضی اللہ عنہا علم و فضل کے اعتبار سے بڑے ممتاز مقام پر فائز تھیں۔ خواتین میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے بعد روایت حدیث میں ان کا نام آتا ہے۔ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا سے اکیاسی احادیث مروی ہیں۔ یہ حدیث حضرت اسماء رضی اللہ عنہا سے مروی ہے

"عَنْ اَسْمَاءَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا وَلَا يُبَالِيْ"

حضرت اسماء رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہتی ہیں کہ "رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: بے شک اللہ سارے گناہ معاف کر دیتا ہے اور اسے کوئی پرواہ نہیں۔"

حضرت اسماء رضی اللہ عنہا بڑی صابرہ و شاکرہ خاتون تھی۔ غزوۂ احد میں اس کا باپ یزید بن سکن انصاری، اس کا بھائی عامر بن یزید بن سکن، اس کا شوہر اور چچا زیاد بن سکن جام شہادت نوش کر گئے۔ جب اسے ان کی شہادت کے بارے میں بتایا گیا تو اس نے پوچھا سرورِ عالم ﷺ کس حال میں ہیں۔ جب اس نے بذات خود دیکھا کہ آپ تشریف لا رہے ہیں تو اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہوئے کہا۔

«كُلُّ مُصِيبَةٍ بَعْدَكَ جَلَلٌ»

"آپ کے ہوتے ہوئے سب آسان اور معمولی ہیں۔"

حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نے غزوۂ خندق میں رسول اقدس ﷺ کی خدمت میں کھانا پیش کیا' جس میں اس قدر برکت ڈال دی گئی کہ وہ نبی اقدس ﷺ کا معجزہ بن گیا۔ صلح حدیبیہ میں شرکت کا اعزاز حاصل کیا۔ بیعت رضوان میں مشارکت کا افتخار حاصل کیا۔ غزوۂ خیبر میں شریک ہوئیں۔ جنگ یرموک میں اپنی لاٹھی سے نو رومی فوجیوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نے بڑی لمبی عمر پائی۔ دمشق میں رہائش اختیار کر لی تھی۔ وہیں داعی اجل کو لبیک کہا' دمشق باب صغیر کے پاس دفن کیا گیا۔ غزوۂ احد میں بنو عبدالاشہل کے لئے لسان رسالت سے جنت کی بشارت ملی۔ ان میں حضرت اسماء کا والد بھی تھا' ان شہداء کے بارے میں رسول اقدس ﷺ نے یہ ارشاد فرمایا کہ انہیں جنت میں اکٹھا کر دیا گیا اور ان کی اپنے خاندان کے جملہ افراد کے بارے میں سفارش کو قبول کر لیا گیا۔ اس اعتبار سے حضرت اسماء بنت یزید بن سکن رضی اللہ عنہا بھی جنت کی بشارت پانے والوں میں شمار ہوتی ہیں۔ لمبی عمر پا کر یزید بن معاویہؓ کے دور حکومت میں وفات پائی اور دمشق میں دفن کیا گیا۔

اللہ ان سے راضی اور یہ اپنے اللہ سے راضی

* * *

حضرت اسماء بنت یزید بن سکن رضی اللہ عنہا کے مفصل حالات زندگی معلوم کرنے کے لئے درج ذیل کتابوں کا مطالعہ کریں۔

١ - الاصابة ٤/٢٢٩

٢ - مجمع الزوائد ٩/٢٦٠

٣ - سير اعلام النبلاء ٢/٢٩٧

٤ - البداية والنهاية ٢/١٣

٥ - تاريخ طبرى ٢/١٣

۶- الاستیعاب ۶۱۲/۳

۷- الاستبصار ۲۱۷

۸- تاریخ الاسلام ذهبی ۳۲۷/۲

۹- العقد الفرید ۲۲۳/۳

۱۰- سنن ابی داؤد ۳۵۸/۱

۱۱- تفسیر قرطبی ۱۵۰/۱۸

۱۲- تهذیب التهذیب ۳۹۹/۱۲

۱۳- أعلام النساء ۲۸/۱

۱۴- السيرة الحلبية ۳٦٤/۳

۱۵- طبقات بن سعد ۳۱۹/۸

۱٦- حجة الله على العالمين
للنبهانی ۲۱۱/۲

۱۷- الشفا ۶۱۹/۲

۱۸- الفتح الربانی ۱۶/۲۱

۱۹- حلية الاولياء ۷۶/۲

۲۰- مسند امام احمد ۳۵۷/٤

حضرت ام سعد کبشہ

بنتِ

رافع الانصاریہ رضی اللہ عنہا

"اے ام سعدؓ خوش ہو جاؤ اور اپنے خاندان کو یہ خوشخبری سنادو کہ ان کے تمام مقتول جنت میں اکٹھے ہو چکے ہیں اور ان کی اپنے خاندان کے بارے میں شفاعت قبول ہو چکی ہے۔"

(فرمانِ رسول ﷺ)

اس عظیم المرتبت صحابی کی والدہ ماجدہ جس کی وفات پر عرش الٰہی بھی لرز اٹھا تھا' جس کی قبر کھودتے وقت حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے کہا تھا کہ مجھے قبر کی مٹی سے کستوری کی خوشبو آرہی ہے' جس کے اسلام قبول کرنے کے بعد مدینے کی کایا پلٹ گئی' اس کا پورا قبیلہ ایک ہی دن میں مسلمان ہو گیا۔ یہ تھے قبیلہ بنو عبدالاشہل کے سردار حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ' جس کی والدہ ماجدہ حضرت کبشہ بنت رافع انصاریہ تھیں۔ آیئے اس خاتون جنت کا دلپذیر تذکرہ کرتے ہوئے اپنے ایمان کو تازہ کریں۔

❋ ❋ ❋

قبیلہ اوس کے سردار اسید بن حضیر کو معلوم ہوا کہ مکہ معظمہ سے آنے والا ایک نوجوان مصعب بن عمیرؓ مدینہ منورہ میں اپنی شیریں کلامی کا جادو جگاتا ہوا لوگوں کو اپنا گرویدہ بنا رہا ہے۔ جو ایک دفعہ اس کے پاس بیٹھ جاتا ہے وہ اس کا دامن گیر ہو جاتا ہے۔ ایک روز اسے معلوم ہوا کہ وہ باغ میں بیٹھا ہوا ہے اور اسعد بن زرارہ اس کے پاس ہے۔ یہ ہاتھ میں برچھی پکڑے ہوئے بڑے طمطراق سے وہاں پہنچا۔ رعب و دبدبے کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہنے لگا۔ تمہیں یہاں ایک نیا فتنہ بپا کرنے کی کس نے اجازت دی ہے؟ خبردار اگر تم نے ہمارے محلے کا رخ کیا' مجھ سے برا کوئی نہیں ہو گا۔ نتائج کی ذمہ داری تم پر ہو گی۔

حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ نے بڑے تحمل و بردباری سے اسے کہا برادرم آپ چند لمحے میرے پاس بیٹھیں تو سہی' میری بات سنیں۔ اگر آپ کو پسند آئی تو قبول کر لینا۔ اگر پسند نہ آئی تو مسترد کر دینا۔ میرا آپ پر کوئی زور نہیں۔ یہ

بات سن کر اسید بن حضیر کے دل میں خیال آیا بات تو بڑی معقول ہے۔ میں اپنے قبیلے کا سردار ہوں' قادر الکلام شاعر ہوں۔ میرے علم و فضل کو دنیا مانتی ہے۔ بات سننے میں آخر حرج ہی کیا ہے؟ یہ خیال آتے ہی برچھی زمین میں گاڑی اور مصعب بن عمیرؓ کے پاس بیٹھ گئے۔ انہوں نے سورہ فاتحہ کی تلاوت بڑے دل گداز و دلسوز لہجے میں کی۔ اسید بن حضیر معانی و مفہوم کو جانتا تھا۔ یہ انوکھا کلام سنتے ہی کہنے لگا یہ کسی انسان کا کلام نہیں ہو سکتا۔ یہ واقعی برحق پیغام اگر اہل مدینہ کو یہ کلام سنانے آئے ہیں تو کھل کر سنایئے۔ آپ کو کوئی روکنے ٹوکنے والا نہیں ہو گا اور ساتھ ہی یہ کہا۔ ازراہ کرم مجھے بھی دائرہ اسلام میں داخل کر لیجئے۔ اسلام قبول کرتے ہی اس کی سوچ کے انداز بدل گئے۔

اس طرح ایک روز سعد بن معاذ بڑے غصے میں چلے آرہے تھے۔ اس کے خالہ زاد بھائی اسعد بن زرارہ حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کے پاس تشریف فرما تھے۔ ان کے کان میں کہا دیکھیں سعد بن معاذ آرہا ہے۔ اس کے ساتھ بات کریں۔ اگر اس نے اسلام قبول کر لیا تو اس کا بہت بڑا قبیلہ بنو عبد الاشہل فوراً دائرہ اسلام میں داخل ہو جائے گا۔ یہ بات ہو ہی رہی تھی کہ سعد بن معاذ وہاں پہنچ گیا۔ اس نے بھی بڑی خفگی کا اظہار کیا۔ حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ نے فرمایا بھائی ہماری بات تو سن لیں ناراض کیوں ہوتے ہیں' آپ کہیں تو ہم یہاں سے چلے جاتے ہیں۔ یہ آپ کا وطن ہے' میں یہاں اجنبی ہوں' میرا کوئی زور تو ہے نہیں۔ سعد بن معاذ نے گفتگو کا یہ دل پذیر انداز دیکھ کر ہتھیار ڈال دیئے۔ چپکے سے پاس بیٹھ گیا۔ حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ نے اسلام کی خوبیاں بیان کیں۔ چند قرآنی آیات سنائیں۔ وہ بھی یہ کلام سن کر دل دے بیٹھا۔ دائرہ اسلام میں داخل ہو گیا۔ پھر اس دن اپنے قبیلے کے تمام افراد کو اکٹھا کیا اور ان سے کہا:

"اے بنو عبد الاشہل تم مجھے کیا مانتے ہو؟"

سب نے بیک زبان کہا: "آپ ہمارے محبوب سردار ہیں۔ ہم آپ کے علم و

فضل کا دل سے اعتراف کرتے ہیں"

بڑے جوش میں آکر فرمایا: "جب تک تم اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول مقبول ﷺ پر ایمان نہیں لے آؤ گے 'واللہ العظیم میں تم سے کسی سے بات نہیں کروں گا"

قبیلے کے تمام مرد و زن نے شام ہونے سے پہلے اسلام قبول کرنے کی سعادت حاصل کر لی۔ اتنی بڑی تعداد جب بیک وقت مسلمان ہوئی تو مدینہ منورہ نعرہ تکبیر سے گونج اٹھا۔ سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کی والدہ نے اسلام قبول کرنے میں پہل کی اور مدینے میں ایمان کی بہار آگئی۔ سفیر رسولؐ حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ اسعد بن زرارہؓ کے گھر سے حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے گھر منتقل ہو گئے۔ یہ گھر اللہ تعالیٰ کی رحمتوں اور برکتوں کا گہوارہ بن گیا۔

* * *

حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کی محنت 'کاوش' اخلاص اور دلکش انداز بیان کی بنا پر جب مدینہ منورہ میں اسلامی انقلاب کی راہ ہموار ہو گئی تو اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے اپنے پیارے پیغمبر حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو مکہ معظمہ سے مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کر جانے کا حکم صادر فرما دیا۔ مدینہ منورہ میں آپ کے ورود مسعود کا سن کر نو آموزان اسلام کے دلوں میں مسرت و شادمانی کی لہر دوڑ گئی۔ مدینے کے دو مشہور و معروف قبیلے اوس و خزرج کے معزز خواتین و حضرات رسول اقدس ﷺ کی تشریف آوری کا وفور شوق سے انتظار کرنے لگے۔ خواتین میں حضرت ام سعد رضی اللہ عنہا آپؐ کے استقبال کے لئے پیش پیش تھیں۔ ان کی دلی خواہش تھی کہ سرور عالم ﷺ ان کے گھر قیام فرمائیں۔ جس طرح سفیر رسولؐ حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ نے یہاں قیام کیا تھا۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ انصار کی خواتین اور بچوں نے رسول اقدس ﷺ کی مدینہ منورہ آمد پر استقبال کرتے ہوئے جس محبت 'احترام' وارفتگی و شیفتگی کا دلفریب مظاہرہ کیا' آپ بہت خوش ہوئے اور تین مرتبہ ارشاد

فرمایا: ((اَللّٰھُمَّ اَنْتُمْ اَحَبُّ النَّاسِ اِلَیَّ))
"واللہ تم میرے نزدیک تمام لوگوں سے بڑھ کر پسندیدہ ہو۔"
اس موقع پر انصار کی بچیوں نے یہ ترانہ بھی گایا تھا۔

طَلَعَ الْبَدْرُ عَلَیْنَا مِنْ ثَنِیَّاتِ الْوَدَاعِ
وَجَبَ الشُّکْرُ عَلَیْنَا مَا دَعَا لِلّٰہِ دَاعِ

"ان پہاڑوں سے جو ہیں سوئے جنوب چودھویں کا چاند ہم پر چڑھ گیا اچھا دین اور تعلیم ہے شکر واجب ہے ہمیں اللہ کا"

رسول اللہ ﷺ حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے گھر جلوہ افروز ہوئے۔ لیکن انصار کے گھروں کے بارے میں ارشاد فرمایا:

((خَیْرُ دُوْرِ الْاَنْصَارِ بَنُو النَّجَّارِ ثُمَّ بَنُو عَبْدِالْاَشْہَلِ ثُمَّ بَنُو الْحَارِثِ بْنِ الْخَزْرَجِ ثُمَّ بَنُو سَاعِدَۃَ وَفِیْ کُلِّ دُوْرِ الْاَنْصَارِ خَیْرٌ))
"انصار کے گھروں میں سے بنو نجار کے گھر بہترین ہیں۔ پھر بنو عبدالاشہل کے' پھر بنو حارث بن خزرج کے' پھر بنو ساعدہ کے' غرضیکہ انصار کے تمام گھر بہتر ہیں۔"

حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب رسول اقدس ﷺ نے مدینہ منورہ پہنچ کر بیعت لینا شروع کی تو انصاری خواتین میں سے سب سے پہلے میری والدہ نے آپ کے دستِ مبارک پر بیعت کرنے کی سعادت حاصل کی اور ان کے ہمراہ ام عامر بنت یزید بن سکن اور حواء بنت یزید بن سکن تھیں۔

❋ ❋ ❋

حضرت ام سعد رضی اللہ عنہا بڑی صابر' شاکر' متحمل مزاج' بردبار اور بہادر خاتون تھی۔ اس کے دو بیٹے حضرت سعد بن معاذ اور حضرت عمرو بن معاذ رضی اللہ عنہما غزوۂ بدر میں شریک ہوئے۔ غزوۂ احد میں یہ خود بھی شریک جہاد تھیں۔ مجاہدین کو پانی پلانے اور زخمیوں کو مرہم پٹی کرنے کی خدمت انتہائی تن دہی سے سر

انجام دی۔ جب اسے پتا چلا کہ میرا بیٹا عمرو بن معاذ شہید ہو گیا تو یہ بڑی تیزی سے اس مقام پر پہنچیں جہاں لڑائی ہو رہی تھی۔ رسول اقدس ﷺ کو صحیح سالم دیکھ کر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا اور عرض کی یا رسول اللہ ﷺ آپ کو دیکھ کر میرے لئے اپنے بیٹے کی شہادت کا غم ہلکا ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے جس نے آپ کی حفاظت فرمائی۔ رسول اللہ ﷺ نے ام سعد رضی اللہ عنہا سے اس کے لخت جگر کے شہید ہونے پر تعزیت کی اور دلاسہ دیا۔ اس معرکے میں حضرت عمرو بن معاذ رضی اللہ عنہ جذبہ جہاد سے سرشار ہو کر مشرکین کی صفوں میں جا گھسے تھے اور ضرار بن خطاب کو انہوں نے تہہ تیغ کیا تھا۔

غزوۂ احد میں حضرت ام سعد رضی اللہ عنہا کے قبیلے بنو عبدالاشہل کے بارہ افراد نے جام شہادت نوش کیا اور تیس افراد زخمی ہوئے۔ غزوۂ خندق میں رسول اقدس ﷺ نے حفاظتی تدابیر اختیار کرتے ہوئے خواتین کو بنو حارثہ کے قلعے میں منتقل کر دیا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ہمارے ساتھ ام سعد رضی اللہ عنہا بھی تھیں۔ ہم نے قلعے سے باہر جھانکا تو وہاں سعد بن معاذ مختصر سی درع پہنے برچھی ہاتھ میں لئے بڑے فاخرانہ انداز میں رجزیہ شعر پڑھتے جا رہے تھے۔ میں نے ام سعدؓ سے کہا سعدؓ نے بہت چھوٹی سی درع پہن رکھی ہے۔ اگر درع مکمل ہوتی تو کہیں بہتر ہوتا۔ دیکھئے بازو درع سے مکمل باہر ہے۔ اس پر دشمن وار کر کے نقصان پہنچا سکتا ہے۔ یہ باتیں ہو رہی تھیں کہ حبان بن عرقہ نے نیزہ مارا جس سے بازو کی رگ حیات کٹ گئی اور بے تحاشا خون بہنے لگا۔ یہ منظر دیکھ کر ابن عرقہ نے مزاحیہ انداز میں کہا لیجئے یہ میری طرف سے تحفہ ہے۔ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ نے کہا: اے ابن عرقہ اللہ تیرے چہرے کو جہنم کی آگ میں جھلسائے۔

چونکہ زخم بڑا گہرا تھا' تکلیف بہت زیادہ تھی۔ رسول اقدس ﷺ نے اس کا خیمہ مسجد نبوی میں نصب کرا دیا تاکہ تیمارداری میں آسانی ہو سکے۔ جب آپؐ نے دیکھا کہ خون بہنا بند نہیں ہو رہا تو زخم کو داغ دیا گیا۔ داغنے سے خون تو بند ہو گیا لیکن

بازو میں ورم پیدا ہو گیا تکلیف ناقابل برداشت حد تک بڑھ گئی- ایک روز زخم پھٹ گیا جس سے خون کا پھوارہ پھوٹ نکلا- نقاہت بڑھ گئی- رسول اقدس ﷺ نے ان کا سر اپنی گود میں لے لیا- اسی حالت میں ان کی جان قفس عنصری سے پرواز کر گئی-

حضرت اسماء بنت یزید بن سکن رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کی روح پرواز کر گئی تو حضرت ام سعد رضی اللہ عنہا بیٹے کے غم میں زاروقطار رونے لگی- رسولِ اقدس ﷺ نے تعزیتی کلمات ادا کرتے ہوئے ارشاد فرمایا صبر کر تیرا بیٹا ایسا عظیم الشان ہے کہ اللہ رب العزت اسے دیکھ کر مسکرائے اور عرش الٰہی اس کے غم میں کانپ اٹھا-

جب اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے فضل و کرم سے بنو قریظہ کے قلعے فتح ہو گئے' رسول اللہ ﷺ نے مالِ غنیمت تقسیم کیا تو اس میں سے ان خواتین کو بھی حصہ دیا جو لڑائی میں شریک ہوئی تھیں- ان میں آپ کی پھوپھی حضرت صفیہ بنت عبدالمطلب' ام عمارہ' ام سلیط' ام العلاء' سمیرا بنت قیس اور ام سعد بن معاذ رضی اللہ عنھن تھیں-

***

حضرت ام سعد رضی اللہ عنہا وہ خوش نصیب خاتون ہیں جسے رسولِ اقدس ﷺ کی زبان مبارک سے جنت کی بشارت دی گئی- حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسولِ اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"جس کے تین بیٹے یا بیٹیاں فوت ہوئے اور اس نے صبر کیا اور اجر و ثواب کی نیت کی وہ جنت میں داخل ہو گا-"

ایک عورت اٹھی اور عرض کی یا رسول اللہ ﷺ اگر دو بیٹے بیٹیاں فوت ہو جائیں تو آپ نے فرمایا ہاں وہ بھی جنت میں جائے گا- وہ خاتون کہتی ہے کہ کاش میں ایک کے بارے میں بھی دریافت کر لیتی- حضرت ام سعد رضی اللہ عنہا کے دو بیٹے اللہ کی راہ میں شہید ہوئے اور اس نے کمال صبر و تحمل کا مظاہرہ کیا- غزوۂ احد میں حضرت ام سعد رضی اللہ عنہا رسولِ اقدس ﷺ کی جانب تیزی سے بڑھی- کیا دیکھتی ہے کہ

آپ گھوڑے پر سوار ہیں۔اس کے بیٹے سعد بن معاذ نے گھوڑے کی لگام پکڑی ہوئی ہے۔اس نے دیکھتے ہی کہا یا رسول اللہ ﷺ میری اماں جان تشریف لا رہی ہیں۔آپ نے گھوڑے کو روک کر اسے خوش آمدید کہا اور یہ ارشاد فرمایا: اے ام سعد خوش ہو جاؤ اور اپنے خاندان کو خوشخبری سنا دو کہ اس کے شہداء جنت میں اکٹھے ہو گئے ہیں اور ان کی خاندان کے بارے میں شفاعت کو قبول کر لیا گیا ہے۔یہ بات سن کر حضرت ام سعد رضی اللہ عنہا نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ ہم راضی ہیں۔یہ بشارت سننے کے بعد بھلا کون روئے گا' کون غم کے آنسو بہائے گا۔پھر عرض کی یا رسول اللہ ﷺ لواحقین کے لئے دعا فرمائیں۔آپ نے یہ دعا کی:

((اَللّٰھُمَّ اَذْھِبْ حُزْنَ قُلُوْبِھِمْ وَاجْبُرْ مُصِیْبَتَھُمْ))

"الٰہی ان کے دلوں کے غم دور کر دے اور ان کی مصیبت ٹال دے۔"

بیٹوں کے شہید ہو جانے کے بعد حضرت ام سعد رضی اللہ عنہا کا زیادہ وقت عبادت اور ذکر الٰہی میں گذرنے لگا اور زندگی کے آخری لمحات تک یہ سعادت انہیں حاصل رہی۔

* * *

حضرت ام سعد رضی اللہ عنہا کے مفصل حالات زندگی معلوم کرنے کے لئے درج ذیل کتابوں کا مطالعہ کریں۔

١ - طبقات ابن سعد ٣٧/٨
٢ - الاستيعاب ٣٨٣/٤
٣ - البداية والنهاية ١٥٦/٣
٤ - الاستبصار ٢٠٦-٢٠٧
٥ - السيرة الحلبية ١٧١/٢
٦ - صفة الصفوة ٣٢٨/١
٧ - أنساب الأشراف ٣٢٨/١
٨ - تاريخ اسلام ٢٩١/٢
٩ - سير أعلام النبلاء ٢٨١/١
١٠ - دلائل النبوة ٤٤٠/٣

حضرت ام المنذر سلمیٰ بنتِ قیس رضی اللہ عنہا

”جنہوں نے بیعت رضوان میں حصہ لیا وہ جنتی ہیں۔“

(فرمان رسول ﷺ)

ام المنذر سلمیٰ بنت قیس رضی اللہ عنہا بیعت رضوان میں شریک تھیں لہٰذا خاتونِ جنت قرار پائیں۔

مدینہ منورہ میں آباد بنو نجار قبیلے کی چشم و چراغ' غزوۂ بدر میں شریک ہونے والے جلیل القدر صحابی سلیط بن قیس کی بہن' رسول اقدس ﷺ کی امامت میں وہ تاریخی نماز ادا کرنے والی جس میں تحویل قبلہ کا حکم نازل ہوا تھا۔ یہ دو قبلوں والی نماز کے طور پر مشہور ہوئی۔ وہ عظیم المرتبت خاتون جو رشتے میں رسول اللہ ﷺ کی خالہ لگتی تھیں۔ بنو نجار قبیلے کے افراد کی رسول اقدس ﷺ عزت کیا کرتے تھے۔ اگر ان میں کوئی بیمار ہو جاتا تو آپ تیمارداری کے لئے تشریف لے جاتے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اقدس ﷺ بنو نجار کے ایک بیمار شخص کی تیمارداری کے لئے تشریف لے گئے۔ آپ نے تیمار داری کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

"ماموں جان! لا الہ الا اللہ پڑھ لو"

اس نے کہا: "میں آپ کا ماموں ہوں یا چچا؟"

آپ نے خوش طبعی میں ارشاد فرمایا: "رشتے میں آپ میرے ماموں لگتے ہیں"

"آپ صرف ایک دفعہ زبان سے لا الہ الا اللہ کہہ دیں"

اس نے کہا: "کیا یہ کہنا میرے لئے بہتر اور مفید ہوگا؟"

فرمایا: "ہاں بہت بہتر ہوگا' دنیا اور آخرت سنور جائے گی"

وہ عظیم المرتبت خاتون جس نے مبلغ اسلام حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کی دعوت سے متاثر ہو کر اسلام قبول کیا' جس کی کنیت ام المنذر تھی' جس کا نام سلمیٰ بنت قیس تھا' جس کی دو بہنوں ام سلیم بنت قیس اور عمیرۃ بنت قیس کو بھی اسلام

قبول کرنے اور رسول اقدس ﷺ کے دست مبارک پر بیعت کرنے کی سعادت حاصل ہوئی۔ آئیے اس خاتون جنت کے حالات زندگی کو اپنے لئے مشعل راہ بنائیں۔

* * *

چشم فلک نے مدینہ منورہ میں خواتین اسلام کے ذوق و شوق کا یہ منظر بھی دیکھا کہ جس طرح مردوں نے رسول اقدس ﷺ کے ہاتھ پر بیعت کی سعادت حاصل کی اس طرح عورتوں کے دل میں یہ سعادت حاصل کرنے کا شوق پیدا ہوا۔ جب خواتین کی جانب سے مسلسل مطالبہ ہونے لگا کہ ہمیں بھی بیعت کرنے کی سعادت میں شریک کیا جائے تو اللہ رب العزت نے آسمان سے یہ حکم نازل فرمایا:

﴿يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِذَا جَاءَكَ الْمُؤْمِنَاتُ يُبَايِعْنَكَ عَلَى أَنْ لَا يُشْرِكْنَ بِاللَّهِ شَيْئًا وَلَا يَسْرِقْنَ وَلَا يَزْنِينَ وَلَا يَقْتُلْنَ أَوْلَادَهُنَّ وَلَا يَأْتِينَ بِبُهْتَانٍ يَفْتَرِينَهُ بَيْنَ أَيْدِيهِنَّ وَأَرْجُلِهِنَّ وَلَا يَعْصِينَكَ فِي مَعْرُوفٍ فَبَايِعْهُنَّ وَاسْتَغْفِرْ لَهُنَّ اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ﴾ (الممتحنة-۱۲)

"اے نبیؐ جب تمہارے پاس مومن عورتیں بیعت کرنے کے لئے آئیں اور اس بات کا عہد کریں کہ وہ اللہ کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ کریں گی' چوری نہ کریں گی' زنا نہ کریں گی' اپنی اولاد کو قتل نہ کریں گی' اپنے ہاتھ پاؤں کے آگے کوئی بہتان گھڑ کر نہ لائیں گی' اور کسی امر معروف میں تمہاری نافرمانی نہ کریں گی' تو ان سے بیعت لے لو اور ان کے حق میں دعائے مغفرت کرو۔ یقیناً اللہ درگذر کرنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔"

رسول اقدس ﷺ نے درج ذیل چھ کاموں سے کلی طور پر اجتناب کرنے کے معاہدے پر خواتین سے بیعت لی جو درج ذیل ہیں۔

(۱) خواتین اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں۔

(۲) چوری نہ کریں۔

(۳) زنا کا ارتکاب نہ کریں۔

(۴) اپنی اولاد کو قتل نہ کریں۔

(۵) کسی پر بہتان نہ باندھیں۔

(۶) معروف میں حکم عدولی نہ کریں۔

حضرت ام منذر بیان کرتی ہیں کہ جب انصاری خواتین بیعت کی سعادت حاصل کرنے کے لئے جمع ہوئیں' میں بھی ان میں شامل تھی۔ ہم نے رسول اقدس ﷺ سے قرآنی حکم کی روشنی میں بیعت کے دوران یہ عہد کیا کہ نہ ہم شرک کا ارتکاب کریں گی' نہ چوری کریں گی' نہ زنا کریں گی' نہ ہی اپنی اولاد کو قتل کریں گی' نہ کسی پر کوئی بہتان لگائیں گی' اور نہ ہی معروف میں کبھی حکم عدولی کریں گی۔ آپ نے آخر میں ہمیں یہ بھی ارشاد فرمایا آپ تمام خواتین کو میری طرف سے یہ تلقین کی جاتی ہے کہ اپنے خاوندوں کو کبھی دھوکہ نہیں دینا۔ حضرت ام المنذر سلمیٰ کی شادی قیس بن صعصعہ بن وہب سے ہوئی۔ اس طرح اس کے باپ کا نام بھی قیس تھا اور خاوند کا نام بھی قیس۔ اس سے ایک بیٹا منذر پیدا ہوا جس کی وجہ سے کنیت ام منذر رکھی گئی۔

* * *

غزوۂ احزاب کے بعد غزوۂ بنو قریظہ وقوع پذیر ہوا۔ اس میں مسلسل پچیس روز تک بنو قریظہ کا مجاہدین اسلام نے محاصرہ کئے رکھا۔ چونکہ یہ قبیلہ اوس کے حلیف تھے اس لئے رسول اقدس ﷺ نے قبیلہ اوس کے سردار حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ سے کہا کہ تم فیصلہ کرو' بنو قریظہ کے ساتھ کیا سلوک کیا جائے۔ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ نے یہ فیصلہ دیا کہ مقابلے میں لڑائی کرنے والوں کے سر قلم کر دیئے جائیں' ان کی اولاد کو قیدی بنا لیا جائے اور ان کے اموال پر قبضہ کر لیا جائے۔ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے فیصلے پر عمل درآمد کرا دیا گیا۔ حضرت سعد اس وقت خود زخمی حالت میں مسجد نبوی کے صحن میں نصب شدہ خیمے میں زیر علاج تھے۔ وہیں سے اسی حالت میں انہوں نے حکم صادر کیا جس پر عمل کرتے ہوئے مجاہدین نے بنو قریظہ کے جنگجو افراد کے پرخچے اڑا دیئے۔ بنو قریظہ کی

چالبازی، مکر و فریب، دھوکہ دہی اور دغا بازی کی بنا پر ان کا قلع قمع کرنا وقت کی اہم ترین ضرورت تھی۔

اس نازک ترین صورتِ حال کو بھانپتے ہوئے رفاعہ بن سموال قرظی نے حضرت ام منذر سلمیٰ بنت قیس سے درخواست کی کہ مجھے پناہ دے دیجئے، رسول اقدس ﷺ سے امان کی درخواست پیش کر دیجئے، میں آپ کا یہ احسان زندگی بھر نہیں بھولوں گا۔ حضرت ام منذر رضی اللہ عنہا کو اس پر ترس آ گیا۔ رسولِ اقدس ﷺ کی خدمت اقدس میں درخواست کی یارسول اللہ ﷺ رفاعہ کو میں نے پناہ دی، آپ اسے قبول فرمالیجئے۔ آپ نے اس کی درخواست کو قبول کرتے ہوئے ضمانت مہیا کر دی۔ اسی طرح وہ قتل ہونے سے بچ گیا۔ ایک روز حضرت ام منذر نے رسولِ اقدس ﷺ سے عرض کی یارسول اللہ ﷺ میرے ہاں پناہ گزین نماز بھی پڑھتا ہے اور اونٹ کا گوشت بھی کھاتا ہے۔ آپ نے مسکراتے ہوئے ارشاد فرمایا نماز پڑھنا اس کے لئے بہتر ہے، اگر وہ اپنے دین پر قائم رہا تو یہ اس کے حق میں بہتر نہیں ہوگا۔ کچھ عرصہ بعد رفاعہ بن سموال قرظی نے اسلام قبول کر لیا۔ یہ نیکی بھی یقیناً حضرت ام منذر رضی اللہ عنہا کے حسنِ سلوک کی بنا پر ان کے نامۂ اعمال میں درج کی جائے گی۔ اگر وہ پناہ نہ دیتیں، رسول اللہ ﷺ سے جان کی امان طلب نہ کرتیں تو ہو سکتا تھا کہ وہ غیر مسلم ہی قتل ہو کر آخرت کو سدھار جاتا۔ قبیلہ بنو قریظہ کے قیدیوں میں ریحانہ بنت زید بن عمرو بھی تھی جس کو رسولِ اقدس ﷺ نے حبالۂ عقد میں لے کر ام المومنین بننے کا شرف عطا کیا۔ نکاح کی تقریب حضرت ام المنذر رضی اللہ عنہا کے گھر منعقد ہوئی۔ حجۃ الوداع سے جب آپ واپس تشریف لائے تو آپ کی یہ زوجہ محترمہ داعی اجل کو لبیک کہتی ہوئی جنت الفردوس کو سدھار گئی۔ اسے جنت البقیع میں دفن کیا گیا۔

رسولِ اقدس ﷺ بسا اوقات حضرت ام المنذر رضی اللہ عنہا کے گھر تشریف لے جایا کرتے، وہاں کھانا تناول کرتے، کبھی کبھی آرام کرتے۔ آپ کو اس کا تیار کردہ کھانا بہت پسند تھا۔ حضرت ام منذر رضی اللہ عنہا جمعۃ المبارک کے دن خاص طور پر

کھانے کا اہتمام کیا کرتی تھیں۔ آپ کے ساتھ چند دیگر صحابہ کرام بھی کھانا تناول کیا کرتے تھے۔ حضرت ام منذر رضی اللہ عنہا ان خوش قسمت صحابیات میں سے ہیں جو بیعت رضوان میں شریک تھیں جن کے لئے اللہ رب العزت نے جنت میں جانے کا اعلان کیا تھا۔ جیسے کہ مسلم شریف میں یہ روایت آتی ہے' رسول اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«لا یدخل النار أحد ممن بایع تحت الشجرۃ»

"ان میں سے کوئی بھی جہنم میں داخل نہیں ہو گا جنہوں نے درخت کے نیچے بیعت کی۔"

حضرت ام المنذر سلمٰی بنت قیس رضی اللہ عنہا نے اس حال میں دنیا سے کوچ کیا کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول مقبول علیہ الصلاۃ والسلام ان سے راضی تھے۔

* * *

حضرت ام المنذر سلمٰی بنت قیس رضی اللہ عنہ کے مفصل حالات زندگی معلوم کرنے کے لئے درج ذیل کتابوں کا مطالعہ کریں۔

۱- الاستیعاب ٤/ ٣٢

۲- تہذیب التہذیب ١٢/ ٤٨٠

۳- أعلام النساء ٢/ ٢٥٢

٤- السیرۃ الحلبیۃ ٢/ ٧٧

۵- الاستبصار ٤٤

۶- مسلم شریف کتاب فضائل الصحابہ

۷- جامع الترمذی مناقب

۸- سیرت ابن ہشام ٢/ ٢٤٥

۹ طبقات ابن سعد ۱۲۱/۸

۱۰ – البدایۃ والنھایۃ ۳۰۸/۵

۱۱ – الاصابۃ ۳۰۲/٤

۱۲ – عیون الاثر ۱۰۳/۲

۱۳ – مسند امام احمد ۳۸۰/٦

۱٤ – مجمع الزوائد ۳۰۵/۵

حضرت امِ ورقہ

بنتِ

عبداللہ بن حارث انصاریہ رضی اللہ عنہا

"اپنے گھر میں رہو' اللہ تجھے شہادت کی موت عطا کرے گا۔"

(فرمانِ رسول ﷺ)

انتظار کی گھڑیاں ختم ہوئیں' انصار چشم براہ تھے' ہر ایک کی نگاہیں بار بار اس راہ کی طرف اٹھتی تھیں جو مکے سے مدینے کی طرف آتا ہے- عورتیں' بچے اور بوڑھے اپنے محبوب کی ایک جھلک دیکھنے کے لئے ایڑیاں اٹھا اٹھا کر دیکھ رہے تھے- اچانک آواز آئی وہ آ گئے جن کا انتظار تھا- انصاری خواتین اور بچیاں خوشی سے یہ گیت گانے لگیں

طَلَعَ الْبَدْرُ عَلَيْنَا مِنْ ثَنِيَّاتِ الْوَدَاعِ
وَجَبَ الشُّكْرُ عَلَيْنَا مَا دَعَا لِلّٰهِ دَاعِ
اَيُّهَا الْمَبْعُوْثُ فِيْنَا جِئْتَ بِالْاَمْرِ الْمُطَاعِ

ان پہاڑوں سے جو ہیں سوئے جنوب
چودھویں کا چاند ہم پر چڑھا
کیسا عمدہ دین اور تعلیم ہے
شکر واجب ہے ہمیں اللہ کا
ہم میں نبیؐ بنا کر بھیجے جانے والے
آپ ایسا حکم لے کر آئے ہیں جو قابل اطاعت ہے

ان انصاری خواتین میں حافظہ' عالمہ' فاضلہ' مدبرہ' عابدہ' زاہدہ حضرت ام ورقہ انصاریہ رضی اللہ عنہا بھی تھیں- جو صحابیات میں کثرت عبادت کے اعتبار سے مشہور تھیں' رات کا بیشتر حصہ عبادت میں گذرتا تھا- قرآن حکیم کی تلاوت بہت عمدہ لہجے میں کیا کرتی تھیں- قرآن مجید کی آیات پر غور و تدبر ان کی عادت ثانیہ بن چکی تھی-

رسول اقدس ﷺ اس کی بہت قدر کیا کرتے تھے۔ آپ نے اسے اہل خانہ کو با جماعت نماز پڑھانے کا حکم دے رکھا تھا۔ گھر کے صحن میں مسجد بنائی ہوئی تھی۔ رسول اقدس ﷺ کی اجازت سے اس میں ایک مؤذن بھی مقرر کیا ہوا تھا۔ حضرت عبدالرحمن بن خلاد بیان کرتے ہیں کہ میں نے مؤذن کو بچشم خود دیکھا وہ بہت بوڑھا تھا۔ اس طرح حضرت ام ورقہ انصاریہ رضی اللہ عنہا کو رسول اقدس ﷺ نے عورتوں کا امام مقرر کیا تھا تاکہ نماز کے علاوہ علم' زہد' تقویٰ میں خواتین ان کی اقتداء کریں۔

* * *

حضرت ام ورقہ انصاریہ رضی اللہ عنہا علم و فضل' زہد و تقویٰ' فہم و بصیرت اور جذبہ جہاد سے سرشار تھیں۔ غزوہ بدر کے لئے روانگی کا جب اعلان ہوا تو رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر حضرت ام ورقہ رضی اللہ عنہا نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ مجھے بھی جنگ میں شرکت کرنے کی اجازت عنایت فرمائیں۔ میں زخمیوں کی مرہم پٹی' پیاسوں کو پانی پلانے کی خدمات سرانجام دوں گی۔ میری دلی تمنا ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھے شہادت کی موت عطا کرے۔ یہ جذبہ' شوق اور ولولہ دیکھ کر رسول اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا "تم اپنے گھر میں رہو اللہ تعالیٰ وہیں شہادت کا مرتبہ عطا کرے گا۔" یہ پیغام سن کر حضرت ام ورقہ رضی اللہ عنہا خوشی خوشی اپنے گھر واپس لوٹ آئیں۔ کیونکہ نبی اقدس ﷺ کے حکم کی تعمیل بجا لانا فرض تھا۔

رسول اقدس ﷺ بعض اوقات اپنے ساتھ چند صحابہ کرامؓ کو لے کر حضرت ام ورقہ انصاریہ رضی اللہ عنہا کے گھر کی طرف روانہ ہوتے اور ارشاد فرماتے چلو آج زندہ شہید خاتون کے ہاں چلیں۔ ان کے گھر جاتے' خیریت دریافت کرتے' کچھ دیر وہاں آرام کرتے۔ ان کے لئے دعا کرتے اور واپس تشریف لے آتے۔ حضرت ام ورقہ رضی اللہ عنہا کی گھر میں شہادت کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے نبی ﷺ کو وحی کے ذریعے آگاہ کر دیا تھا۔ گھر میں اسے شہادت کیسے نصیب ہوگی' یہ بات کسی کی سمجھ میں نہیں آ رہی تھی لیکن شہادت کا یقین ہر ایک کو تھا کیونکہ اس کی خبر

صادق المصدوق سرور عالم ﷺ نے دی تھی۔

حضرت ام ورقہ انصاریہ رضی اللہ عنہا خود بھی اس انتظار میں تھیں کہ دیکھئے مجھے شہادت کیسے نصیب ہوتی ہے۔ کیونکہ شہادت کا اعزاز حاصل کرنا ان کی دلی خواہش تھی۔ اس لئے ہر وقت دل میں یہی خیال رہتا کہ رسول اقدس ﷺ کی زبان مبارک سے نکلی ہوئی بات کب پوری ہوتی ہے؟ کیسے وقوع پذیر ہوتی ہے؟ اس کی صورت کیا ہوگی؟ گھر میں رہتے ہوئے شہادت کا حاصل ہو جانا یہ کیسے ممکن ہوگا؟ انہی افکار میں کئی لیل و نہار گذر گئے۔ دور رسالت گذرا، عہد صدیقی بیت گیا، سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا دور خلافت شروع ہوا۔

حضرت ام ورقہ انصاریہ رضی اللہ عنہا کے پاس ایک غلام اور ایک کنیز تھی۔ دونوں سے یہ کہہ رکھا تھا کہ میری وفات کے بعد تم آزاد ہو جاؤ گے۔ ایک روز ان دونوں نے مل کر منصوبہ بنایا کہ ہماری مالکہ کی زندگی اللہ جانے کتنی لمبی ہوگی کیوں نہ سوتے میں ان کا کام تمام کر دیا جائے اور ہم آزاد ہو جائیں گے۔ آزادی کا لالچ دل میں لیا سمایا کہ اپنے انجام کو بھول ہی گئے۔ ایک روز رات کے وقت حضرت ام ورقہ انصاریہ رضی اللہ عنہا گہری نیند سو رہی تھیں کہ ان دونوں نے موقع غنیمت جانتے ہوئے انہیں قتل کر دیا اور اوپر چادر ڈال کر گھر سے دبے پاؤں کھسک گئے۔ دن کی روشنی پھیلی گھر سے قرآن حکیم کی تلاوت کی آواز کسی کو سنائی نہ دی۔ گھر کے اندر داخل ہو کر دیکھا گیا تو یہ دیکھ کر ہر کوئی انگشت بدنداں رہ گیا کہ حضرت ام ورقہ بنت عبداللہ بن حارث رضی اللہ عنہا موت کی آغوش میں محو استراحت ہیں۔ جب یہ دیکھا کہ غلام اور کنیز گھر سے غائب ہیں تو ہر ایک کا دھیان انہیں کی طرف گیا۔ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے ان کی تلاش کا حکم دیا۔ ایک جگہ چھپے ہوئے تھے انہیں پکڑ کر دربار خلافت میں پیش کیا گیا۔ انہوں نے اپنے جرم کا اعتراف کر لیا۔ امیر المومنین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے انہیں تختہ دار پر لٹکانے کا حکم صادر فرمایا۔

مدینہ منورہ میں یہ پہلا موقع تھا کہ دو افراد کو قتل کی سزا دیتے ہوئے سولی پر لٹکایا گیا۔ اس طرح رسول اللہ ﷺ کی پیشین گوئی درست ثابت ہوئی اور حضرت ام ورقہ رضی اللہ عنہا کو گھر میں شہادت کا رتبہ نصیب ہوا اور وہ جنت الفردوس میں راضی خوشی جا آباد ہوئیں۔ سچ فرمایا اللہ رب العزت نے:

﴿إِنَّ الْمُتَّقِينَ فِي جَنَّاتٍ وَنَهَرٍ فِي مَقْعَدِ صِدْقٍ عِندَ مَلِيكٍ مُّقْتَدِرٍ﴾ (سورۃ القمر ٥٤-٥٥)

* * *

حضرت ام ورقہ بنت عبد اللہ بن حارث رضی اللہ عنہا کے مفصل حالات زندگی معلوم کرنے کے لئے درج ذیل کتابوں کا مطالعہ کریں۔

١ - سنن ابی داؤد	٩٧/١
٢ - الاستیعاب	٤٨٢/٤
٣ - طبقات ابن سعد	٤٥٧/٨
٤ - دلائل النبوة بیهقی	٣٨١/٦
٥ - السيرة الحلبية	٦٣/٢
٦ - الاصابة	٤٨١/٤
٧ - حجة الله على العالمين	٨٢/٢
٨ - الاستبصار	٣٥٩

حضرت اُم ایمن رضی اللہ عنہا

"جو کوئی کسی جنتی خاتون سے شادی کرنے کا خواہش مند ہو تو وہ ام ایمن سے شادی کر لے۔ (فرمان رسول اکرم ﷺ)

شہنشاہ امم سلطان مدینہ ﷺ کی والدہ ماجدہ آمنہ بنت وھب کی وفات حسرت آیات کے بعد شفقت و محبت بھرے انداز میں ماں کا کردار ادا کرنے والی عظیم خاتون' جلیل القدر جرنیل صحابی حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کی والدہ ماجدہ' غزوہ موتہ میں شہید ہونے والے امیر لشکر' عظیم المرتبت صحابی حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کی زوجہ محترمہ' جس نے ام المؤمنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کی وفات پر رقت آمیز انداز میں غم کے آنسو بہائے اور اپنے ہاتھوں سے میت کو غسل دیا اور تجہیز و تکفین کے فرائض سرانجام دیئے۔ جس نے رسول اقدس ﷺ کی دختر نیک اختر حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی وفات پر درد بھرے انداز میں رنج والم کا اظہار کیا اور اس کی تجہیز و تکفین میں ام المؤمنین حضرت سودہ بنت زمعہؓ اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کا ساتھ دیا۔ جسے رسول اقدس ﷺ اماں جان کہہ کر پکارا کرتے تھے۔ جسے لسان رسالت سے جنت کی بشارت ملی' جسے غزوۂ احد' غزوۂ خیبر اور غزوۂ حنین میں شرکت کی سعادت حاصل ہوئی' جس کا آبائی وطن حبشہ تھا۔ جو رسول اقدس ﷺ کے والد بزرگوار عبداللہ بن عبدالمطلب کی کنیز تھی۔ جسے حبشہ اور مدینہ منورہ کی طرف دو ہجرتوں کی سعادت حاصل ہوئی۔ جس کا پہلا نکاح عبید بن زید خزرجی سے ہوا' جس سے مشہور و معروف صحابی ایمن پیدا ہوئے جو داد شجاعت دیتے ہوئے غزوۂ حنین میں شہید ہوئے۔ جس کی وجہ سے اس عظیم خاتون کی کنیت ام ایمن مشہور ہوئی۔ جس کا دوسرا نکاح حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ سے ہوا جس سے حضرت اسامہ پیدا ہوئے' جس کا اصل نام برکۃ بنت ثعلبہ تھا لیکن کنیت ام ایمن نام پر غالب آ گئی۔

آیئے اس خاتونِ جنت کی رشک بھری زندگی کا تذکرہ کرنے سے اپنی عاقبت سنوارنے کا سامان مہیا کریں۔

* * *

رسولِ اقدس ﷺ کے والد بزرگوار عبداللہ بن عبدالمطلب نے جب اس دنیائے فانی سے کوچ کیا' اس وقت آپ ﷺ ابھی پیدا نہیں ہوئے تھے۔ انہوں نے ورثے میں پانچ اونٹ' بکریوں کا ریوڑ' قیمتی تلوار' چاندی کے زیورات اور ایک کنیز چھوڑی جس کا نام برکۃ بنت ثعلبہ تھا جو بعد میں ام ایمن کے نام سے مشہور ہوئی۔ سر زمین عرب کے قبائلی دستور کے مطابق رسولِ اقدس ﷺ کی ابتدائی عمر بنو سعد میں گزری' حلیمہ سعدیہ کا دودھ پیا' اس کی گود میں پروان چڑھے۔ پانچ برس کے ہوئے تو دائی حلیمہ نے واپس مکہ معظمہ لا کر والدہ کے سپرد کر دیا' چھ برس کی عمر کے ہوئے تو والدہ ماجدہ نے ننھیال بنو نجار سے ملاقات کے لئے مدینہ منورہ کا سفر اختیار کیا۔ اس سفر میں آپ ﷺ کے علاوہ کنیز برکۃ بنت ثعلبہ بھی ہمراہ تھی۔ مدینے سے واپس لوٹتے ہوئے جب یہ قافلہ ابواء مقام پر پہنچا تو آپ ﷺ کی والدہ ماجدہ کی طبیعت اچانک خراب ہو گئی۔ تھوڑی ہی دیر میں آپ داعیٔ اجل کو لبیک کہہ گئیں۔ وہیں انہیں دفن کر دیا گیا۔ برکۃ بنت ثعلبہ نے آپ ﷺ کو اپنی گود میں لیا' دلاسہ دیا۔ ماں کا خلاء پر کرنے کی مقدور بھر کوشش کی۔ رسولِ اقدس ﷺ جب جوان ہوئے تو آپ نے انہیں آزاد کر دیا اور ان کا نکاح عبید بن زید خزرجی سے کر دیا۔ جس سے ایمن پیدا ہوئے جو مشہور بہادر صحابہ میں سے تھے۔ جنہوں نے غزوۂ حنین میں دادِ شجاعت دیتے ہوئے شہادت کا رتبہ حاصل کیا' اس بیٹے کی وجہ سے ان کی کنیت ام ایمن مشہور ہوئی۔

ام ایمن کی اسلام قبول کرنے کی وجہ سے اپنے خاوند عبید بن زید خزرجی سے علیحدگی ہو گئی کیونکہ وہ اسلام قبول کرنے کے لئے آمادہ نہ ہوا۔ جب رسولِ اقدس ﷺ کی سیدہ خدیجۃ الکبریٰ سے شادی ہوئی تو آپ نے زید بن حارثہؓ کو ان سے اپنی

خدمت کے لئے مانگ لیا۔ انہوں نے اسے بخوشی آپ کے سپرد کر دیا۔ رسول اقدس ﷺ نے جب ام ایمن کے مثالی کردار بلند اخلاق نیک نیتی اور پاکیزہ سیرت کو سامنے رکھتے ہوئے یہ ارشاد فرمایا:

((من سرّہ ان یتزوج امرءۃ من اھل الجنۃ فلیتزوج ام ایمن))

"جو کوئی کسی جنتی خاتون سے شادی کرنا پسند کرتا ہے تو وہ ام ایمن سے شادی کر لے" باوجود اس کے کہ ام ایمن کالے رنگ اور موٹے نقش و نگار کی حبشی عورت تھی۔ لیکن جب اس کے جنتی ہونے کی نوید لسان رسالت سے سنی تو حضرت زید بن حارثہؓ اس سے شادی کرنے کے لئے برضا و رغبت تیار ہو گئے۔ جس سے اسامہ بن زید پیدا ہوئے ان کا رنگ بھی ماں کی طرح کالا تھا لیکن اوصاف حمیدہ کی بنا پر رسول اقدس ﷺ کو بہت پیارے تھے۔ جس طرح زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ محبوب رسولؐ کے طور پر مشہور و معروف تھے اسی طرح حضرت اسامہ محبوب رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کے طور پر مشہور و معروف تھے۔

* * *

رسول اقدس ﷺ حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا کا غایت درجہ احترام کیا کرتے تھے۔ آپ ﷺ انہیں ہمیشہ اماں جان کہہ کر پکارا کرتے تھے۔ جب بھی انہوں نے طبعی طور پر کسی بات پر غصہ کا مظاہرہ کیا تو رسول اقدس ﷺ نے غایت درجہ احترام سے پیش آتے ہوئے آپ کو خوش کرنے کی ہر ممکن کوشش کی۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انصار مدینہ نے اپنے کھجوروں کے باغات رسول اقدس ﷺ کی خدمت میں ہدیۃً پیش کر رکھے تھے اور آپ نے یہ باغات مہاجرین میں تقسیم کر دیئے تھے۔ جب مسلمانوں کو بنو قریظہ اور بنو نضیر پر فتح حاصل ہوئی تو آپ ﷺ نے باغات ان کے مالکوں کو واپس کرنے شروع کر دیئے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں اپنے باغات واپس لینے کے لیے ام ایمن کی خدمت میں حاضر ہوا تو انہوں نے باغات واپس کرنے سے صاف انکار کر

دیا بلکہ انہوں نے میرے گلے میں کپڑا ڈال کر غیظ و غضب کے ساتھ جھٹکا دیتے ہوئے فرمایا:

کَلَّا: لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ۔ (ہرگز نہیں اللہ کے سوا کوئی معبود حقیقی نہیں)

"یہ تو ہو ہی نہیں سکتا کہ میں یہ باغات واپس کر دوں۔"

رسول اقدس ﷺ نے یہ منظر دیکھتے ہوئے ارشاد فرمایا: "اماں جان چھوڑ دیجئے، رہنے دیجئے، ان کے باغات واپس کر دیں۔ میں اس سے دس گنا زیادہ جائیداد آپ کے نام لگا دیتا ہوں۔"

اس طرح حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا راضی ہوئیں۔ اور حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کو ان کے باغات واپس کیے۔

رسول اقدس ﷺ حضرت ام ایمنؓ کا غایت درجہ احترام کیا کرتے تھے اور بسا اوقات زیارت کے لیے ان کے گھر تشریف لے جایا کرتے تھے۔ انہیں دیکھتے ہی فرمایا کرتے تھے یہ میرے اہل بیت کی نشانی ہے، یہ میری قابل احترام اماں جان ہیں۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ایک روز رسول اقدس ﷺ پانی پی رہے تھے۔ ام ایمنؓ بھی وہاں موجود تھی اس نے دیکھتے ہی کہا یا رسول اللہ ﷺ مجھے بھی پانی پلا دیجئے۔ میں نے کہا اے تم رسول اللہ ﷺ سے پانی پینے کا مطالبہ کر رہی ہو؟

اس نے کہا کیوں نہیں میرا حق بنتا ہے میں نے ان کی بہت خدمت کی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے یہ بات سن کر ارشاد فرمایا "عائشہ یہ سچ کہتی ہیں"۔ آپ نے ادب و احترام سے اس کی خدمت میں پانی پیش کیا۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں بسا اوقات رسول اقدس ﷺ کے ساتھ حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا کی زیارت کے لئے جاتا۔ وہ ہماری آمد پر انتہائی مسرت کا اظہار کرتیں۔ کھانے پینے کا سامان سامنے لا رکھتیں۔ اگر آپ کسی وجہ سے کھانے پینے کی طرف ہاتھ نہ بڑھاتے تو جھگڑا کرتیں۔ آپ کھاتے کیوں نہیں، پیتے کیوں نہیں؟ آپ ﷺ اس کا

یہ اضطراب دیکھ کر مسکراتے۔ بعض اوقات آپ اس لئے کھانے کی طرف ہاتھ نہیں بڑھاتے تھے کہ آپ کا روزہ ہوتا۔

ایک دفعہ جب ہم اس کے گھر گئے تو اس نے آٹا چھاننا شروع کر دیا۔ آپ ﷺ نے پوچھا کیا کر رہی ہو؟ کہا میں روٹی پکانے کے لئے آٹا تیار کر رہی ہوں۔ یہ ہمارے دیس حبشہ کا رواج ہے۔ آپ نے فرمایا: ٹھیک ہے اس کو پہلے گوندھ لیجئے پھر اس سے روٹی تیار کر لینا۔

حضرت ام ایمن کا رنگ سیاہ تھا کیونکہ اس کا تعلق حبشہ سے تھا۔ اس کے بیٹے حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کا رنگ بھی ماں کی طرح سیاہ تھا۔ منافقین طعنے دیا کرتے تھے کہ یہ اسامہ زید بن حارثہؓ کا بیٹا ہی نہیں ہے۔ رسول اقدس ﷺ بھی یہ باتیں سن کر کبیدہ خاطر ہوا کرتے تھے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک روز رسول اقدس ﷺ مسکراتے ہوئے گھر داخل ہوئے۔ میں نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ زہے قسمت آج مسکرانے کی کوئی خاص وجہ ہے؟
آپ نے فرمایا: ہاں آج عجیب واقعہ ہوا ہے۔

زید بن حارثہ اور اسامہ بن زید سوئے ہوئے تھے۔ دونوں نے سر پر کپڑا لیا ہوا تھا۔ پاؤں ننگے تھے۔ قیافہ شناس مجزز مدلجی نے ان کے پاؤں دیکھتے ہی کہا یہ دونوں باپ بیٹا معلوم ہوتے ہیں۔ کیونکہ دونوں کے پاؤں کی ساخت آپس میں ملتی ہے۔ مجھے یہ سن کر بہت خوشی ہوئی۔ یہ منافقوں کے منہ پر ایک زوردار طمانچہ ہے۔ اور ان کی ریشہ دوانیوں کا منہ توڑ جواب ہے۔

***

حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا کی بعض کرامات کا تذکرہ بھی تاریخ میں ملتا ہے جیسا کہ طبقات ابن سعد میں مذکور ہے کہ حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا کو سفر ہجرت کے دوران شدید پیاس لگی۔ ہونٹوں پہ پپڑیاں جم گئیں۔ حلق میں کانٹے چبھنے لگے' جاں لبوں پہ آ گئی' قرب و جوار میں پانی کے کہیں کوئی آثار دکھائی نہ دے رہے

تھے۔ قریب تھا کہ آپ پر غشی کا دورہ پڑ جاتا' اچانک کیا دیکھتی ہیں کہ آسمان سے ایک ڈول آہستہ آہستہ اس کی طرف نیچے اتر رہا ہے اس کے ساتھ نہایت ہی سفید رنگ کی رسی بھی بندھی ہوئی ہے۔ ڈول ان کے چہرے کے سامنے آ کر رک گیا آپ نے اسے پکڑا اپنے منہ سے لگایا اور جی بھر کر اس سے پانی پیا۔ فرماتی ہیں کہ اس کے بعد زندگی بھر مجھے کبھی پیاس نہیں لگی۔ میں نے سخت ترین گرمی کے ایام میں بھی روزے رکھے لیکن مجھے کبھی بھی شدید پیاس کا احساس نہیں ہوا۔ میرے سینے میں ایک خوشگوار ٹھنڈک نے ڈیرے جما لئے۔ اس واقعے کا ذکر مشہور مؤرخ اور تذکرہ نگار ابو نعیم اصفہانی نے اپنی کتاب حلیۃ الاولیاء میں بھی کیا ہے۔ وہ رقم طراز ہیں کہ حضرت ام ایمن وہ نیک دل' پاکیزہ سیرت' خوفِ خدا کی خوگر' روزے دار اور شب زندہ دار خاتون تھیں کہ جب وہ رضائے الٰہی کے حصول کے لئے مدینہ منورہ کی جانب پیدل سفر ہجرت پر رواں دواں تھی تو اسے راستے میں پیاس نے ایسا ستایا کہ موت دو قدم پر سامنے نظر آنے لگی تو اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے آسمان سے ٹھنڈے میٹھے پانی کا ڈول نازل کیا جو ان کے لئے شافی و کافی ہوا۔

* * *

حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا نے رسول اقدس ﷺ کی راہنمائی میں جہاد میں بھی بھرپور حصہ لیا۔ غزوۂ احد میں مجاہدین کو پانی پلانے اور زخمیوں کی مرہم پٹی کرنے کے فرائض انتہائی تن دہی اور جاں فشانی سے سرانجام دیے۔ غزوۂ خیبر میں بیس خواتین نے حصہ لیا جن میں حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا بھی شریک تھیں۔ ان کا بیٹا ایمن اپنے گھوڑے کے بیمار ہونے کی وجہ سے شریک نہ ہو سکا تو انہوں نے اپنے بیٹے کو بزدل قرار دیا۔ شاعر اسلام مداح رسول ﷺ حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے اس موقع پر اشعار بھی کہے۔ جن میں یہ وضاحت کی کہ حضرت ایمن رضی اللہ عنہ کا غزوۂ خیبر میں شریک نہ ہونا کسی بزدلی کی وجہ سے نہیں بلکہ ان کا گھوڑا زہریلا آٹا کھانے کی وجہ سے بیمار ہو گیا تھا جسکی دیکھ بھال کی وجہ سے وہ اس اعزاز

سے محروم رہ گئے۔

غزوۂ حنین میں یہی جوانمرد' بہادر اور نڈر مجاہد حضرت ایمن رضی اللہ عنہ داد شجاعت دیتے ہوئے جام شہادت نوش کر گئے۔ غزوۂ حنین میں جب لشکر اسلام کے پاؤں اکھڑ گئے تھے' تو چند ایک صحابہ کرام رسول اقدس ﷺ کے ساتھ جمے رہے۔ جن میں حضرت ابو بکر صدیق' حضرت فاروق اعظم' حضرت علی بن ابی طالب' حضرت عباس بن عبدالمطلب' حضرت ابو سفیان بن حارث بن عبدالمطلب' حضرت حارثہ بن نعمان' حضرت اسامہؓ بن زید اور حضرت ایمن بن عبید خزرجی رضی اللہ عنہم قابل ذکر ہیں جو میدان میں ڈٹے رہے' جن کے پایۂ استقلال میں کوئی لغزش نہیں آئی۔ جنہوں نے بہادری' جوانمردی اور شجاعت کی مثال قائم کی۔

غزوۂ حنین میں لشکر اسلام پر بڑا بھاری وقت آیا' مجاہدین کے پاؤں اکھڑ گئے' لشکر بوکھلا کر بکھر گیا' زمین کا دامن اپنی تمام تر کشادگیوں کے باوجود تنگ ہو گیا۔ اس نازک ترین وقت میں رسول اقدس ﷺ نے مجاہدین کا مورال بلند کرنے کے لئے کمال جرأت و بہادری کا مظاہرہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا تھا

أَنَا النَّبِيُّ لَا كَذِبْ

أَنَا ابْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبْ

میں نبی ہوں کوئی جھوٹ نہیں میں عبدالمطلب کا بیٹا ہوں

یعنی میدان میں ڈٹا ہوا کھڑا ہوں' کوئی مذاق کی بات نہیں۔

حضرت ام ایمن کا بیٹا حضرت ایمن رضی اللہ عنہ اسی میدان میں شہید ہوا جس پر حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا نے اللہ کی رضا کو پیش نظر رکھتے ہوئے صبر و تحمل کا انداز اپنایا۔

غزوۂ موتہ میں حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو امیر لشکر بنا کر بھیجا گیا اور رسول اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا اگر زید بن حارثہ شہید ہو جائے تو جعفر بن ابی طالب کو امیر لشکر بنا لیا جائے۔ یہ شہید ہو جائے تو عبداللہ بن رواحہ کو امیر لشکر قرار

دے لیں جائے۔ یہ بھی شہید ہو جائے تو مجاہدین جسے چاہیں اپنا امیر بنالیں۔ اللہ تعالیٰ کا کرنا ایسا ہوا کہ تینوں یکے بعد دیگرے شہید ہوئے۔

حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہ نے اپنے سرتاج حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کی شہادت کا صدمہ بڑے صبر و تحمل سے برداشت کیا اور اپنے بیٹے اسامہ بن زیدؓ کو بھی صبر و تحمل کی تلقین کی۔

حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا حبشی النسل ہونے کی وجہ سے بعض الفاظ کو زبان سے صحیح انداز میں ادا نہیں کر سکتی تھیں۔ رسول اللہ ﷺ جب بھی غلط تلفظ سنتے تو مسکراتے ہوئے اس کی اصلاح کر دیا کرتے تھے۔

وہ عموماً سلام اللہ علیکم کہتے ہوئے سلام لا علیکم کہہ جایا کرتی تھیں۔ آپ نے ایک روز ارشاد فرمایا اماں جان آپ صرف لفظ سلام کہہ دیا کریں۔ پورا جملہ ادا کرنا آپ کے لئے مشکل ہے ایک دفعہ اس نے دعائیہ کلمہ ادا کرتے ہوئے کہا (سَبَّتَ اللّٰہُ عَلَیْکُمْ) حالانکہ وہ (ثَبَّتَ اللّٰہُ عَلَیْکُمْ) کہنا چاہتی تھیں۔ آپ نے سن کر ارشاد فرمایا: اماں جان آپ خاموش رہا کریں' آپ کی زبان میں لکنت ہے۔

حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا دل کی بہت صاف تھیں' ہر ایک سے ہمدردی اور اخلاص سے پیش آتیں۔ غزوۂ بنی مصطلق سے واپسی پر جب منافقین نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر بہتان عظیم تراشا تو حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی پاکیزہ زندگی کا بر ملا اظہار کیا جس سے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے دل میں ان کی بہت قدرو قیمت پیدا ہوئی۔

تاریخ و سیرت کی کتابوں میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا کے بارے میں یہ تاثرات منقول ہیں۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں

"حَاشَی سَمْعِیْ وَ بَصَرِیْ اَنْ اَکُوْنَ عَلِمْتُ اَوْ ظَنَنْتُ بِهَا اِلَّا خَیْرًا"

"میرے کانوں اور آنکھوں نے اس کے بارے میں بہتر تاثرات لئے۔"

رسول اقدس ﷺ نے سرزمین روم پر غلبہ حاصل کرنے کے لئے ایک لشکر تیار کیا جس کا امیر حضرت اسامہ بن زید بن حارثہ رضی اللہ عنہما کو نامزد کیا۔ اس لشکر میں سیدنا ابو بکرؓ اور سیدنا عمر بن خطابؓ جیسے جلیل القدر صحابہؓ بھی ان کے ماتحت تھے۔ حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کی امارت پر بعض مجاہدین کی جبینوں پر شکن بھی آئے لیکن رسول اقدس ﷺ نے فیصلہ کن انداز میں ارشاد فرمایا: اس لشکر کا امیر اسامہ ہی ہوگا اور یہ امیر بننے کا اہل ہے۔ آپ نے اسامہ کو اپنے پاس بلا کر حکم دیا کہ اللہ کا نام لے کر سفر پر روانہ ہو جاؤ۔ لشکر ابھی مدینہ منورہ کے قریب مقام جرف پر پہنچا تھا کہ حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا نے قاصد کو پیغام دے کر بھیجا کہ رسول اللہ ﷺ کی طبیعت بہت زیادہ خراب ہے۔ لشکر نے وہیں پڑاؤ کیا۔ حضرت صدیق اکبرؓ حضرت عمرؓ اور حضرت اسامہ رضی اللہ عنہم مدینہ منورہ پہنچے تو رسول اقدس ﷺ دنیائے فانی سے اپنے رفیق اعلیٰ کی طرف کوچ کر چکے تھے۔ حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا کے لئے یہ صدمہ ناقابل برداشت دکھائی دے رہا تھا۔

بے ساختہ غم میں ڈوبے ہوئے اشعار میں مرثیہ پڑھنا شروع کر دیا۔ دیکھنے والے انگشت بدنداں رہ گئے کہ مرثیہ خوانی کا یہ انداز ان کے وہم و گمان میں بھی نہ تھا۔ حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا نے رسول اقدس ﷺ کا بچپن دیکھا' گود کھلایا' عنفوان شباب دیکھا۔ بھری جوانی دیکھی' رسالت کا تاج سر پہ سجتے دیکھا۔ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا سے شادی ہوتے دیکھی۔ کفار مکہ کی جانب سے ظلم و ستم کی چکی میں نو آموزان اسلام کو پستے دیکھا۔ مکی دور بھرپور حشر سامانیوں کے ساتھ دیکھا۔ مدنی دور دیکھا آپ کی حکمرانی کے نرالے انداز دیکھے۔ نزول وحی کے نورانی پرتو دیکھے۔ آفتاب رسالت کو غروب ہوتے دیکھا۔ رسالت مآب ﷺ کی زندگی کا ایک ایک سنہری ورق ان کی آنکھوں کے سامنے تھا۔

آپ ﷺ کی وفات حسرت آیات کے چند روز بعد حضرت صدیق اکبر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا کی زیارت کے لئے ان کے گھر

تشریف لے گئے۔ دیکھا کہ آپ رسول اقدس ﷺ کے غم میں زاروقطار رو رہی ہیں۔ پوچھا اماں جان آپ اتنا کیوں رو رہی ہیں حالانکہ رسول اقدس ﷺ اللہ تعالیٰ کے پاس زیادہ آرام دہ ماحول میں ہیں۔ فرمایا یہ میں بھی جانتی ہوں لیکن مجھے غم اس بات کا ہے کہ وحی کا سلسلہ ہمیشہ کے لئے ختم ہو گیا۔ یہ بات سن کر شیخینؓ بھی آبدیدہ ہو گئے۔

ایک روز امیر معاویہ بن ابی سفیانؓ نے حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما سے حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا کا تذکرہ کرتے ہوئے انہیں خراج تحسین پیش کیا تو حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما نے فرمایا۔ بخدا وہ آپ کی والدہ ہند سے زیادہ فضیلت والی تھی۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اس حقیقت کا اعتراف کرتے ہوئے فرمایا: بلا شبہ آپ سچ کہتے ہیں۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا بھی یہ ارشاد ہے

﴿اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ﴾ (الحجرات: ۱۳)

”بلا شبہ تم میں زیادہ عزت والا وہ ہے جو تم میں بڑھ کر متقی ہے۔“

* * *

حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا نے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے دور حکومت میں وفات پائی۔ لمبی عمر گذاری۔ دو بیٹے ہوئے' دونوں ہی شہسوار تھے' ایک حضرت ایمن رضی اللہ عنہا جو غزوۂ حنین میں شہید ہوئے۔ دوسرے حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما جن سے رسول اقدس ﷺ کو خاص انس اور پیار تھا' خاوند حضرت زید بن حارثہ جنگ موتہ میں شہید ہوا۔

رسول اقدس ﷺ کو چھ سال کی عمر میں گود میں لیا۔ جب کہ حضرت آمنہ بنت وھبؓ مکہ اور مدینہ کی درمیان واقع بستی ابواء میں رحلت فرما گئی تھیں۔ اس سفر میں حضرت ام ایمن اور رسول اقدس ﷺ ہمراہ تھے اور آپ ﷺ کی عمر اس وقت صرف چھ سال تھی۔ رسول اقدس ﷺ انہیں اماں جان کہہ کر پکارا کرتے تھے۔ صحابہ کرام ان سے بڑے ہی احترام سے پیش آیا کرتے تھے۔

یہ معزز نامور جنتی خاتون دنیائے فانی سے کوچ کرتے ہوئے راہی جنت الفردوس ہوئیں۔

یہ اپنے اللہ سے راضی اور اللہ ان سے راضی

* * *

حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا کے مفصل حالات زندگی معلوم کرنے کے لئے درج ذیل کتابوں کا مطالعہ کریں۔

۱- الاستیعاب ٤/٣٤

۲- طبقات ابن سعد ١/١٠٠

۳- تهذيب الاسماء واللغات ٢/٣٥٧

٤- انساب الاشراف ١/٩٦

٥- عيون الاثر ١/٤٩

٦- السيرة الحلبية ١/١٨٠

٧- البداية والنهاية ٢/٢٨٢

٨- دلائل النبوة للأصبهاني ١/٢١٠

٩- المجتبى لابن الجوزى ١١٠

١٠- سير أعلام النبلاء ٢/٢٢٤

١١- الاصابة ٤/٤١٥

١٢- حلية الاولياء ٢/٦٧

١٣- تاريخ اسلام للذهبي ٢/٤٤٤

١٤- صحيح البخارى باب بعث النبى اسامة

١٥- صفة الصفوة ٢/٥٥

١٦- تهذيب التهذيب ٢/٤٥٩

کتابیات

(۱) القرآن الحکیم

(۲) صحیح البخاری — محمد بن اسماعیل البخاری

(۳) صحیح مسلم — مسلم بن حجاج القشیری

(٤) سنن ابی داؤد — ابو داؤد سلیمان الأشعث سجستانی

(٥) جامع ترمذی — ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذیؒ

(٦) البدایة والنهایة — حافظ ابن کثیر

(۷) الطبقات الکبری — لمحمد بن سعد

(۸) مجمع الزوائد — الهیثمی

(۹) حلیة الاولیاء — ابو نعیم اصبهانی

(۱۰) صفة الصفوة — ابن الجوزی

(۱۱) تهذیب الاسماء واللغات — علامه نووی

(۱۲) تهذیب التهذیب — ابن حجر عسقلانی

(۱۳) سیر اعلام النبلاء	علامہ ذہبی
(۱۴) تاریخ الاسلام ذہبی	علامہ ذہبی
(۱۵) الدر المنثور	للسیوطی
(۱۶) اسد الغابۃ فی معرفۃ الصحابہ	ابن الاثیرالجزری
(۱۷) الاصابۃ فی تمیز الصحابۃ	ابن حجر عسقلانی
(۱۸) السیرۃ الحلبیۃ	ابن برہان الحلبی
(۱۹) دلائل النبوۃ	البیہقی
(۲۰) انساب الاشراف	البلاذری
(۲۱) المحتبی من المجتنیٰ	ابن الجوزی
(۲۲) شذرات الذہب	ابن العماد الحنبلی
(۲۳) عیون الاخبار	لابن قتیبۃ
(۲۴) أعلام النسآء	عمر رضا کحالہ
(۲۵) الفتح الربانی	لاحمدبن عبدالرحمان البناء الساعاتی
(۲۶) وفیات الأعیان	لابن خلکان
(۲۷) کتاب الزہد	لامام احمد بن محمد بن حنبلؒ
(۲۸) الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب	ابن عبدالبر
(۲۹) الشفاء	للقاضی عیاض
(۳۰) المسند	لابی عبداللہ أحمد بن محمد بن حنبلؒ
(۳۱) المستدرک علی الصحیحین	

فی الحدیث — لحاکم ابوعبداللہ نیسا پوری

(۳۲) الموطا — لامام مالک

(۳۳) الاستبصار — ابن قدامۃ القدسی

(۳٤) سیرت ابن ھشام — ابن ھشام عبدالامالک

(۳۵) عیون الاثر — ابن سیدالناس

(۳٦) الریاض النضرۃ — المحب الطبری

(۳۷) العقد الفرید — ابن عبدالبر

(۳۸) زاد المعاد — ابن قیم الجوزیۃ

(۳۹) الاسماء المبھمۃ فی الانباء المحکمۃ — الخطیب بغدادی

(٤۰) فتوح البلدان — البلاذری

(٤۱) معجم البلدان — الحموی

(٤۲) شفاء الغرام — الفاسی

(٤۳) وفاء الوفاء — السمہودی

(٤٤) دلائل النبوۃ — لاصبھانی

(٤۵) الادب المفرد — البخاری

(٤٦) الاتقان — لعلامۃ سیوطی

(٤۷) القاموس المحیط — فیروز آبادی

(٤۸) المعجم الوسیط — مجمع اللغۃ العربیۃ

(٤۹) لسان العرب — ابن المنظور

(۵۰) کتاب الاشتقاق — لابن درید

(۵۱) الفصول — لابن کثیر

(۵۲) کتاب منح المدح — ابن سید الناس

(۵۳) شفاء الغرام بأخبار البلد الحرام — الفاسی

(۵۴) المعارف — لابن قتیبة

(۵۵) الروض الأنف — للسهیلی

(۵۶) فضائل الصحابه — للنسائی

(۵۷) النجوم الزاهرة — ابن تغری

(۵۸) جامع الاصول — ابن الأثیر

(۵۹) نسب قریش — مصعب الزبیری

(۶۰) شرح المواهب اللدنیه — للزرقانی

(۶۱) تاج العروس — الزبیدی

(۶۲) جوامع السیرة النبویة — ابن حزم

(۶۳) فقه السیرة — البوطی

(۶۴) العبر علامه الذهبی — لعلامه ذهبی

(۶۵) الاعلام — زرکلی

(۶۶) تاریخ الامم والملوك — الطبری

(۶۷) الکامل فی التاریخ — ابن الأثیر

(۶۸) حجة الله علی العالمین — النبهانی

(۶۹) المغازی النبویة — الزهری

(۷۰) الأوائل — العسکری

(۷۱) المحاسن المجتمعه — الصفوری

محمود احمد غضنفر کے قلم سے